جس کتاب پر مہر نہ ہو وہ مال مسروقہ سمجھا جاوے

انیسویں صدی کی زبردست یادگار

یعنی

رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب

(دھرم مہوتسو)

منعقدہ ۲۶-۲۷-۲۸-۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۹۶ء

بمقام اسلامیہ کالج لاہور

باجازت خاص اگزکٹو کمیٹی دھرم مہوتسو

حسب فرمایش خواجہ غلام محی الدین صاحب تاجر پشمینہ لاہور

سنہ ۱۳۱۵ ہجری مطابق سنہ ۱۸۹۷ء

مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور

تعداد جلد ۱۲۲۵ ۔۔۔۔۔۔ قیمت فی جلد عہ بلا محصولڈاک

سناتن دہرم گزٹ

سناتن ہندو دہرم کا ماہوار رسالہ

اردو زبان میں یہی ایک رسالہ کل ہندوستان میں چھپتا ہے جو سناتن ہندو دہرم کا معاون ہے اور جسمیں اعلے ترین درجہ کی لائق اور مشہور اصحاب کی قلم کے مضامین دربارہ سناتن دہرم شائع ہوتے ہیں۔ نہایت اعلی درجہ کی کاغذ پر نہایت خوشخط اور صفائی کے ساتھہ چھاپا جاتا ہے۔ یہ رسالہ اکثر ۶۰ صفحہ کے حجم کا ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ مبلغ تین روپیہ ہے۔ درخواست خریداری اس پتہ پر آوے:-

پنڈت گوپی ناتھہ

اڈیٹر رسالہ سناتن دہرم گزٹ لاہور

اخبار پنجاب سماچار لاہور

پنجاب کے ہفتہ وار اردو اخباروں میں سب سے چلتا پرزہ ہندؤں کا وکیل تازہ ترخبروں کا گنجینہ ہر شنبہ کو پنجاب کے دار الخلافہ شہر لاہور سے بڑی آب و تاب کے ساتھہ شائع ہوتا ہے۔ ملکی مضامین پر نہایت مدبرانہ بحث کی جاتی ہے۔ اور رعایا کے حقوق کو گورنمنٹ پر بڑے عمدہ طور سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور ملکی انتظام کی خرابیوں کو مؤدبانہ سرکار دولتمدار کی خدمت میں پیش کرنے میں اپنا آپ ہی ثانی ہے۔ باایں ہمہ قیمت سالانہ صرف (عہ) ہر ۱۶ صفحہ کے اخبار اور مضامین کے لحاظ سے اس سے سستا اخبار پنجاب بھر میں کوئی نہیں۔

المشتہر

ہیرا لال کپور مینجر ہفتہ وار اخبار پنجاب سماچار لاہور

تجویز دربارہ طبع ثانی براہین احمدیہ مصنفہ حجۃ الاسلام حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ الرحمن رئیس قادیان دیکھو صفحہ ۲۶۴

انٹروڈکشن

اس رپورٹ کے شائع ہونیمیں بیشک معمول سے زیادہ کسیقدر تاخیر ہوئی ہے لیکن اس کا باعث بعض
ان اصحاب کی کم توجہی ہے جنہوں نے جلسہ میں زبانی تقریریں بیان کرکے ان کے قلمبند کرنے میں اسقدر
دیر کردی ان زبانی تقریروں کو محفوظ کرنے کے لیے جلسہ کی طرف سے وربیٹم نویس اور اختصار
رپورٹر کا انتظام کردیا گیا تہا اور اگر یہہ حفظ ماتقدم نہ ہوتا تو اسوقت مکمل رپورٹ کا شائع
کردینا محالات سے تہا ہم نہایت افسوس سے اُن احباب کا یہاں ذکر کرتے ہیں جنہوں نے باوجود رجسٹری شدہ
و غیر رجسٹری شدہ خطوط کے متواتر بھیجنے پر بہی رسید تک کی پرواہ نکی انعقاد جلسہ کی دوسرے ماہ کُل سپیکروں کیخدمت میں
لکھدیا گیا تہا کہ وہ عرصہ میعاد کے اندر اپنی تقریریں قلمبند کرکے بہیجدیں ورنہ انکی طرف سے رپورٹر کی لکہی ہوئی وربیٹم تقریریں شائع کردیجاویں
گی چنانچہ بعض احباب نے تو اپنی تقریریں بہیجدیں اور بعض نے وربیٹم تقریروں کو منگواکر صرف
نظر ثانی پر اکتفا کی کیونکہ یہہ تقریریں حتے الامکان تقریر کرنیوالوں کے اپنے ہی بولے ہوئے الفاظ
تھے۔ لیکن بعض بزرگ ایسے بہی ہیں جنہوں نے نہ مقررہ تاریخ تک اپنی تقریریں بہیجیں اور نہ نظر ثانی کے
لئے لکہا۔ حتی کہ رسید خط کی بہی پرواہ نکی اور خیر سے آگئی۔ ایسی صورت میں کمیٹی نے جیسا کہ طریق
ہے وربیٹم رپورٹ سے انکی تقریر اخذ کرلی۔ ایسے بزرگ اگر کہیں اپنی تقریر میں اتفاقیہ نظر ثانی
کی ضرورت سمجہیں تو وہ اپنی غلطی کو اسکا جوابدہ سمجہیں۔ کمیٹی نے محض انکے خاطر اسقدر تاخیر اشاعت
رپورٹ میں ڈالدی ورنہ اس رپورٹ کو اخیر فروری میں شائع ہوجانا چاہئے تہا۔ یہہ جلسہ جس شان
و شوکت امن اور اطمینان سے ہوا محتاج بیان نہیں۔ شائقان جلسہ کی ہمت کا پہلے سے ہی خیال
کرکے یہہ ضروری معلوم ہوا کہ نہایت وسعت مع الامکان انعقاد جلسہ کیلئے تجویز ہو اس ضرورت کو اسلامیہ
کالج سے بہتر کوئی اور مکان پورا نہ کرسکتا تہا۔ جو انجمن حمایت اسلام لاہور نے نہایت خوشی سے دیا
اور اسکا خاص شکریہ کمیٹی ادا کرتی ہے۔ جلسہ یکساں رونق۔ اور دلچسپی کے ساتھہ برابر چار دن۔
۲۶ دسمبر ۹۶ئہ سے لیکر ۲۹ دسمبر ۹۶ئہ تک ہوتا رہا بعض دن تو تعداد حاضرین سات آٹھہ ہزار

تک تھی ابتدا میں اس اوتسب کے لیئے صرف تین دن اعلان کی گئی تہی لیکن سپیکروں کی زیادتی تعداد نے بعد میں ایک دن اور کی ضرورت ثابت کردی اس کو صدرات اور تقریروں کو حسب شرائط کمیٹی اندازہ کرنے کے لیئے چند بزرگ پہلے بطور ماڈریٹر مقرر ہوچکے تہے جنمیں سے ایک ایک کرکے ہر روز صدر نشین مقرر کیئے گیئے جیسے کہ آگے چلکر معلوم ہوگا ماڈریٹروں کے نام نامی یہہ ہیں (۱) رائے بہادر بابو پرتول چندر صاحب جج چیف کورٹ پنجاب۔ (۲) خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج سمال کاز کورٹ لاہور۔ (۳) رائے بہادر پنڈت رادہا کشن صاحب کول پلیڈر چیف کورٹ سابق گورنر جموں۔ (۴) حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب طبیب شاہی۔ (۵) رائے بہوانیداس صاحب ایم۔ اے۔ اکسٹرا اسٹنٹ افیسر جہلم۔ (۶) جناب سردار جواہر سنگہ صاحب سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی لاہور۔

کمیٹی کمال ادب کے ساتہہ ان بزرگوں کی تکلیف برداشت کرنے کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ اب یہاں وہ پانچ سوالات لکہے جاتے ہیں جو کمیٹی کی طرف سے بغرض جوابات شائع ہوئے۔ ان جوابات کے لئے یہہ ضروری سمجہا گیا تہا کہ تقریر کرنیوالا اپنے بیان کو حتے الامکان اوس کتاب تک محدود رکہے جس کو وہ مذہبی طور سے مقدس مان چکا ہے۔

سوال اول ✤ انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں۔

سوال دوم ✤ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔

سوال سوم ✤ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے

سوال چہارم ✤ کرم یعنے اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

سوال پنجم ✤ علم یعنے گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

خاکسار

دہنپت رای۔ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ پلیڈر چیف کورٹ

پنجاب سکرٹری دہرم مہوتسو۔

پہلا اجلاس

بوقت صبح

بروز ہفتہ بتاریخ ۲۶ - ماہ دسمبر سنہ ۱۸۹۶ء

بروگرام کے بموجب کارروای جلسے ٹھیک دس بجے شروع ہونا تھا لیکن ابھی ساڑھے نو بجے تھے کہ مکان جلسہ شائقینوں سے معمور نظر آنے لگا - تجویز دادہ موڈریٹر صاحبان میں سے خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب اور حکیم نورالدین صاحب صدارت کی سٹیج پر متمکن تھے - سردار دیال سنگھ صاحب ممبر مجلس عزیزوں میں سے ایک کی ناگہانی موت پر شریک جلسہ نہ ہو سکے ان کی جگہ سردار جواہر سنگھ صاحب سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی موڈریٹر قرار دیے گئے ٹھیک دس بجے ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریسیڈنٹ کمیٹی منتظمہ نے سٹیج پر آکر ذیل کی تقریر سے کارروائی جلسہ شروع کی -

تقریر ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریسیڈنٹ کمیٹی منتظمہ

صاحب میر مجلس اور ہمارے دیش کے بھائیو آپ کو واضح ہو کہ یہ جلسہ جس میں آپ تشریف لائے ہیں اس غرض سے منعقد ہوا ہے کہ چند سوالات جنکو میں ابھی آپ کو پڑھ کر سناؤنگا انکی بابت وہ صاحب جو کہ مقرر ہوئے ہیں تقریر کرنے کے واسطے یا مسودہ پڑھنے کے لیے ہمکو سمجھائیں کہ ہمارے بزرگوں کی کیا رائے ہے یہ بات آپکے سامنے کہنا کچھ بھی مناسب نہیں ہے کہ ایسے جلسے ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں اور پہلے بھی ہوا کرتے تھے چنانچہ جبکہ ہندوستان میں مسلمان دین کی تشریح کرنے والے عیسائی مذہب کے فاضل اور پنڈت خلوت میں جمع ہوا کرتے تھے یہ بات تاریخ ہند کے پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے اور یہی بات تھی جس سے کہ رہنا ہوتا تھا اگر ہم اور پہلے زمانے کی طرف غور کریں تو معلوم ہوگا کہ فرصت کے وقت مختلف مذاہب کے لوگ اکثر دوستانہ طور پر بات چیت کیا کرتے تھے معمولی عقل کے لوگ باریک باتوں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اور وہ ان جلسوں میں حل ہو جایا کرتی تھیں -

چنانچہ مہاراجہ بکرماجیت کے زمانہ میں نورتن لکھی گئی - میں نے مہابھارت میں دیکھا ہے کہ غیر ملک کے لوگ اپنی زبانوں میں بولتے تھے یہ تو تھا پچھلے زمانہ کا حال اور ذکر اب ہم دیکھتے ہیں کہ شکاگو یعنے امریکہ میں اسی قسم کا ایک بڑا بھاری جلسہ ہوا جو ان لوگوں کی ثروت اور دولت کے باعث ایسی عمدگی سے ہوا جسکا بیان میں نہیں

نہیں کر سکتا جن لوگوں نے اوسکی رپورٹ پڑہی ہے انکو اچھی طرح معلوم ہو مینے بہی وہ رپورٹ پڑہی ہے کہ کس امن اور شائستگی سے اتنا بڑا جلسہ ہوا۔ چنانچہ ایک اخبار میں دیکھا تھا جس سے امریکن لوگوں کی شائستگی ثابت ہوتی ہے کہ پانچہزار آدمی اس میں شامل تھے اور جو ایک دن کے اجلاس میں پریسیڈنٹ بہی ہوئے تھے وہ کہتے ہیں کہ جلسہ میں اگر کوئی شور و شغب ہتا تو وہ صرف پولیس انسپکٹر ون کا تہا خیر یہ ایک بڑا بہاری جلسہ تہا اور امریکہ کے متمول اور فاضل لوگونکی کوشش سے ہوا تہا یہ جلسہ اگرچہ اسی شان کا تو نہیں مگر ہے اسی قسم کا

اور اسلیے کوئی نرالا یا نئی قسم کا جلسہ نہیں بلکہ ایسا ہی جلسہ ہے جو قدیم زمانے میں بہی ہوا کرتے تھے اور اب بہی ہوتے ہیں۔

میں آپ لوگوں کا اور ممبر مجلس صاحبان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے اپنی تشریف آوری سے ہم کو مشکور فرمایا ہم پر میشر (پرماتما) سے پرارتہنا بندگی کرتے ہیں کہ ہمارے دل میں رغبت پیدا کرے اور ہم آخر تک ساری مضامین شوق سے سنیں۔

مینے ابہی کہا ہے کہ اس جلسہ میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو قدیم زمانے میں نہ ہوتی رہی ہو اوس زمانہ میں جو اوتاروں کے ذریعہ ہمکو خدا تعالی کی مرضی کا پتہ لگتا تہا اور مشکل سے مشکل باتیں جو الہیات کے متعلق ہوتی تہیں حل ہو جایا کرتی تہیں پہر بہی اس زمانہ میں باہم ایک دوسرے کے ملنے کے ذریعہ ایسے نہ تھے جیسے اب ہیں چنانچہ ایک زمانہ ایسا تہا کہ مدراس کے لوگ لاہور والوں سے نہ ملتے تہے اور یہ بات تاریخ والوں سے پوشیدہ نہیں کہ ایک وقت تہا جب کہ رجپوتانہ کے لوگ دہلی والوں سے نہ مل سکتے تہے۔ مگر اب وہ زمانہ ہے کہ دلیش دساتنتروں کے لوگ آکر ملتے ہیں ہماری وکٹوریہ جسکے زمانہ میں ہم امن اور آرام سے رہتے ہیں اسکا اور انگریزی گورنمنٹ کا تہ دل سے دہنباد کرتے ہیں جب کہ دور دور ملکوں کے مہذب خیالات ہم تک آئے ہیں اور اخبارات کے ذریعہ شائستگی پہیل رہی ہے تو یہ بات ضرور ہے کہ فرصت کے وقت ہم سب اکٹھے ہو کر سوچیں کہ آتما کی بہلائی کس میں ہے اسلیے اس جلسہ کی منشا یہ ہے کہ اتفاق سے ملکر بابت حیثیت مذہبی کیا کریں اور یہ بہی ایک منشا ہے کہ معتبر دیا اور معتبر علم دین کی بابت پہیلا یا جاوے تاکہ غلط فہمی دور ہو مینے ابہی کہا تہا کہ یہ جلسہ اس زمانہ میں بہی نیا نہیں بلکہ پچہلے دو سالوں میں شکاگو کے موافق جلسہ ہونا نہایت ضروری ہے اور وہ سوالات جنپر مسودہ لکہکر دیتے ہیں یہ ہیں۔

سوالات (۱) انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان (۲) عقبے کا ذکر (۳) دنیا میں انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا ہے۔ اور وہ غرض کس طرح ہو سکتی ہے (۴) کرم یعنے اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت پر کیا ہوتا ہے۔ (۵) گیان یعنے علم حاصل ہونے کے ذریعے۔

یہ سوالات ہماری سامنے ہیں امید ہے کہ جو لوگ ان پر تحریر کریں گے یا مسودہ پڑہیں گے وہ ہمکو اچھی طرح سمجھائینگے تاکہ عام لوگ بھی سمجھکر لابہ اوٹھائیں میں یہہ بھی بتلانا چاہتا ہوں کہ اس جلسہ کیسے بہت سی صاحبان نے ہمدردی ظاہر کی ہے جو انکی بہت ساری چٹھیوں سے معلوم ہوسکتی ہے جو آئی ہوئی ہیں اس سے آپ سمجھ سکتی ہیں کہ بہت ہی کم لوگ ہونگے جو اس جلسکے مخالف ہوں لیکن آپ کو یاد رہے کہ شائستہ اور مہذب لوگوں نے اکثر ہمدردی ظاہر کی ہے یہ دیکھکر.... آپ کو اور بھی تعجب ہوگا کہ یہ جلسہ ایک ایسی مکان میں ہے کہ جسکی نسبت کہتی تہے کہ ہم اور وہ مخالف ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہم سب لوگ جو مخالف مشہور تہے ایسے مجمع میں ایکجگہہ جمع ہیں جسکی نسبت لوگوں کو تقین نہ تہا اور جو باہم مخالف مشہور ہیں جو لوگ قبل از وقت یہہ کہہ رہے تہے کہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا اور یہ جلسہ عبث ہوگا ان کو دیکھنا چاہیے کہ کسی اور نتیجہ کی بابت تو میں کچھ نہیں کہتا مگر یہ نتیجہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ باہم ایک دوسرے کے مخالف گنے جاتے ہیں وہ باہم ملکر ایک جگہہ بیٹھے ہیں اور اپنے دین کو میری سمجھ میں زیادہ تر تہذیب کے ساتھ ماننے کے یہ معنی ہیں کہ دل سے کدورت اور تعصب دور ہو مخالفت کا خیال نہ رہے اور ایک مخالف رے سے دشمنی پیدا نہو ملکہ باوجود اختلاف رای کے بھی باہم سلوک اور محبت کریں تو محبت اسیوقت دستیاب ہوسکتا ہے جب انسان اپنے ہی مذہب پر سچے دل سے چلے کیونکہ میں ایسا کوئی مذہب نہیں دیکھتا جو باہمی پریم اور محبت کی تعلیم نہ دیتا ہو اسی پریم اور محبت کے ذریعہ ایک مخالف الرای کو اپنا ہم خیال بنالینا بہی آسان ہے یہ تقاضا ہے علم کا یہ تقاضا ہے ترقی کا جسقدر لوگ دنیا میں مہذب ہوتے جاتے ہیں اور اسیقدر امن اور شائستگی اور شانتی اور آرام کی روح دنیا میں پہیلتی جاتی ہے آجکل کے لوگ یہ کہدیتے ہیں کہ علم دار خدا سے منکر ہوجاتے ہیں مگر بیکن صاحب کہتے ہیں کہ بڑے علم سے اسقدر خطرہ نہیں جتنا چہوٹے علم سے جسقدر آدمی بہت بڑہجاتے ہیں انکی دماغی قوتیں جتنی نشو و نما پاتی ہیں جسقدر دانائی اور عقل میں ترقی ہوتی ہے اسیقدر وہ جانتے ہیں کہ پرمیشر کی مہماں بڑی ہے پروردگار کی شوکت اور جلال اتنا ہی لا انتہا نظر آنے لگتا ہے۔ اسوقت انسان برباد ہوکر باہم پریم کا سبق سیکہ لیتا اور اتفاق کرتا ہے۔

اسلیے ایسے جلسوں سے کوئی دہشت نہیں کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا وہ وقت آنیوالا ہے کہ ہم سب اتفاق سے رہیں گے اور شائستگی اور تہذیب میں بسیں گے۔ معاملہ دین کا اسطرح کا ہے کہ ہم لوگوں کی طاقتیں اور عقلیں اوسکی تہ تک پہونچنے میں قاصر ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ جسوقت بڑے بڑے بزرگوں کی خدمت میں سوال کیا گیا اونہوں نے کہا کہ کل جواب دیں گے مگر اسطرح پروہ پرمیشر کی قدرت اور شکتی کے سوال کو حل نہ کرسکے۔ تاریخ

بتلاتی ہے کہ ڈی موستھنیز سے اسکے متعلق سوال کیا گیا اُسنے کہا کہ کل جواب دینگے اور ہر روز اسیطرح کہتے رہے
آخر ایکدن کہا کہ جسقدر سوچتا ہوں اسیقدر عاجز آتا ہوں یہی حال ہے یہ سمندر ایسا نہیں کہ اسکی تھاہ کا پتہ ملجاوے
ممکن ہے ایسے بیان بھی ہوں کہ آپکی تشفی نہ ہووے۔ آپ خوش نہ ہوں۔ جہاں بڑے بڑے عالموں اور گرودں
کی عقلیں حیران ہیں وہاں ہم تم کیا کر سکتے ہیں اسلیے آپ ایسی صورت میں ہمارا قصور معاف کر دینگے غرض یہ ہے
کہ حل کر کے دکھا دیے جاویں۔ یہ سوالات پرمیشر کے متعلق سمندر سے بڑے ہیں اسلیے پروردگار کی نسبت سوچنا
ہی بڑی بات ہے اگر ہم رگوں سے آپ کو قابل تشفی جواب نہ ملیں تو آپ سمجھ لیں کہ ہم اس جانور سے بڑے نہیں جو چونچ
سے سمندر کو خالی کر دینا چاہتا تھا جو سوالات سب کے سامنے ہیں وہ سب دینوں کے سامنے رہے ہیں۔ بغیر لحاظ کسی
خاص مذہب کے آپکو معلوم ہوگا کہ اس میں قریباً سب مذہب یکساں ہیں کسی کے پرکرتی میں فرق ہو اصل میں مادہ ایک
ہی پایا جاتا ہے اسیطرح کون شخص ہے جس میں انسانیت ہو اور وہ تمام دنیا کی نسبت سیری ہو جانے پر بھی نہ سوچے کہ
کدھر سے آیا ہوں اور کدھر جاؤں گا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ جن آدمیوں کو سیری ہو گئی ہے وہ خوب سوچتے ہیں کہ
مرنے کے بعد انسان کا کیا حال ہوگا آپ یہہ جانیں کہ اگر ہم لوگوں میں اختلاف بھی آجاوے۔ اختلاف سے مراد بیجا حملہ
نہیں بلکہ اختلاف رہے ہے پس میں نے کہا کہ ہم لوگوں کی پرکرتیاں سبھاؤ اور سیرتیں علیحدہ علیحدہ ہیں ایک چیز کو جب ہم دیکھتے
ہیں تو اسکی نسبت مختلف بیان کرتے ہیں جب تک ضد کا تعلق نہ ہو جب تک انسان کی یہ حالت رہتی ہے بہت
ہی خوب ہے اس پر تعبیر مجھے ایک نقل یاد آئی ہے کہتے ہیں ایک جگہہ پر لوگ تصویر دیکھنے آیا کرتے تھے اس تصویر
کے دیکھنے سے حیرت اور دینداری حاصل کیا کرتے تھے چونکہ دیکھنے والے بہت تھے اسکی نسبت بات چیت ہونے
لگی کسینے کہا کہ یہ عمدگی لال رنگ کی ہے کسیسنے کہا نہیں یہ عمدگی کالے رنگ کی ہے تیسرے نے کہا کہ میں تم دونو
سے بہتر جانتا ہوں یہ عمدگی نہ کالے رنگ کی ہے نہ لال کی بلکہ سفیدی کی ہے جو چھپی ہے۔ تھوڑے دنوں تک بات
ہوتی رہی پھر ایک اور شخص نے کہا کہ یہ عمدگی ایک رنگ کی ہے جو ہرا ہے جو اس صورت میں دکھائی دیتی ہے کئی سال
تک جھگڑا رہا کہتے ہیں کہ ایسا ہوتا رہا بہت سے آدمی جمع ہو گئے کئی ایک آدمی رحلت کر گئے اور زندگی کے اونچے ٹیلے
پر پہونچ گئے صاحبان جب انہوں نے کہا کہ اسکی عمدگی در اصل یہ ہے وہاں سے اگر آپ تصویر کو فلانی جگہہ سے دیکھیں گے
چنانچہ جب وہ سب مخالف اس مینار پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ ہر ایک درست ہے غرضکہ منشا مدعا یہ ہے کہ وہ تصویر حق
کی تھی وہ تصویر تھی سچائی کی جب لوگوں نے غفلت کی نظروں سے دیکھا سچائی اسی طرح موجود ہے جیسے آسمان میں
سورج مثل آسمان کے سچائی بھی دل میں مصور ہے اگر میری زبان ہوتی میں اسکو بیان کر سکتا جس طرح بیان

میں نقص آجاتا ہے اسیطرح دماغ کے نقص پر جھگڑا کرنا ٹھیک نہیں ہے ہماری کتابیں جوگیان کا مخزن ہے اگر ہم ان کو نہیں سمجھ سکتے اور سچائی کو دیکھ نہیں سکتے تو ایسا کوئی موقعہ ہونا چاہیے کہ کوئی ہمیں دکھائے اور سمجھائے اسیلیے یہ ایک جلسہ ہے جس سے آدمی کو بہت لابھ ہونیوالا ہے کیونکہ جو صاحبان اعلیٰ کتابوں تک نہیں پہونچ سکتے وہ اعلیٰ آدمیوں کی زبان سے سنیں اسیطرح ہر ایک آدمی کے دل میں شوق ہے کہ سچائی کو دیکھے اور سچائی ظاہر ہو میں نے کہا کہ اسکا لب لباب دیکھنا چاہیے سمجھ دیکھیے کہ سچائی کس طرف ہے۔ ابھی ایک سورج گرہن پڑنے والا ہے جس میں سورج ساری کا سارا تاریک ہوجائیگا۔ اس میں تمام دنیا کے نجومی جمع ہونگے اور دیکھنے کو آئیں گے اسیطرح اگرچہ ہم لوگ دین کی نسبت جانتے ہیں اور ہم میں اعلے انسان اور ہادی ہیں جو ہمیشہ کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ پنتھ بہت ہی خوبیوں کا مخزن ہے کہ ہم اگر بیان نہیں کر سکتے ہمکو کوشش کرنی چاہیے کہ ہم اعلے ہوجائیں۔ اس جلسہ میں مختلف مذہب کے فاضل آئے ہیں جو ہمکو سمجھائیں گے۔ اعتراض کرنے کی کسیکو گنجایش نہ ہوگی میں پہلے یہ بیان کر چکا ہوں کہ اس جلسہ سے بڑے بڑے صاحبان کو ہمدردی ہے چنانچہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ میر مجلس صاحبان کس قدر معزز آدمی ہیں جو بیٹھے ہیں مختلف مذہب کے لوگ موجود ہیں میں یہ بھی کہہ آیا ہوں کہ یہ جلسہ نیا نہیں ایسے جلسے پہلے بھی ہوتے آئے ہیں اگرچہ شکاگو کا جلسہ بڑا بھاری جلسہ تھا مگر یہ بھی کم نہیں آپ لوگ علم۔ اتفاق وغیرہ کسی چیز میں یوروپینوں سے کم نہیں ہیں امید کرتا ہوں کہ آپ نہایت شوق سے سب تقریریں سنیں گے۔ اوم شانتی۔ شانتی۔ شانتی۔

ماسٹر درگا پرشاد صاحب تقریر کے ختم ہونے پر کمیٹی منتظمہ کی طرف سے مندرجہ ذیل الفاظ بولنے کے لیے پھر کھڑے ہوئے۔

صاحبان! مجھے کمیٹی کی طرف سے ہدایت ہوئی ہے کہ میں آپکو اطلاع دوں کہ جناب سردار دیال سنگھ صاحب اس سبب سے کہ انکے اقارب میں ایک ناگہانی موت ہوگئی ہے تشریف نہیں لا سکتے اور اپنی جگہہ انہوں نے بھائی جواہر سنگھ سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی کو نامزد فرمایا ہے۔ جو ہر طرح سے اچھا انتخاب ہے۔

ایسا ہی جناب بابو پرتول چندر صاحب چٹرجی جج چیف کورٹ پنجاب بھی تشریف نہیں لاسکے کیونکہ انکے کٹم یعنے سمدھی مسٹر بنرجی جج ہائی کورٹ الہ آباد ابھی تشریف لائے ہیں۔ البتہ دوسرے وقت پر دونوں صاحبان تشریف لاکر مشکور کرینگے۔ اب بھائی جواہر سنگھ صاحب جلسہ کو افتتاح کریں گے۔

اسپر سردار جواہر سنگھ صاحب اپنی کرسی صدارت سے اٹھکر سپیکر کے منبر پر آئے اور ذیل کی تقریر افتتاحی فرمائی

افتتاحی تقریر جناب سردار جواہر سنگھ صاحب ہوڈ ریسٹر

برادران! اس جلسہ کو فارملی طور پر اوپن کرنے کے واسطے یعنے اس جلسہ کی کارروائی شروع کرنے کے لیے ضابطہ کے طور پر اس جلسہ کے پروموٹرز نے مجھے یہ عزت بخشی ہے کہ میں فارملی اوپننگ ڈیکلیر کروں میں اسوقت کوئی لمبی چوڑی تقریر کرنے کے لیے نہیں کھڑا ہوا ہوں۔ بلکہ یہہ بتلانے کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔ کہ ہر مذہب و ملت کے لوگ جو یہاں موجود ہیں۔ انکی خدمت میں التماس کروں۔ کہ اُن سب کو یہ بات جاننی ضروری۔ بلکہ بہت ضروری ہے کہ جس مذہب کے ساتھہ وہ تعلق رکھتے ہیں۔ اوسکی خوبیاں بیان کریں یعنے اپنے مذہب کے رو سے سوالات مقررہ کا جواب دیں۔ اور کبھی دوسرے مذہب پر کنایۃً یا صراحۃً حملہ نہ کریں۔ ہم جو ایک جگہہ اکٹھے ہوئے ہیں اس سے ہماری غرض بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ باہم اتحاد اور ارتباط بڑہے اور آسانی سے آسان طریق پر ایک سچے مذہب کی خوبیوں پر اطلاع پائیں اگر تعصب اور حسد ایسے جلسوں سے بڑہے تو پہر کچھ فائدہ نہیں اسلیے تعصب اور ضد جیسی بری چیزوں کو دور کرنے کے لیے یہ جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ کیونکہ تعصب ایک ایسی چیز ہے کہ جسکو مذہب کے نزدیک بہی نہ آنے دیا جاوے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اگر کوئی مذہب سچا ہے۔ تو اسپر پہر وہ تعصب کیوں کر سکتا ہے کیونکہ سچا مذہب ہمیشہ تعصب سے باز رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔

آپ جانتے ہیں۔ کہ مذہب کوئی چیز نہیں۔ کہ بازار سے خرید اجا سکے یا تبادلہ پر مل سکے مذہب کا تعلق ہمیشہ کی زندگی سے ہے پہر آپ خیال فرماویں کہ مذہب جیسے معاملہ میں کسیکی رو رعایت کی کیا وجہ پس معاملات مذہبی پر تعصب اور ضد نہ ہونی چاہیے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جب آدمی ایک پیسہ کا مٹی کا برتن مول لیتا ہے تو اسے کئی دفعہ ٹہکور لیتا ہے۔ تو پہر لیتا ہے۔ پہر مذہب ایسی شے کو بلا دیکھے بہالے قبول کر لینا کیا مطلب رکہتا ہے مذہب جس کا تعلق روح کے ساتھہ ہے اور جسکا اثر جاودانی زندگی پر پڑتا ہے۔ اس میں بہی اگر انسان تعصب کو کام میں لاوے تو سخت غلطی ہوگی۔ اور اسکا نتیجہ کبہی بہی اچہا اور مفید نہیں ہو سکتا بلکہ پہر وہ ساری کوشش لاحاصل اور بیہودہ ہوگی۔ اور میری رائے میں جب کہ مذہب کوئی زر خرید چیز نہیں تو میں نہیں سمجھتا اس میں تعصب آئے ہی کیوں؟

اسکے علاوہ خدا ایک ہے۔ اور اسکے بندے سب ایک ہیں اور سب کو اس نے روح دی ہے۔ ناک۔ کان۔ سب اعضا یکساں دیے ہیں۔ پہر میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ انسان کے لیے اپنے اپنے علیحدہ علیحدہ مذہب قائم کیے

جائیں جبکہ سب آدمیوں کی ضروریات جسمانی ایک ہی قسم کی ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ مذہب جو روح کی سیری کا ایک ذریعہ ہے بہت سے ہوں۔ لیکن اب چونکہ بہت سے مذاہب ہیں اور جو حق کے طالب ہیں وہ نہیں کرتے۔ اسلیے یہ جلسہ منعقد کیا گیا ہے تاکہ عام طور پر تہذیب اور متانت کے پیرایہ میں یہ بتلایا جاوے کہ حق کیا ہے؟

حق کے جاننے کے ذریعہ پروفیسر ہیں اور یہ ہم ہر ایک مذہب کے لائق اور فاضل پروفیسر کے منہ سے سنینگے۔ جو اس پلیٹ پر کھڑے ہو کر بیان کرینگے۔ اگر تقریر کرنے والے صاحبان کو بالکل کھلا چھوڑ دیا جاتا تو پھر کوئی حد و حساب نہ رہتا۔ اور اصل مقصد پورا نہ ہو سکتا۔ بلکہ ہر ایک مذہب کا پروفیسر جو چاہتا بولتا۔ اسلیے اس مقصد کو پورا کرنے اور اس قباحت اور نقص کے رفع داد کے لیے پانچ مضامین مقرر کر دیے گئے ہیں۔ جن پر ہر مذہب کے پروفیسر جس طرح چاہیں بولیں مگر جلسہ میں کسی دوسرے مذہب پر اثنائے دوران تقریر میں صراحتاً یا کنایتاً حملہ نہ کرے اور حملہ کرنا بھی کیوں چاہیے؟

جبکہ ایک شخص یہ سمجھ لے کہ میں حق بیان کرتا ہوں پھر دوسرے مذہب پر حملہ کرنے کے کیا معنے؟

اسلیے اس جلسہ کے بانیوں نے بڑی سوچ بچار کے بعد یہ قید لگا دی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے مذہب پر کسی قسم کا خفیف سے خفیف حملہ کا اشارہ بھی نہ کرے۔ میں بہت ہی خوش ہوں۔ کہ ہم کو یہ بہت ہی اچھا موقعہ ہر ایک مذہب کی خوبیوں کے سننے اور سوچنے کے لیے ملا ہے۔ پیشتر اسکے کہ میں بیٹھ جاؤں انجمن حمایت اسلام کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے ایسے اچھے کام کے لیے اپنا مکان دھرم مہوتسو کے لیے دیا ہے۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ ایک بڑی بھاری سیکیٹرین نے ایک خاص فرقہ کے مکان میں جلسہ کیا جن لوگوں کا یہ حال ہے۔ ان سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ بنیکش بات کو چھوڑ کر دوسرے کی بات سنیں اسکے علاوہ اگر یہ جلسہ اگر کسی اور مذہب کے معتقدوں کے مکان میں ہوتا تو بھی یہ اعتراض ہو سکتا تھا۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ ایک عقلمند کو اگر ایک دکان سے اچھا سودا نہیں ملسکتا تو کیوں دوسری دکان سے نہ لے۔ جو کام انجمن حمایت اسلام نے کیا ہے وہ بہت قابل تعریف اور شکرگذاری کے لائق ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ بجائے شکرگذاری کے اوپر نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ میں ان لوگوں سے مخاطب نہیں جو انصاف نہیں کر سکتے یا نہیں کرنا چاہتے میں اپنے دل کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ یہ لوگ تنگدل نہیں ہیں کوئی آدمی خواہ وہ کسی ہی مذہب کا کیوں نہ ہو اس پلیٹ پر کھڑے ہو کر اپنے خیالات آزادی کے ساتھ ظاہر کر سکتا ہے اسلیے میں اس جلسہ کا فارملی اوپننگ ڈکلیئر کرتا ہوں۔

سردار صاحب ممدوح کی اس تقریر کا ایک خاص اثر حاضرین جلسہ پر تھا کیونکہ اونہوں نے اس خفیف اعتراض کی جو ارکان جلسہ کے متعلق تھا جڑ کاٹ کر اتفاق کا بیج بو دیا۔ سردار صاحب کے بیٹھ جانے پر خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب اپنی کرسی سے اوٹھے حسب قرارداد کمیٹی۔ آپ آج کے دن کیلیے موڈریٹروں میں سے پریسیڈنٹ جلسہ قرار پائے تھے۔ شیخ صاحب نے ظاہر کیا کہ پروگرام کے بموجب یہ وقت پنڈت امراو سنگھ صاحب کا ہے جو جین مذہب کے وکیل ہیں۔ لیکن وہ تشریف نہیں لائے۔ اسلیے یہ وقت جناب میر ناصر نواب صاحب نبیرہ خواجہ میر درد کو دیا جاتا ہے۔ جنہون نے کمیٹی کی تحریک پر اغراض جلسہ کو مدنظر رکھکر نظم لکھی ہے امید ہے کہ آپ صاحبان بہت محظوظ ہونگے۔

نظم جناب میر ناصر نواب صاحب نبیرہ حضرت خواجہ میر درد صاحب دہلوی قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب حمد خدا کو ہے مسلم — ہے ذات میں سب سے جو مقدم
ہر چیز کو جو کہ پالتا ہے — اجسام میں جان ڈالتا ہے
رحمن و رحیم جسکے ہیں نام — روشن ہیں جہاں پہ جسکے سب کام
خالق ہے وہی وہی ہے مالک — وہ باقی ہے اور سب ہیں ہالک
دنیا کو اوسی نے ہے بسایا — یہ باغ اسی نے ہے لگایا
اجسام کو اس نے ہے بنایا — روحوں کو وجود میں وہ لایا
ہر ذرہ کیا ہے اوس نے پیدا — اس نے کیا کل جہان ہویدا
خود مخفی ہے شان اسکی ظاہر — ہیں اسکے ہزارہا مظاہر
آنکھوں سے نظر نہیں وہ آتا — پر قدرتیں سب کو ہے دکھاتا
پوشیدہ ہے گو جمال اس کا — ہر سو ہے عیاں جلال اسکا

پوشیدہ نہیں ہے اسکی صنعت   ہے سب پہ محیط اسکی قدرت
دنیا و تمام اہل دنیا   قدرت کا ہے اسکے اک نمونا
اور اس سے کروڑ چند بڑھ کر   گلزار کھلا ہے آسمان پر
یہ سورج و چاند اور یہ افلاک   یہ آب و ہوا و آتش و خاک
یہ کوہ و درخت اور تارے   قدرت کے ہیں اسکے سب نظارے
ہے سب کا وہی بنانے والا   پھر انکو اسی نے ہے سنبھالا
ہے ارض و سما کا وہی بانی   اور کرتا ہے وہ ہی پاسبانی
رزّاق وہی وہی ہے قیوم   ہو جائے جہان ورنہ معدوم
ہے وہ ہی مصوّر زمانہ   اور وہ ہی منوّر زمانہ
وہ چاہے جسے نہال کردے   چاہے جسے پائمال کردے
پر عدل سے ہے وہ کام کرتا   انصاف ہے صبح و شام کرتا
ہیں ظلم سے پاک اسکے سب کام   بیوجہ نہ قہر ہے نہ انعام
تدبیر ہر ایک وہ ہے کرتا   بے وقت نہیں ہے کوئی مرتا
انداز سے کام ہو رہے ہیں   سب اسکے غلام ہو رہے ہیں
سنکر بھی ہیں اسجگہہ پہ مائل   جاتے نہیں پیش کچھ دلائل
کر سکتے نہیں وہ کچھ بچارے   ہے ورد زبان بلے و آرے
تقدیر ہے جبکہ پیش آتی   تدبیر نہیں ہے پیش جاتی
رستم کا نہ زور پیش جاوے   قاروں کا نہ مال کام آوے
آتے نہیں کام کچھ بھی اسباب   جب آتا ہے حکم رب الارباب
آتے نہیں کام فوج و لشکر   ہو جاتے ہیں پست شاہ کشور
جب آتی ہے سر پہ موت کی فوج   اسوقت دکھاتی ہے عجب موج
جسوقت گلے میں جان آئی   کام آتے نہیں ہیں باپ بھائی
سر پیٹتے ہیں طبیب اپنا   منہ نوچتے ہیں غریب اپنا

کوئی نہیں وقت ٹال سکتا — اک دم بھی نہیں سمبھال سکتا
انسان ہے اس جگہہ پہ ناچار — ہتیار ہیں اس جگہہ پہ بیکار
اوسان نہ عقل کام آوے — دم نکلے کو کون موڑ لاوے
علت کے لیے ہر کوئی معلول — یہ بات ہے کل جہاں میں مقبول
اللہ ہی علت العلل ہے — قبضے میں اسی کے سب کی کل ہے
بنتے کو بنا رہا وہی ہے — مٹتے کو مٹا رہا وہی ہے
ازخود نہیں گردش زمانہ — ہے پھیرتا اس کو وہ یگانہ
ہے واحد و لاشریک و قادر — ہر جا ہے وہ حاضر اور ناظر
گر ہوتے خدا جہاں میں دو تین — دنیا میں نہ رہتی کچھ بھی تزئین
عالم میں بڑا فساد ہوتا — جب ان میں عیاں عناد ہوتا
جب ہوتی خداؤں میں لڑائی — ہوجاتی جہان کی صفائی
ہیں اسکے وجود پر دلائل — اوہام اگر نہ ہوویں حائل
ایجاد کا جا بجا ہے موجد — ہٹ دھرمی نہیں نہ اسمیں ہے ضد
کل چلتی نہیں بجز چلائے — کچھ ہلتا نہیں بجز ہلائے
خود کیونکہ ہے گردش زمانہ — دو سوچ کے رائے عاقلانہ
ازخود نہیں کوئی چیز بنتی — مکڑی بھی ہے اپنا جال تنتی
دنیا کا ہے بوجھہ کس کے اوپر؟ — اور دیتا ہے کون اس کو چکر؟
اس گولے کو کس نے یوں بنایا؟ — رفتار پہ کس نے یوں لگایا؟
کس طور بنا نظام عالم؟ — دن رات جڑے ہیں کیونکہ باہم؟
عالم میں جو دیکھتے ہو ترکیب — صانع کے بغیر ہے یہ ترتیب؟
ارواح کو ہے تلاش اسکی — ہر دل میں ہے بود و باش اسکی
گذرے ہیں کروڑ اسکے عاشق — مانا ہے جہاں نے جن کو صادق
جو راہ میں اسکے مر گئے ہیں — دنیا میں وہ نام کر گئے ہیں

سمجھوں کی گواہیاں ہیں مقبول
مانے کوئی اسکو یا نہ مانے
مٹی سے ہمیں بنایا اس نے
اللہ نے ہمکو عقل بخشی
اس نے دیے ہم کو ناک اور کان
انسان کی زبان اس نے کھولی
بخشے ہیں دل و دماغ اس نے
تقریر کی اس نے دی ہے طاقت
حب ہوش و حواس اسنے بخشے
صورت میں ہمیں عجب بنایا
کھانے کی عجیب نعمتیں دیں
رحمت کا کیا جب اس نے سایہ
ہے پشت و پناہ وہ ہمارا
گر فضل نہ ہووے اسکا شامل
کیڑے سے بنایا اسکو انساں
کی اسنے عطا اسے حکومت
حکمت میں اسے کیا فلاطوں
اس درجہ بنایا اس کو شہ زور
حملہ میں ہے شیر نر سے بڑھ کر
شہ زوری میں ہے اگر یہ رستم
شوکت میں سکندر و سلیماں
ایجاد میں اسکو دسترس دی
تم دیکھ رہے ہو حال دنیا

بے شبہ دلیل ہے یہ معقول
اس واسطے کے ہم نو ہیں دیوانہ
قدرت سے ہمیں جلایا اُس نے
اور علم کی روشنی عطا کی
بخشے ہیں اسی نے ہم کو اوسان
کیا خوب سکھائی اس نے بولی
دو ہمکو دیے چراغ اُس نے
تحریر کی اسنے بخشی قدرت
تب ہمیہ کھلے ہزار عقدے
اور خوب لباس سے سجایا
القصہ بہت عنایتیں کیں
حیوان سے آدمی بنایا
انسان کا ہے وہی سہارا
ناقص سے بنے یہ کیوں کہ کامل؟
سب کو کیا اس کا زیر فرماں
دی اس نے عجیب شان و شوکت
دولت میں بنایا اسکو قاروں
ہاتھی کو بھی جانتا ہے یہ مور
اس جیسا کوئی نہیں دلاور
ہے داد و دہش کے وقت حاتم
ہیبت سے ہے اسکی دیو لرزاں
حاصل کرے تاکہ یہ ترقی
ایجاد ہوا ہے آج کیا کیا

ہے علم و کمال اس کو حاصل — ہر جاہ و جلال اوس کو حاصل
ہر علم سے کر دیا خبردار — ہر کردیا اس کو اس نے مختار
سچ جھوٹ کی راہ بھی دکھادی — اور اسکی جزا سزا سنادی
قدرت کے دکھا دیئے دلائل — ہر طور کے دیدیئے وسائل
عرفان کا اپنے نور بخشا — سب سے دیا اسکو بڑھکے رتبہ
سب اسکو سکھائے اپنے احکام — غافل نہ ہوں تاکہ اسپہ اوہام
افراط کی شر سے اسکو روکا — تفریط کی بیخودی سے ٹوکا
خوب اسکو بنایا واقف کار — تا اسکو نہ ہو سکیجہ ھار
جو حکم دیئے وہ فائدے کے — باہر نہ ہو تا یہ قاعدے کے
غافل نہ ہو تاکہ صبح اور شام — آخر کو ہو جس سے اسکو آرام
ہر حکم میں اسکے ہے بھلائی — تا دور ہو اس سے کل برائی
بیجا کا نہیں ہے کچھ تحکم — احکام کو اسکے جانچ لو تم
جلدی سے نہ اعتراض کرنا — آخر کو ہے ایک روز مرنا
جو اس نے سکھائی ہیں عبادات — فی الاصل ہیں وہ ہی نیک عادات
رہتا ہے جو اسکی بندگی میں — ہرگز نہیں پھنستا گندگی میں
احکام خدا اگر نہ ہوتے — انسان شرف کو اپنے کھوتے
کچھ ان میں کمال ہی نہ ہوتا — یہ جاہ و جلال ہی نہ ہوتا
تدبیر و ہنر نہ اوس کو آتا — جنگل ہی کے گھاس پات کھاتا
یہ کارروائیاں نہ ہوتیں — یہ اسکی صفائیاں نہ ہوتیں
یہ عمدہ لباس ہی نہ ہوتا — جو آب ہے وہ باس ہی نہ ہوتا
ان آدمیوں پہ ہائے افسوس — جو بھاگتے ہیں خدا سو کوس
کرتے نہیں جو کہ اسکی اطاعت — لائق… نہیں جو بجا عبادت
اللہ ہے مہربان اسپر — کرتا ہے فدا یہ جان کسپر؟

کیوں اسکی طرف نہیں یہ آتا
وہ مہر سے اسکو ہے بلاتا

کرتا نہیں وہ تو سخت گیری
کرتا ہے ہمیشہ دستگیری

جب بھول ہوئی معاف کر دے
تھوڑی سی سزا بھی دی اگر دی

پر اس نے نہ چھوڑی اپنی غفلت
کرنے لگا یہ غرور و نخوت

احکام کو توڑنے لگا یہ
اغیار سے جوڑنے لگا یہ

پیغامبروں کو اس نے بھیجا
برباد نہ ہووے تاکہ دنیا

کی خلق کی اپنی رہنمائی
بھولوں کو دوبارہ راہ دکھائی

ظلمت کا جہاں میں جب ہوا زور
جب شرک سے خلق ہو گئی کور

فی الفور ہی نور کو اوتارا
پرنور کیا جہان سارا

ہر قوم میں اس نے بھیجے مرسل
ظاہر کریں تاکہ حق و باطل

دنیا کو سبق پڑھائیں حق کا
باطل کا مٹائیں شور و غوغا

آدم سے لگا کے تا باین دم
جھگڑے رہے اس جہاں میں باہم

تھا نوح کا سب سے پہلے جھگڑا
طوفان نے آ کے جو مٹایا

پھر ہوتے رہے ہزاروں قضیے
مشہور جہاں میں جنکے قصے

تاریخیں بھی جنکی ہو گئیں گم
اب گویا کہ ہو گئے وہ گم صم

اک معرکہ آ کے پھر پڑا سخت
آزار رساں تھا ایک کمبخت

دشمن تھا خدا کا اور شقی تھا
رب ہونے کا آپ مدعی تھا

فرعون ہے جسکا نام مشہور
تھا مصر کا بادشاہ مغرور

موسیٰ ہوئے اسکی سمت مامور
لڑنے لگے آ کے ظلمت و نور

ہوتی رہی دیر تک لڑائی
مدت ہوئی ان میں ہاتھا پائی

انجام کو نور آیا غالب
ظلمت میں گئے بدی کو طالب

موسیٰ کو دیا خدا نے غلبہ
قلزم نے مٹایا خوب جھگڑا

پھر ہوتے رہے بہت تماشے
دنیا میں ہوئے ہزاروں قضیے

ہر جا پہ ہوا ظہور حق کا — جھوٹوں کو کیا خدا نے جھوٹا

سچوں کی ہی آبرو بنائی — جھوٹوں پہ پڑی بڑی تباہی

بے باک ہوئے خراب ہر جا — ناپاک ہوئے ذلیل و رسوا

اس ہند میں بھی ہوئی کئی پاک — تاریخ ہے جنکی بس خطرناک

تھے رام و کرشن جنہیں سرتاج — تھے وقت میں اپنے جو مہاراج

تھے مصلح قوم یہ بھی دونو — تاریخ میں انکا حال دیکھو

پھر انکے بھی تھے عدو برابر — آخر کو ہوئے مگر وہ ابتر

انجام کو ہو گئے جو برباد — دنیا سے گئے ذلیل و ناشاد

ہے رام و کرشن کی سدا جے — انکے لیے مدحت و ثنا ہے

ہر قوم میں نیک لوگ آئے — خلقت کے لیے بھلائی لائے

پر خلق نے کی نہ ان کی عزت — دیتے رہے انکو سخت ذلت

کرتے رہے ان کو یونہی بدنام — پھیلائے جہان میں انہو اوہام

لیتے رہے کام افترا سے — ہرگز نہ ڈرے ذرا خدا سے

ہوتے رہے انبیا پہ حملے — پہونچائے گئے وہ سخت صدمے

کتنوں کو کیا جہاں سے ناپید — بہتیروں کو جیل میں کیا قید

بعضوں کو کیا ہلاک سم سے — بعضے رہے ہمکنار غم سے

آتش میں جلا دیا کسی کو — سولی پہ چڑھا دیا کسی کو

گردن سے کسیکا سر اوتارا — لب تشنہ کسیکو جاں سے مارا

ہے ناصحوں کا جہان دشمن — ہوتی ہے ہمیش ان سے ان بن

ہر ایک نہیں مگر برابر — ہے کوئی مطیع کوئی خود سر

پھر ایک زمانہ سخت آیا — پلٹی گئی کل جہاں کی کایا

دنیا پہ بڑی اندھیری آئی — اندھیر سے بھر گئی خدائی

بیخوف ہوئے تمام انسان — ظلمت کا اٹھا جہاں میں طوفان

فاسد ہوئے جبکہ بحر اور بر — جب حد سے بڑھی جہاں میں شر
جب چھا گیا کل جہاں پہ اندھیر — ظلمت نے لیا زمانے کو گھیر
اک مصلح خاص بہر تو آیا — اور حق کا کلام ساتھ لایا
پیدا ہوا کل جہاں کا ہادی — کرنے لگا خلق میں منادی
اور آیا بھی ملک میں عرب کے — رہتا نہ تھا جو کسی سے دبکے
مرکز جو تھا سب شرارتوں کا — کہاتا جو تھا مال غارتوں کا
غارتگر و بیحیا و سفاک — تھے لوگ وہاں کے سخت بیباک
ڈر ان کو نہ تھا ذرا خدا کا — اصنام کی ہو رہی تھی پوجا
تھا بغض و نفاق انکے دلمیں — تھی پھوٹ تو ان کی آب و گل میں
وحشت کا نہ تھا کوئی ٹھکانا — عادات تھے انکے جاہلانہ
تھا سر میں غرور دل میں نخوت — مردہ تھے تمدن و محبت
قانون کے بے لگام تھے وہ — انسان برائے نام تھے وہ
جب آیا وہاں ڈرانے والا — پیغام خدا سنانے والا
سوتے ہوئے نیند سے جو چونکے — کتوں کی طرح سے اسپہ بھونکے
لڑنے لگے نور اور ظلمت — برپا ہوئی ملک میں قیامت
مصلح نے اٹھائے سخت صدمے — سب ہو گئے برخلاف اسکے
جو اس سے ملا ہوا وہ ناچار — جاری ہوئی اک عجیب پیکار
اک سمت سے ہو رہی تھی نرمی — اور دوسری سمت سے تھی گرمی
وہ حق کی طرف بلا رہا تھا — احکام خدا سنا رہا تھا
اور ملک تھا مبتلائے اوہام — گھٹی میں پڑے ہوئے تھے بد کام
دل پہ تھی چڑھی ہوئی سیاہی — اور سر پہ سوار تھی تباہی
سب ہو گئے دین حق کے دشمن — مانع ہوئے اسکے مثل رہزن

لاتے تھے نبی پہ جو کہ ایماں | ہر وقت تھا ان کو خطرہ جاں
ایذائیں بہت اوٹھا رہے تھے | کفار انہیں ستا رہے تھے
بنتا نہ تھا کوئی ان کا حامی | کرتے تھے سب ان سے بدکلامی
بے قاعدہ انکو تھے ستاتے | ہر وقت تھے انکا دل جلاتے
ہر وقت تھی مار دھاڑ ان پر | دکھوں کے گرے پہاڑ ان پر
جب نوبت اضطرار آئی | دشمن ہوئی انکی کل خدائی
کرنی پڑی ان کو گھر سے ہجرت | ناچار کیا وطن کو رخصت
اللہ نے انکو یوں بچایا | مکے سے مدینے لا بسایا
نقصان اٹھائی حد سے زیادہ | پر ہو گئی راہ دیں کشادہ
ہر طور کی زحمتیں اٹھائیں | ایذائیں بہت اونہوں نے پائیں
نیکی کو کیا جہاں میں قائم | چن چن کے مٹا دیے زمائم
سر بیچ کے دین کو خریدا | تب لوگ بنے خدا رسیدہ
وہ وقت تھا سخت ابتلا کا | اور آج تو ہے کرم خدا کا
آزادی کا آگیا زمانہ | بھاگے وہ خیال جاہلانہ
شائستہ بنے ہیں آجکل لوگ | اور دور ہوئے ہزار ہا روگ
تحقیق کی کھل گئی ہیں راہیں | دنیا کو ملی بہت پناہیں
ہے ہند میں آج فضل باری | پہلی سی نہیں ہے بیقراری
انگریز ہیں ہمہ حکمراں اب | دنیا کا نصیب ہے جواں اب
ہر سمت خوشی کے قہقہے ہیں | بلبل کی طرح سے چہچہے ہیں
کافور ہوئے ہیں جہل و اوہام | تحقیق سے لے رہے ہیں سب کام
اظہار کا حق کے وقت آیا | ہے جوش میں اپنا اور پرایا
ہر فرقہ کے آدمی اکٹھے | کس شوق سے ایک جا ہیں بیٹھے
سب اپنے ہنر کریں گے اظہار | ہر دین کے آئینگے مددگار

مذہب کے کھلیں گے آج دفتر — ہر فرقے کے یہاں کھلیں گے جوہر
تہذیب سے ہوگی گفتگو یاں — ہر دین کی ہوگی جستجو یاں
اخلاق سے بات چیت ہوگی — تہذیب سے ہار جیت ہوگی
آساں نہیں یاں زباں ہلانا — کچھ کھیل نہیں یہاں یہ آنا
دعوی پہ دلیل لانی ہوگی — ورنہ وہ فقط کہانی ہوگی
جو بولے کتاب سے وہ بولے — کچھ اپنی طرف سے لب نہ کھولے
دے اپنی کتاب کا حوالا — سمجھے جسے حکم وہ خدا کا
کچھ اس سے نہ بیش و کم کرے وہ — باہر نہ قدم ذرا دھرے وہ
ہر بات پہ حکم لاتا جاوے — ہر حکم یہاں سناتا جاوے
ہو اصل کتاب کی عبارت — حاصل ہو ہر اک کو تا بصارت
پھر اردو میں اسکی ہووے تفصیل — قرآں ہو یا کہ ہو وہ انجیل
ہو وید و پران یا کوئی اور — ہر ایک کا ہو یہاں یہی طور
رکھتا نہ ہو جو کتاب کوئی — اس سے نہیں یہ خطاب کوئی
وہ اپنے بیاں کرے دلائل — اسکو نہیں یہ حجاب حائل
پر بات کرے وہ عاقلانہ — تقریر نہ ہووے جاہلانہ
تہذیب سے خلق سے بیاں ہو — ہر ایک کا حال تا عیاں ہو
عالم کی ہو جس میں خیر خواہی — ہووے نہ وہ باعث تباہی
مخلوق کو جس سے فائدہ ہو — القصہ کہ نیک قاعدہ ہو
تقریر میں امن و عافیت ہو — تحریر میں کچھ صلاحیت ہو
ہے وقت عجب بہار کا آج — آویگا نظر یہاں خدا آج
ویدوں کے کھلیں گے آج جوہر — تقریر کے یہاں لٹیں گے گوہر
یاں شاستروں کی بات ہوگی — کچھ بات نہ واہیات ہوگی
وایدانتی وید کو پڑھیں گے — تقریر کے واسطے بڑھیں گے

آئیں گے دہرم سبہا کے ممبر — سب لوگ سنیں گے انکا لکچر
انجیل کے آئے ہیں جو مناد — ہیں اپنے کمال میں جو استاد
تثلیث کی شرح وہ کریں گے — کل جلسہ کے روبرو دہرینگے
سچ جہوٹ کا ہوگا یہاں نتارا — اللہ کا سب کو ہے سہارا
اسلام کا حال یاں کہلے گا — قرآن کا جلال یاں کہلیگا
ہوجائیں گے راز آشکارا — جلدی نہ کرے کوئی خدارا
اس جلسہ میں جو کوئی نہ آیا — اور اپنا بیان کچھ نہ لایا
فرقے کو کیا ذلیل اس نے — جبکوئی نہ دی دلیل اس نے
اسوقت کو ہاتہ سے جو دیگا — خود اپنے لیے وبال لے گا
گلیوں میں جو پہرتے ہیں مناتی — کس واسطے یاں نہیں وہ آتی
چوہڑوں میں جو کرتے ہیں منادی — یاں آتے نہیں وہ کیوں فسادی
سیلوں میں لگاتے ہیں جو ڈیرے — دیہات میں کرتے ہیں جو پہیرے
یاں آکے سنائیں اپنا لکچر — کچھ شور نہیں نہ یاں کوئی شر
یاں جہل نہیں نہ کچھ لڑائی — ہوتی ہے مزے سے یاں صفائی
عزت سے یہاں مقابلہ ہے — کوئی نہیں یاں کسیکے درپے
موجود ہیں سارے اہل عزت — یاں آنے میں کچھ نہیں ہے ذلت
گالی نہ یہاں فضول گوئی — پہر کس لیے یہاں نہ آئے کوئی
یہ خاص نہیں کسیکا جلسہ — مل جل کے کیا ہے سب نے میلہ
یہاں طالب حق ہوئے ہیں سب جمع — پہر دیکھیے یار ہوویں کب جمع
عبرت کا نظارہ ہے عزیزو — پر لطف تماشا آکے دیکھو
جو اس سے ہٹا وہ حق سے بہاگا — منظور نہ ہوگا عذر اس کا
اے ناصر دلفگار خاموش — کر بند زبان کھول اب گوش

میر صاحب کی نظم کے بعد پنڈت اشبری پرشاد صاحب بلائے گئے آپ ایک مشہور اور نامور مقرر اور معزز عہدہ دار سناتن دہرم کے ہیں سناتن دہرم سبہا پنجاب میں اپنی مذہبی واقفیت کے باعث نہایت ہی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

جناب پنڈت ایشری پرشاد صاحب سناتن دہرم

دنیامین انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا ہے
اور وہ غرض کسطرح حاصل ہوسکتی ہے

معزز صاحب میر مجلس و اصحاب حاضرین جلسہ

بہ تعلق اس ہدایت کے جو اس موقعہ پر تقریر کرنے والون کے لیے کی گئی ہے کہ کسی دوسرے مذہب والے کے دل دکھانے والے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں میں شروع میں اس امر کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی دوسرے مذہب کے پیرو صاحب کو ان الفاظ سے ناراضی ہو (جو میںنے ایک دو موقعہ پر استعمال کیے ہیں کہ ہندو دھرم دوسرے مذاہب سے افضل ہے) تو ازراہ عنایت مجھے معاف فرمادیں۔

منجملہ ان مضامین کے جو اس موقعہ عظیم پر غور کے لیے تجویز کیے گئے ہیں میں اسوقت چند خیالات صرف درباب اس سوال کے پیش کرونگا کہ دنیامین انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا اور وہ غرض کس طرح حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ باقی ہر چہار مضمون دراصل اسکی جزو ہیں اور مضمون ہذا کے مفصل طریق پر بیان کرنے میں خود انکا ذکر بھی ہونا لازمی ہے۔ قبل شروع کرنے کے مجھے اسی امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ جو کچھ میں آپ صاحبان کے روبرو کرونگا وہ تا حد علم و یقین میرے کے بمطابعت اس ہندو جماعت کے عقیدہ کے ہوگا جسے سناتن دہرمی یا پورانک یا برہمنک وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے تاہم خاص اس موقعہ میں اس جماعت کے کسی حصہ کیطرف سے باضابطہ وکیل کی طرح منتخب ہوکر کھڑا نہیں ہوں اسلیے جن خیالات کو میں ظاہر کرونگا وہ خاص میرے ذاتی بطور ایک سناتن دہرمی ہندو کے تصور کیے جائیں اور انمیں سے کوئی خیال مستند مذہبی کتب سناتن ہندو دہرم سے نقیض پایا جائے تو وہ بالکل غلط متصور ہونا چاہیے اس امر کا اظہار بلحاظ خیالات اصحاب سناتن دہرم کے اور نیز بلحاظ نکتہ چینی بعض مخالفان کے ضروری معلوم ہوا ہے کیونکہ بہت زی صحاب سناتن دہرم۔ اس مہوتسو کی کارروائی کو تا حال اندیشہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جسکے لیے انکے پاس کسیقدر معقول وجہ موجود ہے اور بہت سے مخالفان سناتن دہرم کا دستور ہے کہ نکتہ چینی کرنے کے وقت پورا لحاظ انصاف کا نہیں رکھتے اور اکثر اوقات سناتن دہرم کو ایسے امور

کے لیے مطعون کرتے ہیں جسکے لیے انسانیتاً سناتن دھرم ہرگز ذمہ وار نہیں ٹھہر سکتا

اسی موقع پر میں محرکان اس جلسہ کی توجہ اس امر کی طرف نہایت ادب سے دلانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اپنی کوشش کو واقعی منزل مقصود پر پہونچانا چاہتے ہیں اور جو کچھ سناتن دھرم میں دنیا کو فائدہ پہونچانے کے قابل ہے اُس سے دنیا کو واقف کرانے کی آرزو رکھتے ہیں - تو اس امر کے لیے خاص تردد کریں کہ واقعی اور سچے سناتن دھرمی پیشرووں (leaders) کے شبہات (جو وہ رکھتے ہوں) معلوم کرکے انکو اپنے ارادوں سے پورا واقف کریں اور اپنی کارروائی کا شریک بنائیں -

جن الفاظ میں سوال زیر غور کے اول حصہ کو مرتب کیا گیا ہے - ممکن ہے کہ ان الفاظ سے مختلف مرادیں لی جائیں اسلیے جو مرادیں نے ان الفاظ سے سمجھی ہے اوسکو شروع مین بیان کردینا مناسب ہے - میں ان الفاظ سے مقصود یہہ سمجھتا ہوں کہ انسان کو موجودہ حالت ہستی میں کیا غرض اپنے سامنے رکھنی چاہیے یا یوں کہو کہ انسان کو زندگی بھر میں کس مقصد اعلے کے حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے ضرورت اس تشریح کی اس وجہ سے محسوس ہوئی کہ عبارت موجودہ سے یہہ مراد بھی ہی ممکن ہے کہ کس غرض سے انسان پیدا کیا گیا ہے یعنے خالق نے کیون (یا کس مطلب کے لیے) انسان کو بنایا اور غور کرنے پر ظاہر ہوگا کہ جو کچھ خالق کائنات کے لیے کائنات کو پیدا کرنے کے واسطے تحریک دہ ہوا ہوگا اس کی بابت تحقیقات طاقت انسانی سے باہر ہے -

اس امر کے یقین دلانے کے لیے کہ جو سوالات انسان کے لیے قابل غور ہو سکتے ہیں ان سب میں سے بڑھکر توجہ طلب یہ سوال ہونا چاہیئے بہت کچھ دلیل بازی کی ضرورت نہیں ہوگی - وہ بات جس کی وجہ سے انسان دیگر تمام وجودوں سے (جو اسکے حد قوائے کے اندر واقعہ ہیں) اپنے آپ کو بزرگ تر ماننے کا دعویٰ رکھتا ہے عقل کے اعلے استعمال کے قابلیت ہے - کھانے - پینے - سونے - اولاد پیدا کرنے دکھہ سکھہ محسوس کرنے وغیرہ میں بے شمار دیگر حیوانات اسکے برابر اور بعض صفتوں میں کوئی کوئی بلا شبہ اس سے بڑھکر ہیں - محض مجسم صفات میں بہت سے ان وجودوں میں سے جنکو حیوانی اور نباتی جان سے محروم تصور کیا جاتا ہے انسان سے بدرجہا افضل ہیں - الاعقل کا اعلے استعمال ہی وہ ایک صفت ہے جس میں انسان اون تمام وجودوں سے جو اسکے چار طرف موجود ہیں سبقت لیجانے کے قابل ہے - لیکن اسکا ذی عقل ہونا کس مصرف کا ہوگا اگر اس ایک سوال کی بابت وہ کچھ پختہ اور یقینی رائے نہ رکھتا ہو کہ زندگی کے دوران مین اوسے کونسا مدعا

پیش نظر رکھنا چاہیے - کیونکہ بغیر اسکے اس کی حالت اس مسافر کی طرح ہوگی جو ایک وسیع میدان میں چل رہا ہے مگر نہیں جانتا کہ کدہر کو اس نے جانا ہے

اگرچہ اس سوال کی بابت اطمینان بخش جواب معلوم کرنا ہر ذی عقل کے لیے واجب معلوم ہوتا ہے تاہم ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے اشخاص موجودہ حالت دنیا میں ایسے ہیں کہ یا تو اونہوں نے کبھی اس سوال کو سوچا ہی نہیں یا صرف سرسری قسم کا خیال اس کی بابت کبھی کیا ہوگا - زیادہ تر حیرانی کے قابل یہ بات ہے کہ ان لوگوں میں سے جو اپنے آپ کو تعلیم یافتہ خیال کرتے ہیں اور جو اور معاملات میں بعض دفعہ بال کی کھال اوتارنے کی کوشش کرتے ہیں بقدر ایک بھاری فیصدی کے ایسے ہیں کہ اس میدان دنیا میں اس سوال کے متعلق محض اندہا دُہند طریق پر چل رہے ہیں - بہتیرے اشخاص بیوپار میں نہایت ہوشیار ہیں لاکھوں کے سودے کرتے ہیں - کروڑوں کے منافعات حاصل کرتے ہیں - بڑے مُدبران سلطنت ہیں - کروڑوں انسانوں کے معاملات کو چلاتے ہیں - صدہا انتظامی کارروائیاں طے کرتے ہیں - بڑے پایہ کے جج اور وکلا مین مسائل قانون کی موشگافی سے دنیا کو حیران کر دیتے ہیں - مشہور طبیب ڈاکٹر موت کے موںہہ میں سے مریضوں کو کھینچ لیتے ہیں - بڑے بڑے فلاسفر اور مقنن اور فاضل اجل وغیرہ ہیں - لیکن اس سوال ضروری کی بابت کبھی اونہوں نے بالکل یا کافی غور نہیں کیا کبھی انہوں نے غور عمیق سے خیال نہیں کیا کہ اس زندگی سے گذر کر ہمارا کیا حال ہوگا اور جو کچھ حالت بعد زندگی کے ہے کیا وہ حالت اس قابل ہے یا نہیں کہ ہماری صحیح کوشش سے بہ نسبت نہ کوشش کرنے کے بہتر ہو سکے میں آج اس مختصر وقت مین اس عظیم الشان سوال کے جواب کا کوئی حصہ بہ تشریح بیان نہیں کر سکونگا بلکہ اس کے متعلق صرف چند ضروری رموز کا محض حوالہ دے سکون گا - جن اصحاب کو شوق ہو کہ سناتن دہرم کے گرنتھوں میں کیا کچھ اس بارہ میں لکھا ہے انکو مفصل حال دریافت کرنے کے لیے خود کوشش کرنی پڑے گی -

یہ امر تو اب دنیا کے بہت سے عالموں نے تسلیم کر لیا ہے اور جوں جوں حکیمانہ غور اس بہارے سوال پر مبذول ہوتا جاتا ہے یہ ثابت ہوتا جاتا ہے کہ نہایت پرانے زمانے میں ہندوستان کے رشیوں نے اس سوال کی بابت غور کیا اور ان کتابوں میں (جنکو سناتن دہرمی ہندو لوگ الہامی کتب مذہبی میں شمار کرتے ہیں) اپنے غور کا مکمل نتیجہ بنی انسان رستی کے واسطے درج کر دیا - جن کتابوں میں

بالخصوصیت اس سوال کا ذکر درج ہے ان کا نام درشن ہے جو تعداد میں چھہ ہین - بعض وقت مین ان کو چھہ شاستر کے نام سے بہی موسوم کرتے ہین - اصل گرنتھون مین عالمانہ طریق پر اصول درج ہین - جن پر مِن بعد دیگر فاضلون نے بہاری شرحین لکھکر مضمون کو زیادہ سہل کیا ہے - ان مین سے ایک گرنتھہ کی شروعی عبارت یہہ ہے -

अथातो धर्म्म जिज्ञासा ॥

جسکی مراد یہ ہے کہ اس گرنتھہ مین تحقیقات کی گئی ہے کہ انسان کا دہرم (فرض) کیا ہے علاوہ ان درشنوں کے اُپنشدون اور کئی دیگر گرنتھون مین بہی خاص خاص ٹکڑوں کا بالکل سوال کا ذکر کیا گیا ہے -

جہانتک میری محدود واقفیت پہونچی ہے میں یہہ کہہ سکتا ہوں کہ جس محققانہ طریق سے ہمارے رشیوں نے اس سوال کے بارہ میں خوض کیا ہے کسی اور مذہب میں اوسکا نمونہ نہیں ملتا - اکثر صورتوں میں تو اس طریق پر صاف الفاظ میں سوال ہی نہیں اٹھایا گیا - اور اگر کبھی اس سوال کے متعلق کچھہ غور کیا گیا بھی ہوگا تو سرسری طور پر ہوگا -

بڑا بھاری مقصد جسکو ہمارے رشیوں نے انسان کے واسطے زندگی میں مدنظر رکہنا ضروری سمجھا ہے وہ مختلف عبارتوں میں ظاہر کیا گیا ہے - مگر اخیر مدعا سب کا ایک ہی ہے - عموماً اوسکو پرمانند یعنی غایت درجہ آنند (خوشی) جو ممکن ہے) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے - اونہوں نے نہایت عمدگی کے ساتہہ اس کی تشریح و توضیح کی ہے کہ وہ پرمانند کیا ہے اور کس طریق اور کن وسائل سے حاصل ہو سکتا ہے -

مثلاً اصول سانکھیہ میں پہلا اصول ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے

अथ त्रिविध दुःखात्यन्त निवृत्ति रत्यन्त पुरषार्थः

جسکی مراد یہ ہے کہ نہایت بہاری کوشش تین قسم کے دکھوں کے غایت دفعیہ پر صرف کرنی چاہیے -

سوال مذکور پر غور کرنے کے وقت ظاہر ہوگا کہ ایسے امر کے جانچنے کے لیے (کہ جو کچھ کسی مذہبی یا دیگر کتاب مین

ہمارے رشیوں نے تمام جاندار وجودوں کو مورد تین قسم کے دکھوں کا بیان کیا ہے یعنے جو وجود ہے ان تین قسموں مین کسی نہ کسی قسم میں مبتلا پایا جائیگا - انکے نام یہ ہین - آدہی بہوتک - آدہی دیوک - ادہیاتمک اور تمام ایسے دکھون اور تکلیفون کا غائت دفعیہ (یعنے ایسا کہ پہر وجود کبھی ان میں مبتلا ہونے کا مستوجب نہ رہے) یہا وہ مدعا ہے جس کے لیے نہایت کوشش کی جانی چاہیے -

انسان کے واسطے بطور مقصد اعلےٰ پیش نظر رکھے جانے کے قابل بیان کیا گیا ہے فی الحقیقت وہ اس قابل ہے یا نہیں) نہایت ضروری اس امر کا جاننا ہے کہ انسان کیا ہے۔ کیونکہ جب تک اس امر کی بابت ہمیں کچھ او بلا شبہ واقفیت نہ ہو اس وقت تک یہہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ اصلی سوال کا فلاں حل صحیح یا اطمینان بخش ہے یا نہیں ہے۔ برعکس اسکے جب یہہ معلوم ہو جاوے کہ انسان کیا ہے (جس میں یہہ بھی شامل ہے کہ موجودہ حالت کے شروع یعنی تولد سے پہلے وہ کس حالت میں تھا اور موجودہ حالت کے اختتام یعنے معمولی موت کے بعد کس حالت میں ہوگا) تو سوال مذکور پر غور کرنے میں نہایت آسانی ہو جاویگی۔ کیونکہ یہہ تو ظاہر ہے کہ جو کچھ جواب اس آخر الذکر سوال کا ہو انسان کی ہستی کا مدعا ضرور یہہ ہوگا کہ اس کی حالت بہتر ہو اور اس امر کا فیصلہ کہ انسان کے لیے بہتری بہ نسبت حالت موجودہ کے ممکن ہے یا نہیں۔ یا یہہ کہ بہتری کی صورت کیا ہے اس امر پر کُلّا منحصر ہے کہ انسان کیا ہے۔ اسی امر کے تصفیہ پر کہ انسان کیا ہے اس امر کا فیصلہ کُلّا منحصر ہے کہ جو کچھ بطور پرانند کے بیان کیا جاتا ہے وہ فی الواقع اس نام سے موسوم کیے جانے کے قابل ہے یا نہیں کیونکہ جیسا آگے اشارہ کیا جاویگا) موجودہ حالت میں مختلف جاندار وجود مختلف حالتوں کو اپنے لیے باعث خوشی کا مانتے ہیں۔

میں نے ابھی ذکر کیا تھا بقدر ایک بھاری فیصدی کے ان لوگوں میں سے جو دیگر معاملات میں فہمیدہ اور لائق اور تجربہ کار اور ہوشیار مانے جاتے ہیں اہم سوال زیر غور کے بارہ میں نہایت افسوس کے قابل طریق پر اوقات بسری کرتے ہیں۔ اوسکی وجہ صرف یا زیادہ تر یہی ہے کہ ان کو کبھی خیال اس امر کا نہیں آیا کہ ہم کیا ہیں۔ کیا محض مادوی اجزا کا مجموعہ اور حالت موجودہ کے اختتام پر قطعاً نابود ہو جانے والے ہیں یا کہ جو کچھ ہمارے اندر ہیں۔ اور تو اور وہ کا فرق کرنے والا ہے مادوی اجزا سے علیحدہ اور بعد حالت موت کے قائم رہنے والا ہے اور اگر باقی رہنے والا ہے تو اسکی صفات وغیرہ کیا ہیں

اس سوال پر ہمارے رشیوں نے (جیسا کہ امید کیا جاسکتا ہے) نہایت پر تجلی شعاعیں اپنے الہامی صحیفوں میں ڈالی ہیں جن کی بے مثال عظمت کو مغربی دنیا کے بہت سے فاضلوں نے محسوس کیا اور اکثروں نے ان میں سے سناتن دہرم کی راستی کو تسلیم کیا ہے۔ اس موقعہ پر سوائے اسقدر اشارہ کے اور زیادہ ذکر کرنا ناممکن ہے۔ میکس مولر صاحب نے (جنکا نام اب اکثر تعلیم یافتہ ہندوستان کے باشندوں کے کانوں تک کبھی نہ کبھی ضرور پہونچا ہوگا) ایک تذکرہ میں (جو درباب ہندوؤں کے علم ویدانت کے انہوں نے شائع کیا ہے) بیان کیا ہے کہ ہندوؤں کا یہہ علم وہ ہے جو دنیا بھر کی تمام حالتوں کے لوگوں کے لیے کارآمد

ہو سکتا ہے اسی طرح پر دیگر عالمان نے خیال ظاہر کیے ہیں۔ سناتن دہرمی آستک رشیوں اور دیگر مذہب کے آستک رشیوں محققوں اور بانیان مذاہب اور عام ناستکوں کے درمیان بڑا بھاری فرق یہہ ہے کہ علاوہ اسی جزو انسانی وجود کے جسے مادوی جسم اور مجموعۂ قوائے عقلی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جن دو کی موجودگی کی بابت (جزوی فرق کو چھوڑکر) عموما اتفاق ہے۔ ہمارے رشی لوگ انسان کے اندر ایک تیسرا جزو ملنتے ہیں جسے آتما کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔ اگرچہ دیگر زبانوں میں بھی اس لفظ کے مقابلہ کا ایک لفظ یعنے روح یا Soul وغیرہ موجود ہے لیکن کسی اور جگہ تشریح اوسکی اطمینان کے لائق طریق سے کی ہوئی پائی نہیں جاتی اور میری ناقص عقل میں یہی وجہ ہے کہ اس قدر اختلافات باہمی اور مدعای اصلی کی بابت تاریکی دنیا میں موجود ہے۔

ہماری مذہبی کتب کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ آتما انسان کا وہ حصہ ہے جو مادوی جسم اور قوائی عقلی ہر دو سے بالکل علیحدہ ہے۔ اور اگرچہ معمولی حالت میں وہ مادوی جسم اور قوائے عقلی کو ہی اپنا آپ مانا ہوا معلوم ہوتا ہے (اور حالت انسانی میں بے شمار مثالیں اسکی ملتی ہیں۔ کہ اون کا آتما مادوی جسم اور قوائے عقلی کی حالت سے پورا اثریاب ہوجاتا اور انکے بالکل مطیع ہوکر رہتا ہے) تاہم ہمارے رشیوں نے اس بارہ میں حتے الامکان وضاحت کے ساتھہ سمجہانے کی کوشش کی ہے کہ آتما کیا ہے اور کن باتوں میں وہ باقی حیوانی ہستی سے علیحدہ ہے۔ اور جس عمدگی کے ساتھہ اونہوں نے اس نہایت دقیق معاملہ کو نباہا ہے اوسی کی خوبی اسیوقت محسوس ہو سکتی ہے کہ جب غور سے ان گرنتھوں کو پڑہا جائے یا اونکے مضمون کو توجہ سے سنا جائے۔ بطور نمونہ اس امر کی کہ کہاں تک مغربی عالم لوگوں کی واقفیت اس بارہ میں ناقص ہے میں اس موقعہ پر لاطینی زبان کے ایک مقولہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں یعنے Mens Sano in Corpare Sano جس سے مراد یہ ہے کہ مضبوط دل مضبوط جسم کے اندر۔ اون تمام فاضلوں کا پاس ادب ملحوظ رکھکر (جو اس مقولہ کے قائل ہیں اور اکثر اسکا حوالہ دیتے ہیں مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آتما اور دل اور جسم کے مابین جو فرق ہے اور جو اونکی خصوصیتیں ہیں اونکی کامل واقفیت نہ ہونے کے باعث سے اس مقولہ کا رواج مغربی دنیا میں ہوا اور اب تک ہے ورنہ اصلیت یہہ ہے کہ اگرچہ کسی درجہ تک جسم کی صحت قوای عقلی کے درست رہنے کے لیے ضروری ہے اور کسی درجہ تک صحیح عملدرامد قوائے عقلی کا دارومدار جسمی صحت پر ہے اور اگرچہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ مختلف جسمی بواعث وعوارض

وحوادث قوائے عقلی پر ایسی تاثیر ڈالتے ہیں جو مطابق انکی نوعیت کے کسیقدر درجہ تک مفید یا نقصان مند ہوتی ہے الا یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے کہ جسقدر توانا اور مضبوط اور صحیح جسم ہوگا اوسیقدر توانا اور مضبوط اور صحیح قوائے عقلی ہونگے۔ بلکہ برخلاف اسکے ایسی نظیریں (جن میں دیکھا جاتا ہے کہ لاغر اندام اور ضعیف جسم اور پستہ قد و کم خوراک کھانے والا وغیرہ شخص بہ نسبت دوسرے شخص کے جوان باتوں میں حوادس سے ترجیح رکھتا ہو زیادہ تر عقلمند اور مضبوط رائے والا اور دقیق غور کرنے والا وغیرہ ہوتا ہے) اس قدر کثرت کے ساتھ ملتی ہیں کہ یہ خیال بالکل قابل تسلیم نہیں رہتا کہ مضبوط عقل اور رائے کے لیے مضبوط جسم درکار یا لازمی ہو۔

جسمی مضبوطی اور عقلی مضبوطی کے باہمی تعلق کو چھوڑ کر جب آتمک حالت پر غور کیا جائے تو صورت اور بھی عجیب نظر آتی ہے۔ کسیقدر درجہ تک تو ضرور قوائے عقلی و جسمی کی درستی آتمک حالت کی درستی قائم رہنے کے لیے ضروری معلوم ہوتی ہے مگر اُس حد سے آگے چلکر تو مضبوطی جسم اور تیزی و چالاکی قوائے عقلی سے آتمک حالت پر صاف صاف حارج اثر پڑتا ہوا ظاہر ہوتا ہے۔ صرف ایک مثال بطور تشریح کے دینی کافی ہوگی۔ مثلاً ایسے آدمی شاذ و نادر ملینگے جو جسم میں نہایت مضبوط اور قوائے میں خوب تیز اور جلد اثر پذیر ہوں اور انکے روبروئے کوئی شخص کوئی بات برانگیختہ کرنے والی کرے اور وہ برانگیختہ نہ ہوں۔ حالانکہ اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ برانگیختہ کرنے والی بات سُنکر برانگیختہ نہ ہونا یہ آتمک خوبی ہے اور برانگیختہ ہونا آتمک نقص ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوا کہ جسمی اور عقلی مضبوطی اور تیزی کی موجودگی سے آتمک نقص کا ظاہر ہونا زیادہ قرین قیاس تجربہ سے ثابت ہوتا ہے۔

علاوہ اور کئی امور مندرجہ شاستر ہائے کے ایک ذکر اپنے موقعہ پر خاص توجہ دلائے جانے کے قابل ہے جس کا اس اخیری امر کے ساتھ بہت بھاری لگاؤ ہے۔ ذکر مذکورہ ہے جس میں یہ تین جملہ ہائے الفاظ یعنے ستوگن و رجوگن و تموگن بیان کیے گئے اور جن میں ان تینوں کی اسم صفت۔ سانکی و رجسی و تامسی کا بیان ہے مجھے افسوس ہے کہ اس موقعہ پر میں ان الفاظ کی بابت مفصل طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن تمام متلاشیان راستی اور شائقان واقفیت اسرار ہستی کی خدمت میں نہایت ادب سے اصرار کے ساتھ عرض کرتا ہوں

نوٹ ستوگن کی کامل حالت میں برہم (خدا) بالذات ہے اور خالق کائنات ہونے میں رجوگن کی حالت اور کائنات کے فنا کرنے کی صورت میں اوسکو تموگن کی حالت میں کہا جاتا ہے۔

کرتا وقتیکہ ان الفاظ کی بابت کماحقہ غور نکریں گے ان کو آتمک تحقیقات میں بہت کچھ دقت پیش آئیگی - اور اکثر اوقات ممکن ہے کہ غلطی میں مبتلا رہیں -

جو کچھ کائنات میں موجود ہے اور تمام وجود رکھنے والی اشیار کی حالتیں اور تمام افعال اور اقوال اور خیالات ان تین قسموں میں منقسم ہونے کے قابل ہیں -

عموماً مادی وجودوں میں تموگن کا زیادہ تر ظہور اور عقلی حالتوں میں رجوگن کا ظہور اور آتمک حالتوں میں ستوگن کے ظہور کا امکان پایا جاتا ہے - لیکن ہر ایک شے اور حالت وغیرہ تینوں گنوں سے مرکب ہے البتہ کوئی ایک گن ہر ایک میں غالب تر یا نمایاں تر یا زیادہ تر محسوس ہونے کے قابل معلوم ہوگا -

ہر ایک قسم کی اشیاء اور وجود ہائے اور حالتہائے مختلفہ میں بھی تینوں گنوں کی مختلف مقداریں ظاہر ہوتی ہیں مثلاً بعض انسانوں کی آتمک حالت میں ستوگن کا زیادہ حصہ بہ نسبت دوسرے انسانوں کے یا آتمک حالت کے ستوگن کا غلبہ بہ نسبت مادی جسم کے تموگن یا عقلی حالت کے رجوگن کے - اور برخلاف اسکے بعض انسانوں میں قوائے عقلی کا رجوگن غالب تر اور بعض دیگران کی حالت میں محض جسم پروری کا خیال اور چارپایوں کے برابر تمام اوصاف تموگن کا اظہار عیاں ہوگا -

مختلف اشیائے خوردنی و نوشیدنی میں بھی اختلاف پایا جائیگا - یعنے اگرچہ بمقابلہ عقلی اور ذہنی حالت و آتمک حالت کے تمام مادی جسموں میں تموگن کا غلبہ متصور ہونے کے قابل ہے - اور مختلف اشیاء میں تموگن کی موجودگی کم یا زیادہ صاف طور پر دکھائی دیگی مثلاً پیاز و لہسن اور سیب و ناسپاتی وغیرہ میں یا دودھ اور گندم میں یا جو اور چاول اور گوشت میں یا مولی اور شلغم میں تموگن کا اندازہ یکساں نہیں ہے -

اسیطرح ہر انسان جب کہ سوتا ہے اور جبکہ اپنی نیند سے اٹھتا ہے یا جبکہ نیند سے اٹھکر کاروبار میں مصروف ہو ان حالتوں میں اور صبح کے وقت جب ایک شخص اشنان (غسل) کرکے پوجا (یاد خدا) کے لیے تیار ہو اس حالت میں اور اس حالت میں جبکہ دو تین پہر تک کاروبار میں مصروف رہکر تھکا ماندہ ہوگیا ہو - جبکہ بھوکھ سے سخت لاچار ہو اس حالت میں اور اس حالت میں کہ خوب سیر ہوکر کھانا کھایا ہو - جبکہ کسی سنسان جگہہ میں تنہا بیٹھا ہو یا جبکہ ایک آباد قصبہ کے اندر کاروبار میں مصروف یا ایک دھوم دھام کے جال میں شریک ہو - صریح فرق معلوم ہوگا -

اس موقعہ پر مجھے ان الفاظ کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت صرف اس وجہ سے محسوس ہوئی ہے کہ موجودہ زندگی میں انسان بلحاظ آتمک قابلیت کے مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ انکی دانست میں انسان محض مادہ اور قوائے عقلی کا مجموعہ ہے اور حالت موجودہ کے اختتام پر بالکل نابود ہوجانے والا ہے۔ بعض اسکو باقی رہنے والا تو مانتے ہیں۔ لیکن آتما یعنے روح کے بارہ میں انکے خیالات صاف نہیں ہیں۔ بعض آتما کی ہستی کو مادہ اور قوائے عقلی سے علیحدہ مانتے ہیں لیکن پھر بھی خواہشات اور خطرات مادوی و عقلی کی پابندی میں پھنسے پڑے ہیں۔ اور کسی وقت ان خواہشات سے اعلیٰ تر درجہ کا خیال بھی ان کو نہیں آتا۔ بعض دیگر (جنکی تعداد نسبتاً بہت کم ہے) وہ ہیں جو خواہ کسی حالت مادوی میں ہوں آتمک بہتری کو ملحوظ رکھتے ہیں اور اسکے لئے فکر مند اور کوشاں رہتے ہیں۔ اس قسم کے فرقوں کے لحاظ سے انسان بھی تین عام قسموں یعنے ساتکی۔ راجسی۔ تامسی۔ میں منقسم ہونے کے قابل ہیں۔

جس کی سرسری تشریح اس طریق پر کر سکتے ہیں کہ وہ جنکی خواہشات محض مادی جسم تک محدود ہیں جو جسمی خوشی و آرام کے سامان کے حصول میں ہروقت مصروف اور اسکے حصول سے خوش اور ناحصول سے متردد اور دور ہوجانے سے غمناک پائے جائیں وہ تامسی میں داخل ہونگے۔

جو لوگ علاوہ جسم کی خواہشوں کے قوی عقلی کے حظوں کو ویسا ہی یا اس سے بڑھکر ضروری تصور کرتے اور انکے حصول کے لیے کوشش کرتے ہیں وہ راجسی کے نام سے موسوم کیے جانے کے قابل ہونگے اور جو لوگ آتمک خوبی کے بڑھانے اور آتمک آرام کے متلاشی ہونگے وہ ساتکی کہلائیں گے۔ واضح رہے کہ یہہ نہایت سرسری قسم کا بیان ہے مگر اس موقعہ پر نفس مضمون کی طرف توجہ دلانے کے لیے میری سمجھ میں کافی ہے

ان تین گنون کی اصلیت اور وسعت اور تعلقات پر غور کرنے اور انکی واقفیت حاصل کرنے سے کئی قسم کے ضروری معاملات (جو سوائے اس غور کے نہایت پیچیدہ معلوم ہوتے ہیں) نہایت آسان ہوجائیں گے اور بہت سے امور جن پر معمولی حالت میں نظر کرنے پر ان میں کوئی خوبی یا عظمت یا دلچسپی یا توجہ کشی خیال نہ کی جائے نہایت ضروری اور اہم معلوم ہونے لگینگے۔

اس واقفیت کے ذریعہ سے یہہ معلوم ہوگا کہ انسان کے جسم اور قوائے عقلی اور آتمک (روحی) حالت کا باہم کیا تعلق ہے اور ان میں سے ہر ایک کا بمقابلہ باقی دو کے کیا درجہ ہے۔ جب یہہ باتیں انسان کو معلوم ہونگی اس وقت وہ اس قابل ہو سکے گا کہ سوال زیر غور کے صحیح جواب کو پہونچ سکے

برخلاف اسکے جب تک ان امور کی بابت معقول واقفیت حاصل نہ ہو انسان ہرگز اس قابل نہ ہوگا کہ اس شاندار مضمون کی تہ کو پہونچ سکے۔

ان مختلف انسانی حالتوں کو جنکی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے اسطرح پر بہی عبارت میں ظاہر کیا جاتا ہے کہ مختلف انسان بہ لحاظ آتمک ترقی کے مختلف درجوں میں ہیں۔ سب سے نیچے درجہ پر وہ رکھے جاتے ہیں جو صرف مادی جسم کی ضرورتوں میں ہی غلطاں و پیچاں ہیں۔ ان سے اوپر وہ جو علاوہ انکے عقلی ضرورتوں پر بہی توجہ کرتے ہیں۔ اور ان سے اوپر وہ جو آتمک ضرورتوں کو بہی محسوس کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک درجہ کی جاندار وجود پر باہمی مقابلہ میں کم و بیش درجہ پر تصور کیے جانے کے قابل ہیں۔

ہمارے ہادیان نے یہ بہی دکہایا ہے (اور روزمرہ کے تجربہ سے اسکی کامل صحت ثابت ہوتی ہے) کہ جس جس شخص میں جس گن کا غلبہ ہوگا مطابق اسکے اس شخص کے لیے آخری مدعا کے حصول کے واسطے کسقدر مختلف قسم کا تردد کرنا ضروری ہوگا۔ چنانچہ ہماری مذہبی کتابوں میں مختلف لوگوں کے لیے انکی آتمک ترقی کے درجہ کے لحاظ سے اس زندگی کے لیے مختلف طریق اوقات بسری کے بیان کیے گئے ہیں جن تمام کا اخیری اور سب سے اعلےٰ مدعا ایک ہے۔ لیکن جس جس درجہ کا کوئی شخص ہو بلحاظ اوسکے اسکے لیے اس آخری مدعا کے حاصل کرنے تک درمیان میں ادنیٰ تر درجہ کی مدعا کا حاصل ہونا بہی ملحوظ رکہا گیا ہے مگر ان تمام سے علت غائی خالص اوس آخری مدعا کے حاصل کرنے کے لیے تیار کرنا ہے۔

مختلف درجہ کی آتمک حالتوں والے انسانوں کے لیے آخری مدعائے عظیم تدریج حاصل کرنے کی غرض سے ہمارے رشیوں نے جو ہماری نظام تجویز کیا ہے جس پر نہایت سخت حملہ جات مخالفان کی طرف سے ہوتے رہے ہیں لیکن جسکی بے حد خوبی صرف اسوقت معلوم ہوتی ہے جب اوسپر وہ شخص (جو امور دقیق پر غور کرنے کا عادی ہو اور فی الواقعہ جانتا ہو کہ کس طریق سے کسی اہم معاملہ کی بابت رائے بنائی جاتی ہے) کامل غور کرے۔ میری غرض ورن بوتہا یعنے برہمن۔ کہتری۔ وغیرہ ذاتوں کا نظام اور اسکے متعلق آشرم دھرموں سے ہے۔ اہل انصاف کو غور کرنے پر واضح ہوگا کہ جس طریق پر مختلف ورنوں اور آشرموں کے واسطے یہ فرائض بیان کیے گئے ہیں اگر ان پر پورا عملدرآمد کیا جائے تو جو بے انتظامی اسوقت دنیا میں موجود ہے اور جو ہماری تفاوت مابین مختلف

درجات کے لوگوں کے نہایت مہذب اقوام مغرب میں پائے جاتے ہیں ہرگز پیدا نہ ہونگے - مثلاً انگلینڈ اور صوبہ ہائے متحدہ امریکہ میں (جو اسوقت دنیا میں نہایت مہذب اور متمول متصور ہیں) یہ حالت ہے کہ جبکہ ایک طرف وہ آدمی بھی موجود ہیں جو نہیں جانتے کہ کس قدر انکی کل دولت ہے اور نہیں جانتے کہ کیا اس دولت سے کام لیا جائے دوسری طرف ایسی مفلس بھی موجود ہیں جو خوراک سے محتاج رہتے ہیں اور آتمک حالت ادنی درجہ کے لوگوں کی تو ناگفتہ بہ -

چونکہ انسان دنیاوی اور نیز آتمک حالتوں کے لحاظ سے مختلف درجات پر ہیں اسلیے ہمارے بزرگوں نے انکے واسطے آخری مدعا کے حاصل کرنے کے بیے وسائل بھی مختلف تجویز کیے ہیں - جن میں سے وہ جو نہایت اہم ہیں حسب ذیل ہیں -

(۱) - کرم کانڈ - جس میں سنسکاروں کی تکمیل اور گرہستہ دھرم (تعلیم و تربیت عقلی اور ورزش بدنی اور صحت جسمانی وغیرہ بہت سی ہدایات اس میں داخل ہیں) عام نیکوکاری خیرات وغیرہ - ایشور پوجن - دیوتا پوجن - جپ - تپ وغیرہ کے ناموں کی ذیل میں تجاویز بتائی گئی ہیں - اور ابتدا مراتب جن سے آتمک ترقی کی طرف میلان پیدا ہو عمل میں لائے جانے کی ہدایت کی گئی ہے -

(۲) - اسی کے متعلق - خاص جپ - پوجن - ہون وغیرہ خاص دنیاوی مدعاؤں کے حصول اور خاص تکالیف کے رفع کرنے کے لیے تجویز کی گئے ہیں -

(۳) - اس کے بعد جب انسان کو خواہش پیدا ہو جائے اور وہ ادھکاری (یعنے لائق) بن چکے تو آتم گیان یا آتم بودھ یعنے آتما کی اصلیت کی واقفیت اور اس طریق کی جس سے انسان اپنی آتما اور قوائے عقلی کے درمیان تمیز کر سکے اور آتما کو مادی اور عقلی حالت سے علحدہ حالت میں معلوم کر سکے - اور آتما کی اس درجہ کی ترقی کو پہونچ سکے کہ آتما جسمی اور عقلی حادثات اور ضروریات اور احکامات کا مطیع نہ رہے بلکہ جسم اور عقل ہر دو پر قدرت حاصل کرے -

(۴) - حالت بالا کے ساتھ ساتھ اس بات کا علم حاصل ہونے کے طریق کہ کل کائنات کی اصلیت کیا ہے - اور ایشور کی بابت سچا علم کیا ہے - جسکو تتو گیان یا تتو بودھ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے -

(۵)- اس درجہ کے پہلو بہلو اوس حالت کو پہونچنے کا موقعہ ہوتا ہے جسے سدہی (یعنے کمال) کہتے ہیں۔ سدہی کی حالت کر آٹھہ مختلف قسم بیان کیے گئے ہیں جنکو آٹھہ سدہیاں بہی کہتے ہیں۔ انکے نام حسب ذیل ہیں۔

آنما (-अणिमा) ذرہ کے برابر ہو جانے کی طاقت۔

لگھما (-लघिमा) چھوٹا ہو جانے کی طاقت

مہما (-महिमा) بڑا ہو جانے کی طاقت

پراپتی (-प्रापति) ہر جگہہ پر پہونچنے کی طاقت حتی کہ دوسرے سیاروں تک بہی پہنچ سکے

پرکامیہ (-प्रकाम्य) خواہش پوری کرنا

بہوما (-भूमा) زمین کے اندر گہس جانے اور حسب خواہش نکل آنیکی طاقت

وشتو (-वशित्व) دوسرے وجودوں کو اپنے اختیار اور بس میں کر لینا اور خود کسی دوسرے کے اختیار یا قابو میں نہ ہونا

ایشی تو (-ईशितृत्व) اشیاء مختلفہ کو پیدا اور معدوم کرنا وغیرہ

اور علاوہ ان سدہیوں کے چند دیگر طاقتیں بہی ہیں جو یوگ کے ذریعہ سے قابل حصول بیان کی گئی ہیں۔

(۶)- سب سے اہم اور سب سے آخری مدعا کا (جسے کیولیہ (कैवल्य) یا پرمانند وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے) حاصل کرنا ہے جس کے حاصل ہونے پر انسان جنم و مرن یا کسی قسم کے تغیر و تبدل یا رنج والم یا نقص و کمی وغیرہ حوادث کا مطیع نہ رہے۔

پنڈت جی کی تقریر کے ختم ہونے پر نصف گھنٹہ آرام کے لیے چھوڑا گیا جس میں مسلمان احباب تو نماز ظہر ادا کرنے کے لیے گئے۔ اور دیگر احباب تکان کو دور کرنے کے لیے ریفرشمنٹ کمروں میں چلے گئے۔ جو مختلف مذاہب کے لیے اسلامیہ کالج کے مختلف کمروں میں۔ بلحاظ ملت و قومیت تجویز کیے گئے تھے۔

بعد از دوپہر

ڈیڑھ بجے مشتاقین جوق جوق جمع ہونے شروع ہوئے خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب نے اعلان کیا کہ اس وقت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنی تقریر فرماویں گے امید ہے کہ آپ صاحبان نہایت توجہ سے سنیں گے۔

تقریر جناب مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۵

حضرات اشروع مطلب سے پہلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں سب سے پہلے یہہ عرض ہے اگر قبول ہو میری بڑی سرفرازی ہے اور وہ یہہ ہے کہ تالی نہ بجائی جاوے چیرز نہ دی جائیں۔ مرحبا نہ کہا جاوے۔ تحسین نہ کیا جاوی۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ تعریف ہو یا تحسین۔ حاضرین میں نفس ضرور ہے۔ جزاک اللہ و مرحبا نہ کہیں تاکہ ایسا نہ ہو وہ مغرور ہو جاوے۔ دوئم میں فہرست مضامین پیش کرتا ہوں تاکہ آپ گھبرا نہ جاویں۔ اول میں آیات پڑھوں گا۔ پھر تمہید کروں گا۔ پھر آیات کا ترجمہ کروں گا کہ یہہ سوالات جلسہ کے ہیں اور یہ انکی جوابات چونکہ قرآن جلسہ کی ترتیب پر نازل نہیں ہوا۔ اسلیے اسکا کوئی حصہ کسی آیت سے اور کوئی کسی آیت سے نکلتا ہے جسکو میں ترجمہ سے بتلاتا جاؤنگا۔ پھر میں عقلی دلائل بیان کرونگا کہ قرآن نے جو دلائل بیان کیے ہیں وہ انکے موافق ہیں اور انکا سارا حاصل یہہ ہے کہ مذہب کوئی چیز ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا۔ غرض میں مذہب پر بڑا زور دونگا۔ میرا زور دو حصہ میں ہوگا ایک عام یعنے یہودی ہو نصاری یا ہندوں کا غرض کوئی مذہب ہو دوم خاص اور میں یہہ بھی بتلاؤں گا کہ کوئی قوم آسمانی مذہب سے خالی نہیں گذری پھر ایک حصہ عام مذہب کی متعلق ہوگا اسکے بعد میں بیان کروں گا اسکے عقلی دلائل کہ کوئی نہ کوئی مذہب ضرور ہونا چاہیے پھر میں ایسے مذہب کا بیان کروں گا جسکا میں وکیل بنکر کھڑا ہوا ہوں۔ وہ کیا؟ اسلام کے لیے دلائل بیان کروں گا جنکو سنکر کوئی رنج حاضرین کو نہیں ہوگا۔ حاضرین عربی پڑھنے سے گھبرا نہ جاویں۔ کیونکہ میں اسکے بعد جلدی ترجمہ کرونگا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۨ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ
اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ
مَّکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا
الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ
لَمَیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ (۳) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ
ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ
(۴) وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ
فَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (۵) وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَ
جَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ (۶) اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً (۷) وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ
لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (۸) اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ
لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ وَسَخَّرَ لَکُمُ
الَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ (۹) وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی
الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ
السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (۱۰) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ
بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ
لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (۱۱) وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا
اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ

لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي
صَغِيرًا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ اِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَاِنَّهُ كَانَ لِلْاَوَّابِينَ غَفُورًا وَاٰتِ
ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا اِخْوَانَ
الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا (۱۲) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ
مَا اُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا اُرِيدُ اَنْ يُطْعِمُونِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ - كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ
مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ قَالَ مَنْ يُّحْيِي الْعِظَامَ
وَهِيَ رَمِيمٌ - قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ - اَللّٰهُ يَتَوَفَّى
الْاَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ
يُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ - فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ - لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ
فِي الْاٰخِرَةِ - لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ - وَمَا اَصَابَكُمْ
مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ
الظّٰلِمُونَ - اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْاَبْصَارُ - اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ
مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ - مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ - اِنَّا عَرَضْنَا
الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا
الْاِنْسَانُ اِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا - وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ - وَاِذَا جَاءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ
مَا اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ اَجْرَمُوا صَغَارٌ
عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ - قَالُوا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ
اَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا فَاْتُونَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ
نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا اَنْ نَّاْتِيَكُمْ

بسلطان الا باذن الله وعلى فليتوكل المؤمنون - قالوا لولا نزل هذا القرآن على
رجل من القريتين عظيم اهم يقسمون رحمت ربك نحن قسمنا بينهم معيشتهم
في الحيوة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضا سخريا ورحمت
ربك خير مما يجمعون - انظر كيف فضلنا بعضهم على بعض وللآخرة اكبر درجت
واكبر تفضيلا - قل ما كنت بدعا من الرسل وما ادري ما يفعل بي ولا بكم ان اتبع
الا ما يوحى الي وما انا الا نذير مبين - وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا - انما
انت منذر ولكل قوم هاد - ان انت الا نذير - انا ارسلناك بالحق بشيرا ونذيرا
وان من امة الا خلا فيها نذير وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث في امها رسولا
يتلوا عليهم آياتنا وما كنا مهلكي القرى الا واهلها ظالمون - انا اوحينا اليك
كما اوحينا الى نوح والنبيين من بعده واوحينا الى ابراهيم واسمعيل واسحق
ويعقوب والاسباط وعيسى وايوب ويونس وهارون وسليمان وآتينا داود
زبورا ورسلا قد قصصنهم عليك من قبل ورسلا لم نقصصهم عليك وكلم الله
موسى تكليما رسلا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل
وكان الله عزيزا حكيما - شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذي اوحينا
اليك وما وصينا به ابراهيم وموسى وعيسى ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه
كبر على المشركين ما تدعوهم اليه - الله يجتبي اليه من يشاء ويهدي اليه من
ينيب - لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا ولو شاء الله لجعلكم امة واحدة ولكن
ليبلوكم في ما آتاكم فاستبقوا الخيرات الى الله مرجعكم جميعا فينبئكم بما كنتم فيه
تختلفون - وكذلك اوحينا اليك روحا من امرنا ما كنت تدري ما الكتب ولا
الايمان ولكن جعلناه نورا نهدي به من نشاء من عبادنا وانك لتهدي الى صراط
مستقيم - قل لو شاء الله ما تلوته عليكم ولا ادريكم به فقد لبثت فيكم عمرا
من قبله افلا تعقلون - وما كنت تتلوا من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذا
لارتاب المبطلون - قد نعلم انه ليحزنك الذي يقولون فانهم لا يكذبونك

وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ - وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ اِفْتَرٰىهُ
وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ - فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا - وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ
اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا - وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ
الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ - اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ
فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ - وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ
ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ - قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ
الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ
لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ! اے حضرات جو کچھ میننے پڑھا ہے یہ آیات قرآن مجید کی ہیں وہ قرآن مجید جسکو اہل اسلام تو مقدس
سمجھتے ہیں میں انکا ترجمہ اور مضمون بیان کرنے سے پہلے یہہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ ناظرین کو اس امر
کی اطلاع دوں کہ جن سوالات کا جواب یہ جلسہ چاہتا ہے ان سب کا رجوع ایک ہی چیز کی طرف ہے اور وہ
مذہب ہے اوسکو خواہ اور طرف بھی لیجاویں مگر وہ مذہب ہی میں آجاتا ہے جسکے لیے دلچسپی پیدا کرنا جلسہ کا اصل
الاصول ہے ان آیات میں متفرق طور پر ہر ایک سوال کا جواب موجود ہے جسکی میں شرح کرتا ہوں مگر مجموعہ
جس کا نام مذہب ہو اور جسکے جواب میں بہت جلد مذہب آسمانی کی طرف رغبت دلائی گئی ہے خواہ وہ عرب کے
ہوں یورپ کے یا فارس کے خدا کی طرف سے یہ مذاہب ہیں تم سوال کروگے کہ ہندوستان میں مذہب آسمانی کہاں
ہے - جواب دینے سے پہلے میں تبلا دوں گا کہ مذہب کیا چیز ہے - ؟

اس لیے جو آیات میننے پڑھی ہیں ان سے ہر ایک مذہب والے کو فائدہ پہونچیگا - اور کوئی صاحب
مذہب آسمانی کے فائدے سے محروم نہ رہینگے -

ما برائے وصل کردن آمدیم | نے برای فصل کردن آمدیم

یہہ بات بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کوئی فرد بشر نہیں جو مذہب نہ رکھتا ہو فری تھنکر یا آزاد خیال بھی
مذہب رکھتے ہیں گو دوسرے لا مذہب ہی کہیں مگر لا مذہبی بھی ایک مذہب ہے - میں اسکی تائید کے لیے نہیں کھڑا

ہوا۔ بلکہ اسکے لیے جو آسمانی ہے مگر اوسپر حملہ بہی نہ ہوگا ان آیات میں آسمانی مذہب کا ذکر ہے میں ابہی اسکی
تشریح کروں گا اب ترجمہ بیان کرتا ہوں۔

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ
أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ برکت والی وہ ذات پاک ہے جسکے ہاتہ میں تمام بادشاہت ہے ساری دنیا کی جو آخرت کو
نہیں پہچانتے انکے لیے دنیا کا نام لیتا ہوں جو کچہ دنیا میں خلق اور پیدائیش ہوا ہے اوسکی طرف سے اس نے
ایک زندگی مقرر کی اور ایک موت کی حالت دو حالتیں ہیں جانداروں پر بلکہ نباتات پر بہی تاکہ اللہ تبلادے اور
سب پر کہلجاوے کہ تم میں نیکوکار کون ہے۔ اوس میں یہہ بہی تبلا دیا ہے کہ انسان پر حالتیں کیا کیا ہیں معانی
اور جسمانی۔ انکی طرف اشارہ ہے تشریح پہر کرونگا یہ سوال بہی آگیا کہ انسان کی ہستی سے کیا غرض ہے یعنی
اچہے عمل کرو۔ اور ساتہ ہی اشارہ ہوا عقبے کا جو آخرت میں ظاہر ہوگا۔

پہر فرمایا انسان کو ایک جہنی ہوئی صاف کی ہوئی مٹی سے پیدا کیا پہلا آدم پہلا انسان تہا۔ پہر سلسلہ شروع
ہوا نطفہ تہوڑے قطرہ کو کہتے ہیں قطرہ منی کا پہر اوسکو قطرہ بناکر مضبوط ٹہیراؤ کی جگہہ میں رکہا پہرہ چہیچڑا
بن جاتا ہے خون کا جما ہوا پہر ٹکڑا گوشت کا پہر ہڈیاں بن جاتی ہیں یہ حالتیں ڈاکٹروں کو اسوقت محسوس
ہوئی ہیں جبکہ بہت دنوں کے نطفے رکہہ کر دیکہے گئے ہیں پہر ایک حالت اوسپر آتی ہے۔ جوان ہوتا ہے۔ بڈہا
ہوتا ہے پہر موت آتی ہے پہر اوٹہایا جاوے گا بعض حالتیں سب میں ہیں بعض ایسی ہیں جو صرف حیوانات
میں پائی جاتی ہیں بعض ایسی ہیں جو خاص انسان میں اسکی تشریح پہر بیان کروں گا۔ قرآن کیوں نازل ہوا
اخلاق کی اصلاح مطلوب ہے۔ نیچر کی طرف زیادہ رغبت منظور نہیں زیادہ تشریح قرآن نے نہیں کی اور نہ
کرنی چاہیے وہ اوس عظمت والا ہے کہ تمکو جدا طور پر پیدا کیا پہر مارے جاوگے پہر اوٹہائے جاوگے جب پیدائیش
کی تو اے بہائیو پیدائیش ایسی ہی نہیں جو ہمارے بہائیوں کی ہے مثلا ایک لوہار ہے وہ لوہا بہی پیدا
کرے گا اور تہوڑا ابہی لائیگا آدم کو بنایا کس چیز سے اسکی تشریح دوسرے حصہ میں کرونگا کہ رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر تعلیم دی۔ خدا نے تبلایا ہے کہ ہماری پیدائیش ایسی نہیں ہے جیسے کہ تمہاری
أَمْ خُلِقُوا وَلَمْ يَكُنْ شَيْئًا۔

کبہی نہ سوچنا کہ لوہار کی طرح ہمکو بنایا ہے۔ اگر یہ سمجہو کہ کوئی شے پہلے تہی وہ تہوڑی سی لے
لی تو خدا کو خدا نہیں سمجہا قل ہو اللہ احد۔ کہدے اللہ ایک ہے اور صمد ہے اور صمد کے معنے جب وحدانیت

کی تعریف اور اثبات کی طرف آویگا تو بتلاؤں گا کہ وہ مادی یا ہتیاروں کا محتاج نہیں ہے تمہاری پیدائش اور تمہارا کھڑا کرنا ایکجان کی مانند ہے اسکو کچھ ضرورت نہیں ہتیاروں کی خدا کی پیدائش تمہاری پیدائش جیسی نہیں (ہو الذی یحیی و یمیت) پہر فرمایا میری پیدائش ایسی مت سمجھنا جیسے ہتیاروں سے یا مصالح سے زندہ کرنا ایسا ہے کہا کن فیکون۔ ارادہ کیا اور ہو گیا اور جو خدا اپنے ارادی اور آپ سے کچھ نہ کریگا وہ خدا نہیں۔ پہر اللہ فرماتا ہے ان لوگوں کو جو تعجب کریں کہ کیونکر اوٹہاتا ہے پیدائش تو دیکہ لی جب اسکا رب ہونا مانا۔ اب دوسرا عالم ہے اوٹہانا کھڑا کرنا اسکے واسطے فرمایا اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی تم تعجب کروگے کہ کیونکر اوٹہائیگا تعجب نہ کرو روز مارتا ہے اور روز اوٹہاتا ہے۔ فرمایا اللہ قبض کرتا ہے یعنے ایک قسم کی موت بہیجتا ہے وقت سونے کے اور ایک کو مارتا ہے انکو جو مرے ہیں اور ایک قسم کی موت بہیجتا ہے وقت سونے کے ان میں سے بہت ایسے ہوتے ہیں کہ سوئے اوٹہتے نہیں دوسری کو چھوڑ دیتا ہے ایک وقت تک تحقیق والے عالموں کے دو قول ہیں کہ روح سونے کے وقت جدا ہو جاتی ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ شعور کی روح جدا ہو جاتی ہے روح دو ہیں + وہ پروردگار ہے جس نے پہلے پیدا کیا دوبارہ بہی کرے گا اور یہہ آسان ہے اوسپر جب ہڈیاں سڑ اور خاک ہو جائیں گی کیونکر اوٹہائی جائیں گی کہدو کہ جس نے پہلے پیدا کیا اوسپر دوبارہ اٹہانا کیا مشکل ہے ان آیات میں جواب ہے عقیدے کا کہ اہل اسلام کہتے ہیں کہ جسم کے ساتھ اوٹہائے جائیں گے یا اور جسم میں انکی تشریح دوسرے حصہ میں بیان کروں گا۔ کہ جسم کے ساتھ اٹہایا جانا حشر روح کی نسبت بہت انسب ہے فرمایا ہمنے انسان کو پیدا کیا اچھے انداز پر اگر اوروں سے مقابلہ کرو اونٹ سے گھوڑے سے جسمانی حالت ایسی ہے روحانی صفات میں مقابلہ کرو تو اوس میں نہیں ہے افسوس یہ ہے کہ وہ اپنے آپکو گرا دیتا ہے وہ جانوروں سے بہی بدتر ہو جاتا ہے۔

پہر فرمایا کہ تمام بنی آدم کو ہمنے بزرگی دی اور مخلوقات میں ایسے اسباب پیدا کردیے جو انکی خدمت میں لگے ہیں مثلاً گہوڑے ہاتھی نباتات بہی کہ انکی ٹہریاں بناتے ہیں جہاز بناتے ہیں بزرگی دی ہے خاصکر انسانوں کو ایک دوسرے پر بزرگی دی ہے کوئی اچھا ہے کوئی برا کوئی دولتمند ہے کوئی فقیر ہے کوئی ظالم ہے کوئی عادل ہے کوئی خوبصورت ہے کوئی بدصورت یہ اسواسطے کہ کون شکر گذار ہے اور کون ناشکر گذار یہہ جو سوال ہے کہ ایک شہزادہ دولتمند ہے ایک غریب ہے ایک ظالم سفاک انکی نظیر حیوانات اور نباتات میں بہی

ہے اسکی تشریح حیوانات نباتات کے بیان میں کرونگا جو نوع ۔ قسم در جنس میں جنبسر نہیں انگریزی والے کیا کہتے ہیں ۔ دیکھو شہد کی مکھی ایک نوع ہے انمیں ایک کوئین بی ہے خدانے اوسے بزرگی دی ہے وہ کیا کیا سلطنت کرتی ہے اور دوسری مکھیاں اسکی عزت کرتی ہیں یہ قانون بتلاتا ہے کہ تمہاری قوائے مختلف ہیں جسمانی بھی روحانی بھی کوئی یہ سوال نہ کریگا ۔ میری دوسری تقریر میں کہ کیوں یہ نبی ہے کیوں یہ افضل ہے اسکا جواب یہ ہے جسکو چاہتا ہے چن لیتا ہے امتیاز بخشتا ہے خدا کا یہ فعل ہرگز سوال نہیں ہوسکتا اگر یہ بہ پر سوال کروگے میں اسکا جواب دینے کو طیار ہوں لیکن تم اسپر کوئی سوال نہیں کرسکتے تم سے اللہ پوچھے گا ۔
پہر فرمایا ہمنے تمہیں دنیا میں قدرت اور مقدرت دی اور ایسے اسباب بنادیے جن سے تم اپنی زندگی بسر کرد نہکر گذار کم ہیں نہیں سوچتے کہ کیوں ایسے اسباب دیے اگر سوچیں تو فکر میں لگ جائیں کہ اللہ کن باتوں میں خوش ہے ۔

تم نے کیا سمجھ لیا ہے تمکو یونہی بیکار پیدا کیا ہے تم سے کچھ کام نہیں لینا یا ارادہ کیا ہے ؟ ٹکڑا لوہے کا بیکار پڑا ہو تم کہوگے گاڑی سے ٹوٹ گیا ۔ ایک گھڑی ہے اسکا چکر ہے سوئی دیکھکر کہدوگے ۔ کہ دہاگے کے واسطے ہے ۔ چکر چلانے کے لیئے ہے وہاں تو کہدوگے ۔ اور انسان جو روحانی اور جسمانی قوتوں کا مجموعہ ہے ۔ اس سے کچھ کام نہ لیا جاوے اور کوئی نتیجہ نہو اور تم سے اسکا بدلہ نہ لیا جاوے ۔ اس خیال سے اللہ تعالی بہت بلند ہے کہ ہم سے کوئی کام نہیں لینا ۔ تم سے تمہاری قوتوں سے کام لینا ہے ۔ کیا کام ؟ ای لوگو سُن لو اللہ فرماتا ہے کہ میں نے تمام بنی نوع انسان کو اور ایک اور مخلوقات کو جسکو جن کہتے ہیں عبادت کے لیے پیدا کیا ہے جن کی تشریح میں اسی مجلس میں بیان کرونگا ۔ اور پیچھے بتلاؤنگا کہ اون کا وجود ممکن ہے ۔ میں اختلافی مسائل کے لیے نہیں کھڑا ہوا بلکہ اتفاقی مسائل کے لیے تاکہ مجھے ثواب ہو ۔ پہر کہا میں ہوں رازق رزق دینے والا اس سے کیا مقصود ہے کہ ہاتھ جوڑ کر مسجد یا ٹھاکردوارہ میں بیٹھ جاؤ ۔ میں نے تمکو پیدا کیا ہے عبادت کے لیے یہ اونکا ذریعہ ہے ۔ ایسا نہ ہو کہ اسی میں لگ جاؤ ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ نماز پڑھو تو کہتے ہیں کہاں سے کہاں سے اللہ اکبر کماؤ لیکن اول فرض کو پورا کرو ۔ کہ بعد عبادات کے طلب حلال بھی فرض ہے ۔ یہ بھی ایک ڈیوٹی ہے ۔ ہماری ذمہ اگرچہ روزی کسب پر نہیں ۔

نادان آنچناں روزی رساند　　　　کہ دانا اندر آں حیراں بماند

ہیں کیا مثالیں پیش کروں ۔ جتنے بھیجنے والے لکھے ہی ہو گئے ۔ عبادت کو مقدم رکھو اور کسب کو پیچھے ۔
تم کیوں پیدا کیئے گئے ہو اللہ کو ایک امانت سپرد کرنی ہے ۔ تم نوکر ہو وفادار نوکر بنو ۔ دیکھو اور غور کرو
اپنی فطرت میں ۔ میں انگریزی لفظ بولتا ہوں اپنے نیچر میں اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اپنی امانت کو یعنے اخلاق
کا حکم عبادت کا حکم نیک بدکام کرنے کا حکم پیش کیا ۔ زمینوں اور آسمانوں پر عرض کیا اونہوں نے کہا
کہ ہماری قوای ہی ایسے نہیں ۔ ایک یہ معنے بھی ہیں اللہ بہتر جانتا ہے کہ حالی گفتگو تھی ۔ انکی حالت نے
کہا کہ اے اللہ ہم میں مادہ ہی نہیں ۔ فطرت انسان بولی کہ ہم اوٹھاتے ہیں کیونکہ ہمارے اندر ظلم کی بھی طاقت
ہے ۔ اور جہل کی بھی طاقت ہے ۔

کون چیز سنع ہے کون اخلاق کو بگاڑنے والی ہے ۔ کیا جہل کی طاقت ہے ۔ کیا عدل کی طاقت ہے ظلم
کی طاقت ہے ۔ جیسے سوئی جو سینے کے واسطے ہو چکر چلانے کے لیئے ہے ۔ کل کام ہیں ترتیب کا
خیال رکھو ۔ کہ کون مقدم ڈیوٹی ہے کون دوسرے درجہ کی ڈیوٹی

اس امانت کو اوٹھانے والے ممتاز ہو گئے اور تم میں سے پورے درجہ کو ادا کرنیوالی بھی ہیں ایسے بھی ہیں جو
قاصر ہیں وہ چور ہو گئے ۔ اور ایسی جماعت بھی ہے جو پورے طور پر ادا کرنے والی ہے ۔ اور وہ رسول
ہیں خواہ یورپ کے ہوں یا افریقہ کے یا امریکہ کے ہوں انکی تشریح میں آگے چلکر بیان کروں گا ۔ وہی
یہہ امانت اٹھانیوالے تھے ۔ اور جو نادان تھے وہ گھبرا گئے ۔ اور کہنے لگے ارے میاں یہ تو ہمارے
جیسا ہی کھاتا ہے اور پیتا ہے اور بولتا ہے اگر تم اسکا کہنا مانو گے تو گھاٹے میں رہو گے ۔ اپنے
جیسے انسان کی تابعداری کرتے ہو ؟

اللہ جل شانہ نے انکو امتیاز بھی بخشا ہے ۔ پھر بھی ان میں فروتنی ہے وہ آتی اسی لیے ہیں جب
لوگوں نے کہا کہ تم بشر ہو اونہوں نے کہا کہ ہاں ہم کھاتے بھی ہیں مگر اللہ جسپر چاہے خاص فضل کرے ۔
ہمکو ایک خاص خطاب ہوا ہے ۔ ہمپر ایک انعام ہوا ہے ۔ ہمکو دل ایسے دیے ہیں ۔ اخلاق ایسے دیے
ہیں ۔ اور ان میں ایک اور بھی خاصیت تھی جسکو میں پیچھے بیان کرونگا یعنے معجزہ مگر پھر بھی انھوں نے
کبھی دعوی کرنے کے لیے نہیں کہا ۔ تم جو کہتے ہو نشانی لاؤ ظاہر ظاہر تو کہتے ہیں ہمارا ذاتی اختیار کچھ
نہیں ہے ۔ جسوقت اللہ چاہتا ہے ۔ بیشک نشان ہمکو دیے گئے ہیں ۔ مگر ہمارے اختیار میں نہیں
کہ جب چاہیں تھیلے میں سے دکھا دیں ۔ فرمایا اے رسول تم بھی امانت دار وں میں ہو جو اول درجے کے

امانت داروں میں ہیں - اون لوگوں کو جو آپ کے وقت مخالف تھے فرمایا انکو کہدے کہ تیری طرف ہم نے ایسی وحی بھیجی ہے جیسے نوح کی طرف نوح پہلے نبی تھے - آدم بھی نبی تھا - شیث بھی نبی تھے - مگر ان کو مخالفوں کی وجہ سے کہا - جیسا نوح - ابراہیم - اسمعیل - اسحاق - سلیمان - داؤد - اور انکی اولاد کو یعنے عرب کے لوگوں کو اونہیں کا نام بتایا جنکو وہ جانتے تھے - اگر انکو ہندوستان کے کسی نبی کا نام بتلایا جاتا - کیونکر پہچانتے اسکی بابت کہدیا - بہت رسول ہیں ہمنے انکا ذکر تجہ سے کیا اور بہت ہیں جنکا ذکر نہیں کیا -

فرمایا کہ رسول تو ایسا ہے جیسے وہ رسول تھے - اور دین تو ایسا لیکر آیا ہے جو ابراہیم - موسے - انبیا علیہم السلام کو دیا تھا - پہوٹ نہ ڈالو خدا کو یہ ناگوار ہے - اللہ جسکو چاہے چن لے - جسکو چاہے دکھائے - جسکو چاہے چن لے دوسری آیت فرمائی اسی مضمون کی - بعض بعض امور ایسے ہیں کہ جن میں خاص خاص طریقے بھی ہیں - اور خاص خاص رہیں ہیں ایک وقت ضرورت تھی ایک حکم کی دوسرے وقت دوسرے کی پیغمبر صاحب فرماتے ہیں ساری نبی ایسے ہیں جیسے سوتیلے بھائی سب کا باپ ایک اسکی تشریح اپنے دوسرے بیان میں کرونگا انکو کہدے میں انوکھا رسول نہیں - کیا معنے کہ کیا رسول پہلے نہیں ہوئے : پہلے بھی ہوئے اور ایک یہ کہ دین بھی پہلا ہے - اگر اختلاف ہے تو فروعات میں - اصول ایک ہی ہیں ہم کسی قوم پر عذاب نہیں کرتے جب تک ان میں رسول نہ بھیجیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک قوم میں ڈرانے والے آئے تو یہ بھی ایک ڈرانے والا ہے - تو ایک اللہ کی طرف سے ڈرسنا نیوالا ہے جو نہ مانے گا اسے عذاب ہوگا اور جسنے مانا اسکو بشارت ہی - میں ایک مثال بھی دیدوں میں یقینا نہیں کہہ سکتا - میںنے ایک کتاب دیکھی ہے مظہر جان جانان کے معمولات کی - اس میں ایک خواب لکھا ہے - جس سے معلوم ہوا کہ رام اور کرشن نبی تھے خواب بھی ایک علم ہے علم الٰہی میں سے خواب کے کئی قسم ہوتے ہیں ایک خواب ہوتا ہے خیالات کا جو کام دن کو کریں وہی نظر آتے ہیں - کہیں سو دے رہی ہیں - کہیں سیر کر رہے ہیں - ایک خواب ہوتا ہے اخلاط کا اثر صفرا وغیرہ کا اثر صفراوی آدمی آگ ہی دیکھتا ہے اسکو خلطی خواب کہتے ہیں - اخلاقی خواب جو انسان میں خلقی طاقتیں ہوتی ہیں جیسے غصہ - رحم آپنے دشمنوں کو پیار کرنا یا نیر رحم کرنا یہ طاقت ان میں ہوتی ہے جو امانت کے اول درجہ کے اوٹہانے والے ہوتے ہیں - اللہ اکبر - وہ انکو ماریں اور وہ مارنے والوں کے حق میں دعا کریں - وہ اور ہیں جنکے ایسے اخلاق ہیں غصہ والے کو تو شیر نظر آتے ہیں شیر کیا ہے حضرت آپ ہی ہیں جو درندگی کی صفت تھی وہ ہی ہے + الٰہی تو کیا ہے اللہ تعالے بندے کے دلبر

القا کرتا ہے اوس میں نہ اخلاق کو دخل ہے۔ نہ اخلاط کو۔ کوئی فرد بشر نہ ہوگا جس نے سچی خواب نہ دیکھی ہو کوئی ہو دہریہ ہو۔ لامذہب ہو سب کو سب بالضرور کو سچی خواب آجاتی ہے۔ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے ایسے پینتالیس حصہ اور ہوں تو نبوت ہی ہے۔

سنو اے مسلمانان میں تمکو کہتا ہوں کہ جو خواب نبی کا ہو وہ تو وحی ہے۔ کیونکہ شیطان ان پر قادر نہیں۔ نبیوں کے بعد جو اور لوگ انکی امانت دار نہیں انکی خواب سند نہیں ہے۔ مثلاً اگر کبھی ایسے خواب کسیکو آجاوی کہ نماز معاف ہوگئی ہے۔ اسکو نہ مانو تمکو جب خواب آوی قرآن کریم کی طرف دوڑو۔ اگر موافق ہے تو الحمد للہ مبشرات ہی شیطانی وسوسہ نہیں۔ شیطان بہی تو ایک چیز ہے۔ صاحبان خواب جو دیکھا لیکھرام یا کرشن انمیں سے کسیکو دیکھا کہ وہ آگ میں ہے معلوم ہوا کہ وہ معرفت الٰہی کی آگ تھی۔ چونکہ قرآن میں نہیں بتلایا گیا۔ اسلیے یقین نہیں ہے۔ جو رسول نہیں بتلا گیا وہ ہمارا ایمان نہیں۔ اور یہ جو تم کہو کہ ویدوں اور شاستروں میں فرق ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کسی اور کے ہوں۔ میں اپنے ہی گھر میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں ایسی باتیں ہیں جو قرآن نے نہیں بتلائیں۔ ہمارا قرآن بتلاتا ہے کہ ہر قوم میں نذیر گذرا۔

اگرچہ میرا دعوی بڑا وسیع ہے میں نبیوں کی تائید میں کھڑا ہوں لیکن میں عملاً ایک نبی کا پیرو ہوں اُن کی تائید کروں گا۔ جو سچے ہونگے سب کی تائید ہوگی۔ نبوت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے یوں فرمایا ہے کہ کہدے ان سے اے میرے بہائیو میری حالت کو دیکھو۔ تم میں میں نے عمر کاٹی چالیس سال جب ہوئے اسوقت دعوی کیا کہ میں نبی ہوں مجھے اللہ نے پیغام بہیجا ہے یہ کام کرو یہ کام نہ کرو۔ عمر تم میں کاٹی کبھی قرآن پڑہا؟ اور کوئی امتیاز جانا؟ جب عمر کاٹی اور امتیاز نہ جانا تو کیا اب جھوٹ بولتا ہوں۔ اے رسول ہم جانتے ہیں کہ تجھے بڑا غم ہوتا ہے اس بات سے کہ جب کہتے ہیں جھوٹا ہے فریبی ہے اے رسول ہم جانتے ہیں یہ تجھے جھوٹا نہیں کہتے یہ مجھے کہتے ہیں ایک شخص بڑا معاند اور سخت جاہل تھا اسلیے اسے ابوجہل جہالت کا باپ کہا گیا۔ یہ ٹائیٹل اسے قیامت تک ملگیا۔ اسنے کہا اے محمد ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ تو جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے یہ جھوٹ کہتا ہے دلیل دیکھو کہ وہ ایک ساری دنیا کو کیونکر سنبھال لیگا۔ اے رسول تجھے جھوٹا نہیں کہتے مجھے کہتے ہیں۔ تو غم کیوں کرتا ہے فرمایا وہ کہتے ہیں جو منکر ہیں رسول کے یہ جھوٹ بولتا ہے کہ یہ کتاب لیکر آیا ہے کہا کہ یہ بناتا ہے اور

دوسری قومیں اسکی مدد کرتی ہیں کہ یہودی جو آپکے زمانے میں تھے - وہ حکایتیں ثمود کی بتلاتے ہیں اور یہہ بناتا ہے - یہہ بھی کہتے ہیں کہ کچھ حکایتیں سُن لی ہیں - رات دن یاد کر کے سنا دیتا ہے + کوئی جواب دی البتہ ٹھیک میری تفصیل سُن لے جو دوسرے حصہ کے متعلق ہے - یہ عام حصہ ہے سب نبوتوں کے لیے - غور تو کرو جو قرآن لایا ہے اس میں کیا صرف قصے ہی ہیں - ای مسلمانان - اور ای ہماری غیر قوم کے برادران قرآن میں پانچ علوم ہیں (۱) علم توحید (۲) ایک حصہ احکام کا یہ کرنا اور یہہ نکرنا اخلاق کا معاملات کے متعلق برادری کے متعلق حکومت کی متعلق میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب بیان کروں تو بہت ہی مشکل ہو - میرا رسالہ اشاعۃ السنۃ ہے اگر شوق رکھتے ہو تو دیکھ لو (۳) وعدہ اور وعید - ابھی میری تقریر میں آئیگا کہ کرموں کا پہل کیوں لازم ہے (۴) امثال - مثالیں - کہاوتیں (۵) قصص - یہہ ہیڈ ہیں -

فرمایا یہہ اُس نے قرآن بہیجا ہے اور نے سکھایا ہے کہ جو سِر جانتا ہے اسکے دو نو معنے ہیں - ایک تو موٹے معنے ہیں ایک فعل رات کو واقع ہوا - مثال دیتا ہوں کہ روزہ میں حکم تھا کہ رات کو صحبت نہ کرو - ایک شخص رات کو بیوی کے پاس چلا گیا حکم نازل ہوا - اور اُس کے راز کو بتایا اور نہیں تو وہ مان گیا جیسے کسی سے بتلایا گیا تہا یہ تو موٹے معنے ہیں - اور ایک باریک معنے ہیں جو تشریح طلب ہیں جو دیر میں سمجھ میں آئینگے اور وہ یہ کہ قرآن کا ہر ایک حکم سِر رکھتا ہے - میں نالائق ہوں پہر بھی میں سمجھتا ہوں سوال کرتے ہیں کہ وضو کرنے میں منہ ہاتھ دہوتے ہیں ہوا نکل جاوے تو وضو کرنے ہیں پیشاب پاخانہ سے غسل نہیں - منی نکلنے سے غسل کرتے ہیں میں عاجز ہوں مجھ سے پوچھو - میں بتلاؤنگا - میرے گھر آؤ اور میں یہہ بھی کہتا ہوں کہ اس جلسہ کے لیے نہ میری آرزو تھی اور نہ مجھے خبر تھی مجھے اپنے گھروں میں بُلاؤ - اور میں جانے کو طیار ہوں سکھوں یا برہمنوں کے مندروں میں بھی - میری عمر اسیطرح گذری ہے - مجھے نوکری کی ضرورت نہیں پڑی - قرآن کے احکام میں اسرار ہیں باوجود نالائق ہونے کے بتلاؤنگا ایسے بعض احکام میں جیسے ہمنے نبیوں کو بہیجا ہے - جنکو عقل نہیں پہونچ سکتی مثلاً خدا کی ذات خدا کی ارادات مرضیات -

اس قرآن کو اس خدا نے بہیجا ہے جو اسرار کو جانتا ہے جسکو کوئی انسانی عقل نہیں پہونچ سکتی - یہودیوں نے نہیں سکھایا - یہ بڑا ظلم اور بناوٹ ہے - ای رسول ہم یہہ جانتے ہیں -

آپ ایک نصرانی لوہار کے پاس جاتے تھے جب آپ نبی نہیں اگر کہیں کہ قرآن اُسی سکھایا تو یہ وہ قرآن ہے کہ جو عربی ہے جسکی فصاحت ظاہر ظاہر ہے اور وہ تو عجمی ہے۔ وہ تو جانتا ہی نہیں۔ پھر تم کہو کہ خود بنالیا مضمون سیکھ کر عربی کر لیا۔ فرمایا تو تو کبھی لکھنا نہیں جانتا تھا الحمدللہ کہ مخالفوں کی شہادت بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمی ہونے پر ہے جو آپ پر اسپر پرخاش نہیں کی۔ نہ تو آپنے کبھی لکھا نہ پڑھا۔ نہ شعر پڑھا۔ نہ لکچر دیا ایک دفعہ کمیٹی بیٹھی کہ رسول کے گرد سے لوگوں کو کیونکر ہٹائیں کوئی کہتا ہے کہ جادوگر ہے کوئی کہتا ہے پاگل ہے کوئی کہتا ہے شاعر ہے کہنے لگے ساری عمر میں جھوٹ نہیں کی جادوگر کیونکر ہوا دیوانہ کیونکر ہوا کہ اوسنے کسیکو کچھ نہیں کیا۔ آپ کا نام امین تھا۔ فیصلے نبوت سے پہلے لائے جاتے تھے اور لوگ کہا کہتے تھے جو گالی نہ دے اور اُف نہ کہے وہ دیوانہ ہو؟ شاعر کہدو۔ شاعر کیونکر کہیں قرآن دیکھہ لو آخرکار کمیٹی نے کہا کہ کوئی بات نہیں بنتی ایک بات بنے گی۔ تاثیر جادو کی ہے۔ ہاتھہ میں ہاتھہ رکھا گھربار چھوٹ گیا۔ خدا کی طرف سے اس قسم کی نظم اور عبارت نہی بنائی القا کی جاتی ہے اپنے پاس سے نہیں لاتا یہ تو شاعر بھی نہیں خطیب بھی نہیں۔

فرمایا کہتے ہیں کہ بناوٹ ہے۔ کہدو کہ سورتیں بناکر دکھادو۔ سورت ٹکڑہ کو کہتے ہیں جیسے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ ... الخ دس سورتیں لاؤ دس نہی۔ ایک ہی لاؤ۔ ای بھائیو تم ہو سنو۔ مسلمان جو ہیں وہ بھی کم مذاق رکھتے ہیں۔ سمجھ میں کیونکر آوے تمام انسان ملجاویں بلکہ ایک اور مخلوقات یعنی جن۔ تم نہیں جانتے پھر بھی اسبات پر اتفاق کریں کہ ملکر بنادیں۔ کیسے ہی جوش میں آجاویں نہ بنا سکیں۔ ساری ملجاؤ۔ نہ بنا سکو گے۔

ایک موٹی بات کہتا ہوں۔ ایک گھڑی ہے۔ تم نہیں جانتے کہ اچھی ہے یا بری۔ سو روپیہ اسکی قیمت کہدی جاوی۔ تم جاؤگے واچ میکر کے پاس۔ جوہری کے پاس اس گھڑی کے لیے عرب اور عجم یعنے گنگ وہ دوسروں کو سمجھتے تھے کہ بول ہی نہیں سکتے۔ جب قرآن نے عام اشتہار دیدیا تو چاہیے تھا کہ سب کے سب ملکر بنادیتے اگرچہ چھاپے خانے نہ تھے مگر پھر بھی مشہور ہوجاتے اسوقت آریہ عیسائی مخالف ہیں کوئی بھی نہیں جو یہ دکھلاوے کہ فلاں وقت قرآن بنایا گیا۔

وہ رسول جسکی دوسرے حصہ میں بحث ہوگی۔ جسکا اس حصہ سے تعلق ہے وہ ہتھیار لیکر آیا ہے جسکو عقل نہیں پہونچتی۔ اللہ اکبر۔

کوئی سوال کرے ایسے آدمی جو اچھی باتیں سکھائیں وہ نبی ہوتے ہیں نہیں نبی نہیں ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو عام عقلمندوں کو نہیں آتیں مثلاً ان اسرار میں سے ایک خدا کی ہستی ہے - جہاں ہماری حواس نہیں پہونچتے خدا کو کسی نے نہیں دیکھا - اس کان نے کبھی اوسکی آواز نہیں سنی ایسے کاموں کے لیے اللہ تعالے نے نبی پیدا کیے ہیں وہ اور طور پر اللہ کو دیکھتے اور اسکے ساتھ بولتے اور اسکی باتیں سنتے ہیں - اگر کوئی عقلمند سمجھاتا تو تشبیہ سے سمجھاتا عام کس طرح سمجھتے - اگر تشبیہ کے پیرایہ میں سمجھایا جاوے تو پھر بڑی خرابی ہوتی - پھر ہمارے جیسا ہوا جیسا ہمنے پہلے کہا کہ اگر اُسے ہمارے جیسا خالق کہا جاوے کہ مادہ اور ہتھیار کی ضرورت ہو - اوس ہادی اور رسول نے تو سمجھایا ہے اسی تشبیہ کے ساتھ جو انسان میں ہوتی ہیں - الرحمن علے العرش استوی وہ آنکھ والا ہے اور کان والا ہے اسکے دونو ہاتھ کھلے ہیں لیکن کہا اسکی مانند کوئی چیز نہیں - جو لفظ کہیں گے وہ تمہاری ضرورت کے موافق سمجھائیں گے - ہر چیز کے لیے ایک ہوتی ہے حقیقت - اصلیت مبدا ایک ہوتا ہے نتیجہ - مثلاً ہاتھ - ہاتھ کی اصلیت تو ہے پنجہ گوشت وغیرہ - نتیجہ ہاتھ سے دینا پکڑنا وغیرہ - یہ فرمایا کہ اسکی نسبت یہ لفظ ہمنے بولے ہیں لیکن اسکی حقیقت مراد نہیں تمہارے ساتھ مشابہت حقائق اور اصلیت میں نہیں ہے جو تمہارے دل میں تصور گذرے کہ خدا کا ہاتھ ایسا ہے اسکی حقیقت اوس سے بڑہکر ہے - خدا کا ہاتھ ایسا ہے جس نے آدم کو بنایا اسکی بنائی ہوئی دنیا ہے - غرض فعلوں میں مشابہت رکھتا ہے حقائق میں نہیں دیکھو خدا کی ہستی کو کیونکر سمجھایا - لیس کمثلہ شئ یعنے اسکی مثل کوئی چیز نہیں - فعل میں ملتا ہے لیکن حقیقت میں نہیں ملتا - یہ اسکی ذات کا سمجھانا ہے - پھر اسکی ہستی کا سمجھانا ہے یہ ماننا ہی ہمیں نہیں کہ خدا ہے بلکہ اسکی توحید کے ساتھ ماننا چاہیے اس کا کوئی ہمرنگ نہیں - مکہ کے لوگ جو حضرت کے مخاطب اور مخالف تھے وہ ان اوہام میں مبتلا تھے انکو سمجھایا ہے کہ خدا ایک ہے - سورج بھی ایک ہے - ایک کا مصداق ہونا کوئی بڑی بات نہیں - کیونکہ ایک ہے اسکا سا وجود دوسرا نہیں - اس توحید کے بعد اسکی صفات کو ماننا ہے کہ وہ اپنی صفات میں بھی وحدہ لاشریک ہے

تیسرا وہ اپنی تعظیم کے استحقاق میں فرد ہے اسکو بولتے ہیں توحید ذات - توحید صفات - توحید استحقاق عبادات -

کہا کہ خدا کو ایک مانے ہو گو یا ذات اسکی الگ ہے - سورج ایک ہے - تارا بھی ایک ہے - سورج جب چھپ جاتا ہے تارے روشنی دیتے ہیں کمی بیشی کا فرق ہوا ہے اسکو رب مانو کہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ تک رہیگا - کبھی اسکی

ابتدا نہیں ہے وہ سب کچہ کرتا ہے۔ مگر ہماری طرح نہیں۔ یہہ توحید ذات وصفات تیسرا ایک تعظیم بادشاہ کی ایک نائب کی اسی طرح درجہ بدرجہ اسکی تعظیم ایسی ہو جو کسیکی نہ ہو۔ یہ تین توحید سکہلائی ہیں۔ اسکے بعد اخلاق۔ اس قسم کے اخلاق سکہائی ہیں نمونہ بنکر جب تک خود آدمی آپ نہ کرے لوگ پیروی نہیں کرتے جن آدمیوں نے انکی خون بہادیے ان کے لیے دعائیں کیں۔ اے اللہ انکو معاف کردی یہ بجھے جانتے نہیں۔

خدا تعالی قرآن میں حکم کرتا ہے عدل اور احسان کا عدل کے معنے ہیں برابر برابر کرنا ترازو کی دونو پلڑے برابر کرنا کسیکا کچہ نہ رکھنا۔ اسکے ساتہ احسان بہی کرو۔ دینا ہے ایک دیدو سوا روپیہ مقرر کرکے دینا سود ہے یہہ جائز نہیں اسکے بعد قرابت داروں سے احسان کرو۔ ایک تو ساری قرابت دار ہیں دوسرے خاص قرابت داروں کے علاوہ ہمسایوں تک بہی احسان کرنے کا حکم دیا۔ کہا کہ پہلے توحید اللہ کی اختیار کرو۔ کوئی ایسا استحقاق تمپر نہیں رکھتا۔ پہر ماں باپ، پہر ہمسایہ۔ ایک مسلمان ہے اسکا ہمسایہ غیر مذہب ہے اوسکے ساتہ بہی احسان کرو۔ ایک حدیث میں ذکر ہے عبد اللہ بن عمر فاروق کا۔ انکے گھر میں بکری ذبح ہوئی تو پوچہا کہ فلانے یہودی کے گھر گوشت بہیجا ہے؟ وہ انکا ہمسایہ تہا۔

ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ کنبہ کے معنے عربی زبان میں بیٹا بیٹی کے نہیں بلکہ جسکی پرورش کریں۔ اللہ کو وہ بہت پیارا ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتہ احسان کرے مسلمانوں پر خیال ہے کہ وہ مارنے کے لیے ہیں۔ جہاد ہے مگر وہ ڈلفینسو ہے جیسے کہ فرمایا وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ مارو اللہ کی راہ میں اونہیں جو تم سے لڑیں۔ اور زیادتی مت کرو۔ جو تم سے نہ لڑیں ان سے مت لڑو۔ ایسا ہی حکم ہے کہ جو بوڑہے ہوں یا جو راہب صومعوں میں رہتے ہوں اونہیں نہ مارو۔ جب پادری اور لیڈر چہوڑ دیے گئے پہر اور کسیکو کیوں ماریں نمازی مسلمان جبرًا بنانا مقصود نہ تہا۔ کیا تو جبر کرنے والا ہے۔ یہ آپ کو فرمایا۔ لا اکراہ فی الدین دین زبردستی نہیں منوانا۔ گمراہی بہی ظاہر ہوگئی ہدایت بہی ظاہر ہوگئی۔ کیا واقعہ تہا بنی اسرائیل میں دستور تہا کہ جس عورت کا بچہ مرجاتا وہ منت مانتی تہی کہ وہ اگر جیتا رہے تو اسے یہودی سائیں لوگ بنادیں گے۔ یہودی کہتے تہے کہ ہماری ساتہ جائیگا اور والدین نہیں جانے دیتے تہے لیکن یہاں جبرًا کسیکو نہیں روکا۔ اسلام جبر اور قتل کے لیے نہیں رحم کے لیئے ہے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تمپر رحم کرے گا۔ مسافر ہندو ہو عیسائی ہو میں اسکی خدمت کرونگا۔ جو جائز ہو مجہسے طلب کرے میں دونگا

بشرطیکہ مذہب کے خلاف نہ ہو ایک نقل ہے مسلمان فائدہ اوٹھائیں گے ۔ جب آپ طائف میں گئے ۔ لوگوں نے مار ادیوار میں دھکیل دیا ۔ ہوش آیا تو فرشتہ نظر آیا ۔ اوسنے کہا اللہ نے سلام بھیجا ہے کہ اگر حکم دو تو میں پہاڑوں کو ہٹا کر مکہ پر رکھدوں ۔ اگر دوسرا وقت ملا تو یہہ بتلادوں گا کہ یہ ہونہار امر ہے اور ممکن ہے ۔ فرشتہ بھی ہوتا ہے ۔ پہاڑ بھی اوٹھ سکتا ہے اور یہہ بھی ثابت کروں گا کہ یہ نیچر کے خلاف نہیں ۔ دلکا امتحان کرو کہ دل کیسا ہے فرشتہ کہتا ہے کہ کچلدوں آپ کہتے ہیں نہیں نہیں ۔ یہ اخلاق اور رحم ہے

دیکھو روز حشر کیسے سمجھایا روز حشر ہے روز جزا ہے روز موت ہے ۔ بدلہ چار قسم کا ہے دو تو ایسے ہیں کہ سب مان جائیں گے اور ایک ایسا ہے جسکو مذاہب والے مانتے ہیں اور چوتھا ماننا پڑے گا ۔ انسان کی فطرت اسکے قوای اور نیچر تبلاتی ہے کہ انسان زہر کہالے تو مرجاتا ہے پرند گھاس کہا مرجائیگا اس کو جانتے ہیں اور سب مانتے ہیں کہ جب نیچر کے خلاف کریگا مریگا ۔ بہت کہائیگا درد ہوگا ۔ یہہ پہلا بدلہ ہے انسان میں دو قوتیں ہیں ایک جسمانی اور ایک قوت روحانی ہے جسکو ملکیت بھی کہتے ہیں روحانی قوت کے اثر کا نام اخلاق ہے ۔ پہلا نیچر طبعی ہے دوسرا اخلاقی ہے ہر ایک شخص مان لیگا کہ سچ ہے جب کوئی کام ہم خلاف اخلاق کرتے ہیں تو طبیعت میں انفعال پیدا ہوتا ہے اگر ایک معصوم بچہ کو مار دے تو خواہ مخواہ افسوس ہوگا یہہ دوسرا بدلہ ہے یہاں الحمد للہ ایسے آدمی نہیں ہیں جو کہتے ہیں کہ نیکی بدی کوئی چیز نہیں ۔ مگر یہہ تو حیوانات میں بھی ہے ۔ کتا اور گھوڑا بھی سونگھکر بری چیز چھوڑ دیتے ہیں جب حیوانی چیز میں اتنا موجود ہے تو کیا روحانی میں اتنا بھی نہیں ۔ اگر یہ تعلیم کا ہی باعث ہو تو بہت ہی تعلیم دو ۔ غرض کانشنس کا حکم بھی نہ مجسٹریٹ کی پیشی ہو نہ گواہ گذرے مگر دل مانتا ہے ایک اور عالم ہے جو اس عالم سے دوسرا ہے تیسرے بدلہ کی مثال بھی اسی عالم میں ہے مثلاً ایک شخص کو ایک شخص برا کرتا ہے دنیا والے اوسے برا کہتے ہیں ۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی آدمی اچھا کام کرتا ہے تو اللہ کہدیتا ہے کہ یہ ہمارا دوست ہے اسکو دوست رکھو اسطرح جب تین بدلے مان لیتے ہو تو پھر چوتھا بھی مان لو دعا کرو فقط

حضرت مولوی صاحب نے دعا کرنے کے بعد اپنی تقریر کو ختم کیا دوران تقریر میں جناب پرتول چند صاحب جج جی ایم اے جے ایل جج چیف کورٹ پنجاب جو ہوڈ ٹیروں میں سے ایک موڈریٹر تھے تشریف لائے ۔ آپکے ہمراہ آپکے سمدھی مسٹر بنرجی صاحب جج ہائی کورٹ الہ آباد بھی تھے جو بطور شائقین شامل جلسہ ہوئے یہ دونو بزرگ صدارت کے سٹیج پر ہی کرسی نشیں ہوئے ۔ مولوی صاحب کے بعد جناب رای بروداکنٹھ

صاحب لہری پلیڈر تہوصوفیکل سوسائٹی کیطرف سے بلائے گئے۔ بابو صاحب کا حاضرین نے خوشی کے ساتھ استقبال کیا آپ کی تقریر انگریزی میں تھی لیکن بابو برتول چندر صاحب کی فرمائش پر آپکو زبان اردو اختیار کرنی پڑی جو بالکل انگریزی محاورہ کا لفظی ترجمہ تہا۔ کیونکہ آپ کو اس زبان سے بہت محاورت نہ تھی پر تاہم آپکی تقریر ہر ایک فرقہ نے نہایت ہی دلچسپی اور ذوق شوق سے سنی۔

تہیوصوفیکل سوسائٹی

جناب رای بروداکنٹہ صاحب پلیڈر سکرٹری تہیوصوفیکل سوسائٹی پنجاب حال منسٹر ریاست فریدکوٹ

صاحبان مجلس آپنے ابھی بہت لیاقت کے ساتھہ مولوی صاحب نے جو لکچر دیا سنا۔ اسلیے ہم یقین نہیں رکھتے ہیں کہ آپ ویسی ہی خوبی پائیں جیسے مولوی صاحب نے کیا۔ کیونکہ اس زبان میں ایسی فصاحت سے میں ادا نہیں کرسکتا جیسے مولوی صاحب نے بیان کیا۔ چونکہ یہ جگہہ زبان یا فصاحت دکھلانے کی نہیں ہے بلکہ اپنے مذہب او عقیدہ کے بیان کرنے کی ہے اسلیے جیسا کہ مجھے آتا ہے میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

بیشتر اسکے میں باز نہیں آسکتا ہوں سوائے اسبات کے بیان کرنے کے کہ خداوند کریم کی ایسی مہربانی ہے کہ جسکا شکریہ زبان سے ادا نہیں ہوسکتا کہ ہم ایک عرصہ کے بعد ایک مکان میں بہت سے بھائی آئے ہیں کس غرض کے لیے ایک باغ میں کئی قسم کے گل ہیں اور درخت ہیں کون کونسے درخت ہیں کیا کیا گل بھرا ہوا ہے اور اپنے استعمال میں لانا ہے یہ ایک بات ہے اسکے لیے بہت ہی شکریہ ادا کرتا ہوں کون کیا ہے؟

بجائے اس بات کے کہ کون کیا ہے ہم اپنی طبیعت رجوع کریں اصلیت کی طرف اس جلسہ میں جو دوسرا جلسہ ہے جو ہمیشہ سال کے بعد ہندوستان میں کسی نہ کسی جگہہ ہوگا اسکا نتیجہ خدا دے اور ہم آئیں یہی اسکا پہل ہے یہی اسکا نتیجہ ہے کہ ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھ کر اسکی مدد کریں۔ اتحاد کریں۔

اب میں اس وشہ کو شروع کرتا ہوں کہ جو اس ہر پاسکیٹس میں جو اس کانفرنس کی طرف سے چھپا ہوا

ہے تیسرا ہے منش (انسان) کی زندگی کا گیا اودیش ہے اور کیونکر حاصل ہوتا ہے میں اسوقت جس طرح سے اس وقت میں - اس بارہ میں ذکر کروں گا وہ میں تھیوصوفیکل پائنٹس اف ویو سے گفتگو کرونگا کیونکہ میں اس جلسہ میں پنجاب تھیوصوفیکل سوسائٹی کے اغراض ریپریزنٹ کرنے آیا اور کھڑا ہوں بہت بھائیوں نے یہ نام نہیں سنا - اسلیے مختصر طور پر ذکر کرتا ہوں کہ تھیوصوفیکل سوسائٹی وہ مدرسہ تعلیم حاصل کرنے کا ہے جس میں ہر ایک فرقہ کا آدمی اپنے مذہب کی خوبیاں اور اسکی اصلیت دریافت کرنے اور مذہب کی اصلیت کو اسکے ساتھ موافق کرنے کے لیے شامل ہیں - اس میں عیسائی مسلمان - ہندو ہر ایک قسم کے لوگ شامل ہیں تھیاصوفی ایک یونانی لفظ ہے سنسکرت میں برہم ودیا کہتے ہیں - اور فارسی میں یقیناً نہیں مگر سنا ہے علم حقیقت کہتے ہیں - اس علم کے رو سے کوشش کرونگا اسکے اغراض کے پورا کرنے کی اور جیسا کہ اس علم کے ذریعہ ظاہر کروں مجھے یقین ہے کہ ہر ایک مذہب کے آدمی جو یہاں موجود ہیں سمجھیں گے اگرچہ میں اسکو بطور ہندو تھیوصوفسٹ کے ثابت کروں گا اور سناتن دہرم میں کیا کیا فلاسفی ہے بیان کرونگا پر آپ لوگ سب سمجھ سکیں گے کہ یہ تمام مذہبوں پر حاوی ہے یا ایک منش کی زندگی یعنے پران کا اودیش یعنے مقصود کیا ہے - اسکا اودیش عالموں اور حکیموں نے یہ لکھا ہے جوگیہ اور اجوگیہ اسکی اچھیا کو اپنی شکتی سے سادہن کرنے کے لیے جوگیہ لبتو سے دور کرنا اور جو جوگیہ لبتو ہو اوسکو حاصل کرنے کے واسطے چاہتا سے یتن کرنا - اسکو کہتے ہیں اغراض زندگی - اس میں بہت سا سنسکرت لفظ آگیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ انسان کی جو خواہش ہے - جب تک خواہش ہے زندگی ہے خواہش دو قسم کی ہوتی ہے ایک بری ایک بھلی - جو اچھی خواہشیں ہیں انکو خراب خواہشوں سے علیحدہ کرنا اور جس میں اچھی خواہش پوری ہوں انکو پورا کرنا اور بری خواہشوں کو چاترتا سے دور کرنا - اب آپ اسکو خیال کریں کہ جو منش ہے وہ یہی سمجھیگا کہ خواہش کے سوا کچھ نہیں کبھی اچھی کبھی بری - کبھی چاہتا ہے کہ راجہ بن جائیں غرض کبھی بھلا کبھی برا کرنے کی خواہش زندگی کا مقصد کیا ہے - خواہش کو پورا کرنا پورا کرنے کا نام سکھ ہے اور نہ کرنے کا دکھ - اب دیکھنا یہ ہے کہ کون پورا کرنے کے لائق ہے اور کون نہیں - اگر انسان بلا تمیز ہر ایک خواہش پوری کرنے لگے تو اس میں اور حیوان میں کچھ فرق نہیں یہ کہا جائیگا کہ وہ خواہش کا کیڑا ہے - اسی سے پیدا ہوتا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی خواہش کو پورا کرنا ضرور ہے کیونکہ اسکو پورا کرنا ہی اوسکی زندگی کا منشا ہے -

حکیموں نے یہ کہا کہ منش (آدمی) کا یہ کام ہے کہ اپنی بری خواہشوں کو اچھی خواہشوں سے علیحدہ کرے - ایک دوسرے سے بالکل جدا کرے جبتک اوسے یہ تمیز نہ ہوگی کونسی پورا کرنے کے قابل ہے اور کونسی چھوڑنے کے لیے ہمارے شاستر میں ملتا ہے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کونسی خواہش رکھنے کے قابل ہے اور کونسی نہ رکھنے کے - یہ تو ممکن نہیں کہ جداگانہ ہر ایک خواہش کا ذکر ہو - اسلیے ایک عام اصول دیدیا ہے جسپر ہر ایک مذہب کا آدمی غور کر سکتا ہے اس قسم کی خواہش کو انسان کی بھلائی اور اسکی نیکی کے لیے سمجھا گیا ہے جس میں آتما اور دیو دونوں پرشاد ہو آتما کیا جسکو ایشر یا خدا کہتے ہیں جس میں خدا کی خوشی ہو - جسکو خدا قبول کرلیوے - اور دیو پرشاد کیا ہوتا ہے - ہماری شاستروں میں دیوتا اوسے کہتے ہیں جسے دوسرے مذاہب میں فرشتہ یا شکتی بولتے ہیں خاصکر ہمارے نوجوان اور انگریزی تعلیم یافتہ کہیں گے کہ کونسا سٹنڈرڈ والیسا ہے کون گر ہے جس سے ہم یہہ اندازہ کرسکیں کہ خدا کا فرشتہ خوش ہوا - اسکے لیے یہ گر اور اندازہ ہے کہ اگر تم یہہ دیکھنا چاہو کہ خدا خوش ہوا یا نہیں - اوسکی شہادت ایک طور سے پیدا ہوگی اسکا نتیجہ تمہیں دینگے وہ یہی نہیں کہ تمہارا روح تمہیں شاباش دیگا بلکہ عقل کا دروازہ کھل جائے گا کہ تم اپنے مذہب کی کتاب سے وہ موتی نکالوگے جو اور کوئی نہ نکال سکے گا - اسکا نتیجہ کیا ہے ! - ایشر کی طرف سے جب مہربانی ہوتی ہے تو اسکی بدھی یعنے عقل بمعمولی الفاظ میں کہتے ہیں - اسکا رنگ بدل جاتا ہے - اوسکی کلام کا اثر اوسپر ہوتا ہے - اسکے کلام کے معنوں کی اوسکے دل میں جیسے لوہے کے ہتوڑی کی چوٹ لگتی ہے کچھ پرواہ نہیں کس منہ سے نکلتا ہے یا کون کہتا ہے - چوٹ لگتی ہے سو یہ پیمانہ اور گر ہے دیو پرساد کا - پرساد کہتے ہیں جو چیز منظور ہو جاوے - اس بارے میں بیان تک ہے کہ رامائن میں جس وقت رام چندر جی کو حکم دیا اوسکے باپ نے - کہ تم جنگل میں چلے جاؤ - تو اسکی ماں سوتیلی نے جسکے کہنے سے ایسا ہوا - تو اونہوں نے دوسری ماں سے کہا "کیکئی کو سراپ دیا" (اور یہہ سنسکرت میں دستور ہے کہ سب سے زیادہ جو سخت ہوتا ہے اوسی اخیر لکھا جاتا ہے چنانچہ کہا کہ جس کسی کے ہاتھ سے رامچندر کا یہ حال ہوا - اوسکے لیے میں دعا مانگتا ہوں کہ وہ اپنے مذہب کی کتاب کے معنے نہ سمجھے اوسکی عقل بھرشٹ ہو اوسکی بدھی - بید کے معنی نہ سمجھ سکے یہ گویا ایک مثال ہے کہ جب خدا کی مہربانی ہوتی ہے ایسے عمل سے جو اوسکو پسند ہو وے تو اوسکی بدھی کیا ہوتا ہے - اوسکی اصلیت کو سمجھ لے - اور جتنی خوبیاں ہوسکتی ہیں انکو جان لے - وہ کیا سچ - تیاگ - اور نیائے - اسکے پلیٹ فارم پر کھڑا ہو جاوے اور نہ ہلے -

ایک تو اصلیت کے برخلاف نہ کرنا ایک سچ ہے دوسرا پاک رہنا یہ نہیں کہ اشنان کرنا - بلکہ اندر سے پاک رہے جسم سے پاک رہے اسیطرح سچائی زبان اور دل سے لائے - اور ایسا ہی تیاگ - یہ نہیں کہ ہزار روپیہ پاس ہے اس میں سے دو پیسہ دیدیا بلکہ گناہوں اور بُرے عملوں کو چھوڑ دینا خواہ خیالات سے ہوں یا آنکھ سے ہوں اور زبان کو بند کرنا - ایسا ہی پیشر کیا ہے کہ محنت سے کھانا نہ دغا اور فریب سے کھانا - جیسے جسمانی تیاگ ہے ویسے ہی دل سے وہ کہ یہ کہ کسیکو برے رستہ کی طرف ہدایت نہ کرنا اس سے جو آگ نکلتا ہے وہ پوتر کرتا ہے لکھا ہے یہ جو اچھا ہے وہ نیک خواہش ہے - جو کھوٹا ہے وہ خراب خواہش ہے - اور یہ ایک بھاری مسئلہ ہے جو غور سے سننے کے قابل ہے - ایک لفظ ہے چاترتہ جسکے معنے ہیں چترائی سے ہماری بھائی جانتے ہونگے یہ لفظ جسکی ہندی چترائی ہے کہاں سے نکلا ہے یہ ایک ایسی گہری جگہہ سے نکلا ہے جو بہت مفید ہے چار چیزوں کی خواہش انسان کرتا ہے .. ودیا - دھن - بل - دھرم - پانچویں چیز کوئی چیز نہیں جو انسان کی خواہش سے باہر ہو - یہ علم نہیں جو بیڈ (بُرا) اور ایول (بدی) سے شروع ہوکر نارستک اور دھریہ پن تک ختم ہوتا ہے بلکہ مذہبی علم ہے جسکے ذریعہ سے وہ خدا کے ساتھ جا سکے - یہ وہ علم ہے جسکا نام ودیا ہے - دوسرا کیا ہے بل ایک تو اس علم کی طرف رجوع ہونا ایک کی تو یہہ خواہش ہے کہ وہ علم کی طرف بہت مائل ہیں اور عالم فاضل بننے کی طرف وقت صرف کرتے ہیں دوسرے اپنے بل کو بڑھاتے ہیں یعنے اپنی جسمانی یا قومی طاقت بڑھاتے ہیں - جیسے بعض کا خیال ہے کہ ہم ہیں اور ہماری قوم میں علمی طاقت بڑھے ایسے ہی ہمارے دوسرے اپنی جسمانی یا قومی طاقت کو بڑھانا چاہتے ہیں تیسرا دھن یعنے اگر وہ خود بھوکا نہ رہے تو قوم بھی نہ رہے اگر زمین عالی خیال ہے تو یہ کہ مخلوق خدا بھوکی نہ رہے - چوتھا ہے دھرم جسکے ذریعہ انسان اپنے آپ کو ایسے درجہ میں پہونچائے کہ خدا کی حقیقت اوسپر کھل جاوے - اور ایسا رستہ چاہئے کہ کوئی تکلیف اسکو نہ ہو مگر ہمارے حکیموں نے یہ چار مانے ہیں انکے علاوہ اور بھی مان رکھے ہیں وہ سننے کے قابل ہیں اصل جو فلاسفی ہے یعنے ارتھ - ارتھ کا کیا مطلب روپیہ اور اشرفی نہیں - بلکہ دنیا میں ہر ایک خواہش کے پورا کرنے کا نام ارتھ ہے اور دہرم اسے کہتے ہیں جس میں تغیر و تبدل نہ ہو - آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایسی کونسی چیز ہے جس میں تغیر و تبدل نہ ہو -

کسی پدارتھ کے بدلنے کا جو خواہش ہے اور کوشش تمام وستوؤں کی خواہش سے طبیعت کا رخ

جاتا ہے - چار قسم کے وستوؤں - اور چیز کا نام جسکے ہر ایک جزو کو انسان چاہتا ہے اسکا نام سادھن چتشٹ ہر دوسرے یہ لکھا ہے کہ چاروں چیز تو حاصل کرنے کے قابل ہے مگر حاصل کیونکر ہو اسکا نام سادھ چتشٹ - دہرم ارتھ - دہن - پورتشن - دہرم کے ذریعہ سے ارتھ اور رتھ کے ذریعہ سے دھن پیدا ہوتا ہے - دنیا میں چاروں چیزیں ہیں جسکی لوگ آرزو کرتے ہیں - ایک تو وستو کی پورتشن کی خواہش کرتے ہیں دوسرے انکو رکھنے کی خواہش تیسرے تبدیل کی خواہش کرتے ہیں - چوتھے وہ یہ کہ نہ تو اوسکی تبدیلی کو پسند کرتے ہیں نہ کوئی اور خواہش رکھتا ہے جیسے صوفی لوگ ہوتے ہیں اب آپ خیال کریں کہ دنیا کے ساتھ ہے دہرم اور دہرم کے ساتھ ارتھ اور ارتھ کے ساتھ دھن کام کے ساتھ ارتھ کو کیوں لگایا کہ کوئی کام موشن (حرکت) بغیر نہیں ہو سکتا - کام کے معنے کیا ہے تبدیلی - کوئی تبدیلی موشن بغیر نہیں ہو سکتی - طاقت کا نام ہے حرکت ایسی ہے یہ چاروں چیزیں ودیاء ہے دہرم - بل ہے دہن - اور دہرم سے موکھش یہ تقسیم کی ہے - اسطرح پر آپ دیکھیں کہ اگر اسپر چلیں تو اسکی ہی تقسیم ہوتی ہے کیسے ہی ہربرٹ سپنسر لاویں کیسے ہی ڈارون لاویں کیسی ہی ٹنڈیل لاویں ہر ایک آخر مذہب پر ہی آجاتا ہے -

ہماری پراچین شاستروں میں لکھا ہے کہ کونسے چار قسم کی چیزیں ہیں جنکی خواہش انسان رکھتا ہے اسے ہی چار قسم کے سادہن ہوتے ہیں -

ادہی کرتا - کرتا (کرنیوالا) یعنے جہان کرنے والا کھڑا ہو + انوکرتا جو کرنے والوں کے پیچھے پیچھے چلنے والا ہو + کرتا جو خود اپنے عمل سے ہی کرتا ہے + پرکرتا جو کرنے والیکی مدد کرتا ہے +

ادھی کرتا کون ہے یعنے کونسا میدان ہے جس جگہہ کھڑا ہو کر کرنے والا کچھ کام کرے وہ ہے شاستر مذہب تو ایک چیز ہے مذہب ایک ایسی چیز ہے کہ جس زمین پر کھڑا ہو کر کرنے والا کچھ کر سکتا ہے - اگر اوسکو چھوڑ کر وہ کچھ کرنا چاہے نکر سکیگا - شاستر ایک لفظ ہے جسکے معنے ہیں مذہبی کتابیں جسکے رو سے جزا یا سزا ہوتا ہے اور جسکو اپنے اصولوں کے رو سے کلام الہی اور الہام کہتے ہیں - تو ان باتوں کو کرنے کے لئے شاستر پر کھڑا ہونا ہوگا - جو آدمی روحانی ترقی چاہے - دین کی ترقی چاہے جو نیک کام کرنا چاہے اسکے لئے اپنے مذہب کے بناؤ پر کھڑا رہنا ہوگا -

دوسرا پیچھے چلنے والے یعنے انوکرتا جسکو اردو میں مرید کہتے ہیں - یہ نہیں ہو سکتا - کہ ہر ایک شخص خودسر ہو کر کہدے کہ میں جس رستہ پر چلتا ہوں وہی ٹھیک ہے اوسیکو ثواب اور رحمت ہوگی جو گرد یعنی

رشد کر پیچھے چلنے والے ہیں کسی معاملہ میں ہو رویہ پیدا کرنے میں ہو بار دھانی ترقی میں ہو بغیر گرو کے ممکن نہیں اگر کوئی سرخو دہو کر چلے گا اوسکا وہی حال ہوگا جو سعدی نے بوستاں میں لکھا ہے۔

درین راہ جز مرد راعی نرفت | گماں شد کہ دنبال داعی نرفت

کسانیکہ زیں راہ برگشتہ اند | برفتند و لبسیار سرگشتہ اند

خلاف پیمبر کسے راہ گزید | کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہ صفا | تواں رفت جز در پئے مصطفٰے

ہاتھ جوڑ کے اور ماتھا ٹیک کے چلنا ہوگا۔ دو حروف انگریزی کے سیکھ کرکے ہم اپنے بزرگوں کو بے وقوف سمجھتے اور اپنے آپ کو عقل مند جانتے ہیں بیٹے! یاد رکھو تمہاری اولاد بھی ایسا ہی سمجھیگی۔

تیسرا ایکو تا یعنے جو کرنی والیکی مدد کرتا ہے وہ کیا وہ عمل ہے بدون عمل کچھ نہ ہوگا اگر مذہب پڑھا بھی ہوا ہاتھ جوڑ کر صدق دل اور سنت سے چلا اور رہنما بھی اچھا ہوا لیکن وہ منزل مقصود پر نہ پہونچیگا۔

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل

وہ کمبخت اگر عمل نہ کریگا تو اسے کون لیجائیگا۔ عمل جسمانی ہو یا زبانی جو فعل ہم کریں وہ نیک ہوں جو لفظ منہ سے نکالیں۔ ہم دیکھیں کہ خدا ہماری اندر ہے اور یہ اسکا تخت ہے کس کی طاقت ہے کہ بادشاہ کی ڈیوڑھی میں کھڑا ہو کر فحش لفظ نکالے۔ اسی طرح سمجھ لو ہمارے اس جسم میں خدا کا نور ہے ویسے ہی یہ بڑی نالائق بات ہے کہ ہم منہ سے برا لفظ نکالیں جس میں اپنی برائی ہو یا دوسرے کی گناہ کا خیال کبھی دل میں نہ لاویں جب ایسا خیال آئے تو فوراً دعا مانگیں کہ کبھی خواب میں بھی ایسا بدفعل نہ کریں۔ اپنے خیالات اور الفاظ کو درست کرو اور یہ سمجھو کہ ہر وقت خدا ہماری اندر بیٹھا ہے۔ خدا نے زبان جو دی اسلیے نہیں کہ وہ سخت لفظ استعمال کرے بلکہ ہر ایک سے پریم سے بولیں۔ کسیکو ہم سالا کہیں وہ مارنے پڑیگا۔ بھائی کہیں گلے لگاوے گا۔ جب ہم ان تینوں باتوں کو خیال کرکے بندگی نہ کریں جب فائدہ کیا ہے کہ خدا خدا کہتے ہیں یہ انکا بیکار بنا ہے۔ انکا دل سخت ہے جب تک وہ عمل کو درست نہیں کرتا ہے۔

اسلیے میرے بھائیو کیا معلوم ہوتا ہے جو حکیموں نے تحقیق کیا ہے جو باتیں کہیں ہر ایک مذہب میں ہیں۔ سورج کی روشنی ہندوؤں کے گھر یا انگریزوں کی کوٹھی میں مخصوص نہیں بادشاہوں کے محل میں خاص نہیں یہ عام ہے خواہ کسی جگہہ رہا کرو۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ خدا کی مرضی سے ہیں اپنے

عملوں سے جہاں وہ پیدا ہوا ہے۔ وہی رستہ اسکے لیے ٹھیک ہے۔ جیا سے بدلتا ہے تو اسے دکھ ہوتا ہے اور کس کو ٹھیک سمجھے اپنے پلیٹ فارم سے ہر ایک کو رستہ نزدیک ہوتا ہے۔ پانی دیکھو کسے خاص جگہہ کھڑا نہ ہوگا۔ کہیں تھوڑا ہوگا کہیں زیادہ کوی ایسی جگہہ نہیں جہاں پانی نہیں۔ ریگستاں میں بھی ہے اگرچہ گہرا کھودنا پڑے۔ ایسا ہی ہوا۔ اگر قیمت سے بکتا تو ہندوستانیوں کی قسمت میں بہت تھوڑا آتا اسی طرح یہہ جو دھرتی ہے نشیب ہو جنگل ہو۔ بادشاہوں کے لیے اونچی جگہہ غریبوں کے لیے نیچے۔ جگہہ سے وہ علیحدہ نہیں ہے اسیطرح خدا کی عام سچائی سب کا مال ہے۔ ہمنے ایک دیوار بنا کر سب محدود کر لی ہے اور کسیکو گھسنے نہیں دیتے۔ بیشک ہمنے قلعبندی کر لی اپنی قوم یا ملک کے لحاظ سے۔ یہ کن کن لوگوں کو دیا جاویگا؟ جو نبی ہوتے ہیں جو ولی ہوتے ہیں جو ایشر نے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں وہ اپنی قلعبندی کر گئے۔ وہ جیسے بنا سب سمجھ کر گئے۔ لیکن کیا یہ دھرتی اسکے باہر نہیں یا روشنی اسکے باہر نہیں؟ آپ کا مکان ایک عالی شان ہو سکتا ہے ہماری جھونپڑی ہی سہی۔ وہاں بھی موجود ہے۔ میں مختصر کرتا ہوں کہ جو اصل الاصول ہے وہ تمام مذاہب میں پھیلا ہوا ہے۔ صرف انسان اپنے مذہب کے موتیوں اور جواہرات پر نظر نہیں کرتا اور انکے ساتھ جھگڑا کرنے کو کھڑا ہو جاتا ہے۔

ستوگن اچھا ہے تموگن ہے اجوگن ہے جسکے وشئہ میں اگر ہم ورنن کریں تو دیر ہو جاوے صرف اسکو ورنن کرتا ہوں جسکا نام یوگہ اچھا ہے۔ اسکا ایک نام ہے دہرم اسکا ایک نام ہے شانتی اسکا ایک نام ہے بہشت ایک نام ہے سکھہ ایک نام ہے نیران ایک نام ہے ہارمنی آف نیچر۔

ابوگیہ اسکا ایک نام ہے دوزخ اسکا ایک نام ہے دکھہ۔ اوسکا نام ڈسھارمنی اب نیچر یا ناشانتی ہے۔ اسی سے دکھہ ہوتا ہے ادھرم ہوتا ہے اور دوزخ نصیب ہوتا ہے۔ تو ہمارے حکیموں نے جو بنیاد رکھا ہے کہ ایک کا نام گناہ ہے اور ایک کا نام ثواب ہے اوسکی بنیاد ھارمنی اف نیچر اور ڈسھارمنی اف نیچر ہے جسکے برخلاف کرنے سے نرگ اور دکھہ اور ادھرم ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنے جسم پر دیکھیں۔ طبیعت چاہتی ہے کہ ٹھنڈے پانی سے نہائیں جبرا دو چار گھڑے ڈال لیں تو نقصان ہوگا طبیعت چاہتی ہے کہ بد الفظ نہ بولیں۔ بولیں تو لڑائی جسکا نتیجہ سب جانتے ہیں اسیطرح اگر شراب پینے سے خیال کریں تو ایک دن شرابی کی دوکان پر لیجائیں گے۔ الغرض قدرت نے انکا کام رکھا ہے لا آف ری ایکشن اینڈ لا آف لو۔

اسکا نام جوکشش ہے ۔ محبت اور دوسرے کا نام نفرت ہے جب ہی ٹھیک رہتا ہے کہ دونوں اپنی طرف سے کھینچیں اگر نفرت ہوتی تو محبت نہ ہوتی ۔ اگر ری ایکشن ہوتی تو ایکشن نہونا ایسے جیسے اندھیرا اور روشنی اور سکھ اور دکھ ۔ صل میں ایک ہیں ایک کا نام رکھا لو (محبت) تو دوسرے کا نام رکھا ھیٹرڈ

اسلیے ہم آپسے کہتے ہیں کہ ہماری تو زبان ایسی نہیں کہ جس علم کو نبیوں اور ولیوں اور حکیموں نے ساری عمر میں بیان کیا ہمارے جیسا ناچیز آدمی بیان کرے تو اثر ہو ۔ یہ تو تب ہی ہوگا جب خدا کا فضل ہو اسلیے ہم آپسے محبت سے کہتے ہیں کہ آپ اپنے مذہب کی تحقیقات کریں تن من دھن سے اوسپر ثابت قدم رہیں ۔ خدا آپ کو برکت دے اور آپ اوسپر عمل کریں ۔ فقط

بابو صاحب موصوف کے دوران تقریر میں ایک خاص قسم کا اثر حاضرین پر تہا ۔ اور کوئی بہی فرد بشر حاضرین میں سے نہ ہوگا جس نے اس سے حظ نہ اوٹہایا ہو ۔ بابو صاحب کی ختم تقریر پر آجکے دن کی کارروائی کا خاتمہ تہا ۔ چنانچہ خان بہادر خدابخش صاحب نے پہلے تو دن کے سپیکروں کا اور بعد میں نہایت محبت کے ساتھ حاضرین جلسہ کا اُس صبر و استقلال کے لیے شکریہ ادا کیا جسکے ساتھ انہوں نے سارا دن مختلف تقریریں سنیں خان بہادر موصوف کی یہ التجا تہی کہ جس امن و آرام اور آہستگی کے ساتھ آجکا دن ختم ہوا ویسے بقیہ دُو دن بہی ہوں بعد میں آپنے کل کا پروگرام سنایا جس میں اگزکٹو کمیٹی نے کچہ تبدیلیاں کیں نہیں ۔ پہلے پروگرام کے رو سے اتوار کے دن کا ابتدائی وقت پنڈت سیتانند اگنی ہوتری صاحب (دیو دھرم) کو انکی خواہش کے مطابق دیا گیا تہا لیکن انکے ایک شاگرد خاص کی تحریر سے معلوم ہوا کہ پنڈت صاحب موصوف کو خاص قسم کی روحانی محنتوں اور مشقتوں نے جو انہیں آج سے دو دن پہلے متواتر برداشت کرنی پڑیں اس قابل نہیں رکھا کہ وہ کچہ بول سکیں ۔ اسیطرح دو ایک احباب بہی خاص وجوہ سے نہ آسکے مقابل میں ایسے ایسے اصحاب مذاہب مختلفہ کے کثرت سے تہے جنکا پروگرام میں تو ذکر نہ تہا لیکن وہ اس جلسہ کے عظمت اور شان و شکوہ کو دیکھکر اسپر مصر تہے کہ انہیں کوئی موقعہ دیا جاوے ان میں سے حسب گنجایش وقت بعض کی درخواستیں نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کی گئیں ۔ کل کے لیے جو پروگرام مجوزہ اگزکٹو کمیٹی خان بہادر نے سنایا وہ یہ ہے ½۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۱۱ سے ۱۲ بجے تک بابو بیجارام صاحب پریسیڈنٹ آریہ سماج سکھر

۱۲ بجے سے ایک بجے تک پنڈت گوردھن داس صاحب فری تھنکر ایک بجے سے ڈیڑہ بجے تک وقفہ ڈیڑہ بجے سے ساڑھے تین بجے تک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ساڑھے تین سے ساڑھے چار بجے تک ابو یوسف مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی۔ اسکے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

دوسرا اجلاس

بوقت صبح

بروز اتوار بتاریخ ۲۷ دسمبر سنہ ۱۸۹۶ء

گذشتہ روز کی کامیابی اور خصوصاً اتوار کے پروگرام نے کل پنجاب کے ذی علم احباب اور عمایدکو جلسہ میں آج لا جمع کیا۔ مختلف علاقوں سے نہ صرف ہمدردی کے تار آئے بلکہ اکثر خطوط اور تاریں ایسی بھی موصول ہوئیں جن میں بعض بزرگوں نے صرف آج کے دن کے لیے شامل جلسہ ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ زمین پر فرش نشست کو وسعت دینے کے علاوہ کئی درجن کرسیاں اور بنچیں بچھوائی گئیں ٹھیک دس بجے اگزکٹو کمیٹی کے ممبروں نے اپنی معمولی کارروائی شروع کی اور ماسٹر درگا پرشاد صاحب کی خاص تحریک اور باقی ممبروں کے بالاتفاق تائید سے آج کے دن کی صدارت کے لیے مولوی حکیم نور الدین صاحب طبیب شاہی مہاراجہ صاحبان میں سے انتخاب کیے گئے۔ اس فیصلہ کے اظہار کے لیے ٹھیک سوا دس بجے کے قریب ماسٹر صاحب موصوف نے ذیل کے الفاظ بیان فرمائے۔

"معزز صاحبان۔ پرمیشر کا خاص شکریہ ہے اس کامیابی کے لیے جو ہمکو کل نصیب ہوئی جس امن اور محبت کے ساتھ اور صبر کے ساتھ آپنے کل کی تقریروں کو سنا امید ہے کہ آج بھی آپ اسیطرح کرینگے آج کے دن کی کارروائی کے لیے میں کمیٹی کا فیصلہ آپ کو سنانے آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آج ہمارے کارروائی کے لیے حکیم نور الدین صاحب پریسیڈنٹ مقرر ہوئے ہیں۔ جو یہاں بیٹھے ہیں اور جنکو

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ کیسے عالم فاضل اور دیندار ہیں۔ میں اُنکی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ آج کے دن کی کارروائی شروع کریں۔

ماسٹر صاحب کے بیٹھنے پر حکیم صاحب نے ذیل کے مختصر اور پُر معنے الفاظ میں کارروائی کو شروع کیا

تقریر حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی میر مجلس

خداتعالیٰ کی مہربانی اور اُسکا فضل اور اسکی ربوبیت عامہ اور اسکا وہ فضل جو خاص خاص بندوں پر ہوتا ہے اگر انسان کے شامل حال نہ رہے تو اوسکا وجود کب رہ سکتا ہے۔ منجملہ اوسکی مہربانیوں کے جو ہمپر آجکل عطا فرمائی ہیں علم کے حاصل کرنے کے ذریعے اور اسکے مخازن ہیں جو عطا کیے ہیں۔ کاغذ کا افراط سے بننا مطبعوں کا جاری ہونا۔ پوسٹ آفسوں کی وہ ترقی کہ نہایت ہی کم خرچ پر ہم اپنے خیالات کو دور دراز ممالک میں پہونچا سکتے ہیں۔ ٹیلیگراف کا عمدہ انتظام۔ ریل اور جہاز کے ذریعہ سفر میں آسانی یہ تمام انعام الٰہی ہیں اگر انسان اسکا شکر ادا نہیں کرتا تو وہ ضرور عذاب میں گرفتار ہوگا۔ لیکن جو شکر کرتا ہے خدا اوس پر بڑھوتی کرتا ہے۔ مینے اپنے ابتدائی زمانہ میں دیکھا ہے جو کتابیں ہمیں مشکل سے ملتی نہیں بلکہ جن کے دکھانے میں تامل اور مضائقہ ہوتا تھا۔ تھوڑے زمانہ سے دیکھتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی عمدہ عمدہ کتابیں۔ اور ایسا ہی الجزائر مراکش ٹیونس طرابلس اور مصر سے آسانی کے ساتھ گھر بیٹھے پہونچتی ہیں ہر ایک شخصکو واجب ہے کہ اس امن کے زمانہ میں اس نعمت الٰہی سے بڑا فائدہ حاصل کرے ٭ مذہب میرے نزدیک ایسی چیز ہے کہ کوئی آدمی دنیا میں بغیر قانون کے زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ گورنمنٹ کے قانون کی منشا حقوق کی حفاظت ہے۔ لیکن ان قانونوں پر عمل درآمد کرنے کے لیے جو حدود باندھے گئے ہیں وہ اس قسم کے ہیں کہ اون سے ممکن ہے جرائم کا انسداد ہو لیکن محرکات جرائم کو روکنا انکے احاطہ سے باہر ہے مثلاً یہ تو ممکن ہے کہ اگر کوئی شخص زنا بالجبر کا مرتکب ہو تو گورنمنٹ اوسے سزا دے لیکن بدنظری سے بد صحبتوں سے بدخوشبوں سے جو انسان میں پیدا ہوکر اوس سے طرح طرح کے جرائم کراتی ہیں اسکا انسداد قانون گورنمنٹ سے باہر ہے۔ گورنمنٹ کا قانون اونہیں نہیں روک سکتا۔ ایسا قانون مذہب ہے۔ جو ان امور سے ہمکو روکتا ہے ہمارے بعض افعال سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُوْنَ یعنے مومن اور فاسق ایک جیسے نہیں اپنے معتقدات اور اعمال کے لحاظ سے وہ ایک دوسرے کے مساوی نہیں ایسے ہی انکے اعمال یکساں نتائج مرتب نہیں کرتے یہ ایک مذہب کا ہی قانون ہے جس نے فاسق کو

ادن امور کے لیے بھی مجرم ٹھراکر اسے اونکے ارتکاب سے روکتا ہے۔ جنکا انسداد گورنمنٹ کے قانون سے باہر ہے چنانچہ بعض ایسی سیہ کاریاں بھی ہیں جو اگرچہ عقلاً نقلاً بُری نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور اہالیان گورنمنٹ اور ایسے ہی سوسائٹی کے دوسرے افراد اوسی کا بد اخلاقی سمجھتے ہیں لیکن نہ تو بذات خود گورنمنٹ بحیثیت گورنمنٹ اور نہ افراد سوسائٹی کوئی حکمی انسداد اوسکی بند کرنے کا اپنے پاس رکھتے ہیں مثلاً شراب خواری یا عیاشی جس میں مرتکبین رہتی ہو ایسے جرائم اور سیہ کاریوں کی انسداد کے لیے اگر کوئی قانون مفید ہو سکتا ہے تو وہ صرف مذہب کا ہی قانون ہے جو نہ صرف ایسے جرائم کو ہی روکتا ہے۔ بلکہ اُن خیالات اور خطرات نفس پر بھی اوسکی حکومت ہے جو ان جرائم اور بد اخلاقیوں کے محرک ہوتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب انسان مدنی بالطبع ہونیکی صورت میں ایک قانون کا طبعًا اور مجبورًا محتاج ہے تو وہ قانون صرف شریعت الٰہی ہے جس میں سیاست مدن کی تکمیل کماحقہ ہو سکتی ہے اور یہی شریعت اصلاح انسانی کے لیے اپنے اندر وہ طاقت رکھتی ہے اور اسی شریعت کو انسانی طبیعت پر اسقدر غلبہ ہے جو کسے گورنمنٹ کے قانون کو خواہ اسمیں کیسی ہی جابرانہ طاقت کیوں نہ ہو نصیب نہیں۔ لہذا مذہب ہی انسان کو دلچسپی پیدا کرنا گورنمنٹ کے قوانین امن کی حفاظت کی ضرورت سے ہے نہیں بلکہ صدمات سے محفوظ رکھنے کا پہلا باعث ہے۔ اس ضروری چیز کے لیے فکر چاہیے فکر ہے تو ضرورتوں کے موافق سامان بنجاتا ہے۔ اسوقت جب ہمیں طرح طرح کے سامان خدا تعالیٰ نے مہیا کر دیے ہیں تو یہ گویا خدا تعالیٰ کی ناشکری ہوگی اگر ہم ان خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھاکر اُن قوانین پر غور نہ کریں جو خدا کی طرف سے مذہب نے مرتب کرکے ہماری اعمال اور افعال کو انکے ماتحت کیا اس لیے نہایت ضروری ہے کہ ہم مذہب کی نگاہبانی کریں اور یہ جلسہ اسلیئے قائم کیا گیا ہے۔ اسلیئے میرے دل سے یہی دعا ہے کہ جس طرح کل کا دن امن و آرام سے گذرا ویسے ہی آجکا دن بھی گذرے اور غالباً مولوی ثناء اللہ صاحب جو امرتسر کے ایک ہونہار نوجوان ہیں۔ اپنے ابتدائی خیالات سے آپ کو خوش کریں گے۔

مولوی صاحب اپنی اس مختصر تقریر کے بعد بیٹھ گئے اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے سٹیج پر آکر حاضرین کو مخاطب کیا۔

جناب مولانا مولوی ثناءاللہ صاحب مدرس مدرسہ تائیدالاسلام امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی النبی واصحابہٖ

صاحبان میر مجلس ودیگر حاضرین السلام علیکم ونمستے! اس میں شک نہیں کہ جن جن صاحبوں نے اس مقام کھڑے ہوکر اپنے اپنے بیانات سے پبلک کو فائدہ پہونچایا ہے انکا دلی منشا صرف یہہ ہے کہ جن باتوں کو وہ صحیح سمجھتے ہیں انہیں لوگوں تک پہونچائیں نہ صرف پہونچائیں بلکہ حتے المقدور اُن سے منوائیں اور اگر بغور دیکھا جائے تو ہر ایک واعظ اور لکچرار یا دوسرے لفظوں میں رفارمر اور مصلح بلکہ ہر ایک دنیا کے باشندے کا یہی خیال مناسب بلکہ فرض ہے کہ جن باتوں کو وہ صحیح جانتا ہو اُن کو دوسروں تک پہونچائے بلکہ انکے منوانے کے ذرائع بھی سوچے اور انکو عمل میں لاوے - چونکہ میں بھی اسلام کو سچا مذہب بلکہ خدائی مذہب جانتا ہوں اور بحیثیت اسلامی ہی یہاں کھڑا ہوا ہوں اسلیے اگر میں اس فرض منصبی کے پورا کرنے کو اپنے کسیقدر خیالات سناؤں اور انکے پہیلانے کو زبان سے دعا کروں کہ

ہند کو سطح علم سے بہرہ دے شاہا   کہ نہ آوے کوئی آواز جز اللہ اللہ

تو اس دعا کرنے میں میں کسیقدر معذور بلکہ بحیثیت فرض منصبی مجبور سمجھا جانیکی امید رکھتا ہوں - ہاں یہ بات بلاشبہ ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں جسمیں ہر مذہب کے علماء وفضلاء کے علاوہ دنیا کے فلاسفر اور معزز سے معزز رؤساء موجود ہوں مجھ جیسے کا کچھ بیان کرنا غالباً نادانی کا اظہار ہے - لیکن اس لحاظ سے کہ خدا کی دی ہوئی زبان سے کام نہ لینا گویا ایک قسم کی ناشکری ہے اسلیے مافی الضمیر کا ظاہر کردینا شاید اس نادانی کی تلافی کرسکے -

میں نے ان سوالات کے جوابات متصل تقریریں دیے ہیں اگر یہہ اتصال مناسب اور مرغوب نہ ہو تو میری ذاتی رائے سے قطع نظر اصل مضمون کو افتخار قبولیت بخشیں -

نظام عالم میں غور کرنے سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ دنیا کی تمام اشیا میں ایک سلسلہ ضرور ہے وہ علاوہ
اور سلسلوں کے بڑا مضبوط سلسلہ استعمال ہے یعنے یہ کہ دنیا میں بعض اشیاء بعض استعمال میں لانیوالی ہیں
اور ایسا ہی اس میں شبہ نہیں کہ کل نظام عالم میں عامل اور سب دوسری چیزوں کو کام میں لانیوالا فقط انسان
ہی ہے۔ کسیکو جسم کے متعلق استعمال کرتا ہے کسیکو روحانی طرز سے کام میں لاتا ہے سچ ہے خَلَقَ لَکُمْ

انسان کی جسمانی حاجات

مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (قرآن) غرض تمام عالم میں غور سے دیکھا جائے تو انسان ہی ایک چیز ضروری اور
قابل قدر معلوم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے انسان کو جسمانی زینتوں سے مزین ہونا منع نہیں
کیا بلکہ صاف لفظوں میں فرمایا کہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ (قرآن) تو اے محمد
دنیا سے علیحدہ ہو کر اپنے اجسام کو تکلیف میں ڈالنے والوں اور نعمت خداوندی سے محروم رہنے والوں
سے کہدے کہ خدا کی اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہوئی نعمتوں سے کس نے روکا ہے۔ ایک حدیث نبوی میں
بھی یہ مضمون آیا ہے کہ ایک شخص جناب پیغمبر خدا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اسکے سر کے بال نہایت
بکھرے ہوئے تھے آپ نے اسے بڑے زور سے صفائی جسم کی ہدایت فرمائی اور آیندہ کو ایسی حالت میں اپنے
سامنے آنے سے منع فرما دیا قرآن شریف نے ایسے لوگوں پر جو مخلوق سے علیحدگی کر کے ایک طرح جسمانی تکالیف
میں مبتلا ہوتے ہیں خفگی فرمائی ہے ایک حدیث نبوی میں صریح ارشاد ہے وَرَہْبَانِیَّۃَ نِ ابْتَدَعُوْھَا
مَا کَتَبْنٰھَا عَلَیْھِمْ (قرآن) لَا رَھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ (حدیث) کہ رہبانیت اور علیحدگی اسلام کا
کام نہیں اسلیے کہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے تمہید میں کہہ آئے ہیں کہ فطرت نے تمام
چیزیں انسان کے استعمال کو پیدا کی ہیں ہاں اسمیں شک نہیں کہ اسلام نے اس امر کو بھی ملحوظ رکھا

اخلاقی حاجات

ہے کہ جسمانی آسائش میں کہیں اخلاقی اور روحانی ترقی مسدود نہ ہو جائے عام طور پر جسمانی زیب و زینت
چاہنے والوں سے کسی دوسرے پر جبر زیادتی ظلم و ستم بھی کچھ دور نہ تھے اسلیے اس فساد اور بد اخلاقی کی
جڑ کاٹنے کو صاف لفظوں میں فرمایا کہ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ
اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْھُمْ زَھْرَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (قرآن) خدا اگر کسیکو فضیلت اور بزرگی
عنایت کرے تو اسکی آرزو مت کیا کرو۔ اور جن کو ہمنے زیب و زینت دے رکھی ہے انکی آنکھیں دراز مت
کرو۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر تسلی دینے والا اور بد اخلاقی کی جڑ کاٹنے والا وہ فرمان عالی شان ہے جس
میں ارشاد ہے کہ ہم ہی بانٹتے ہیں دنیا میں انکی روزی اور گذارے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (قرآن) اس مضمون کی تائید اور ایک حدیث نبوی میں بھی بصراحت آئی ہے جس میں فرمایا کہ تم دنیاوی حالت کو اعتبار سے اپنے سے بدتر حالت والے کو دیکھا کرو اس سے تم بداخلاق نہ ہوگے اور خدا تعالیٰ کی نعمت کی بےقدری نہ کروگے اسلیے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جس سے بدتر کوئی دوسرا نہ ہو۔ قرآن شریف نے ان لوگوں پر بھی خفگی کی ہے اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (قرآن) جو کسی کی نعمت خداداد سے جلتے ہیں۔ ایک جگہ قرآن میں مختصر مگر معانی سے بھرے ہوئے الفاظ میں اخلاق انسانی کا بیان کیا ہے وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا کہ سب لوگوں سے بھلی بات کہا کرو دوسرے مقام میں ارشاد ہے قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (قرآن) کہ تو اے محمد میرے بندوں سے کہدے کہ بھلی بات کہنے کے خوگیر ہوں۔

ایک حدیث میں صاف ارشاد ہے خَيْرُكُمْ مَنْ يُّرْجٰى خَيْرُهٗ (حدیث) کہ بہتر تم میں سے وہی ہوگا جس سے لوگوں کو نفع کی امید ہو۔

ایک حدیث نبوی میں صاف ارشاد ہے اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ اَقْرَبُهُمْ اِلَى اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهٖ (حدیث) کہ دنیا کی ساری مخلوق گویا خدا کا گھرانا ہے مقرب الٰہی وہی ہوگا جو اسکے گھرانے کو زیادہ نفع پہونچائے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر جاندار کے نفع پہونچانے میں فِيْ كُلِّ كَبِدٍ رَّطْبٍ اَجْرٌ (حدیث) اسلام نے بداخلاقیوں کی جڑ کاٹنے کو ثواب عذاب اخروی کے بیان کرنے پر بھی بس نہیں کی بلکہ حسب حال انکے لیے قوانین مقرر فرمائے اور ایکٹ جاری کیے زانیوں شرابیوں اور چوروں کے لیے حدود مقرر کیں۔ قرآن میں صاف ارشاد ہے اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا (قرآن) کہ زانی مرد اور عورت کو سو سو درہ لگاؤ۔ اور چور (مرد ہو یا عورت) کے ہاتھ کاٹ ڈالو اسی طرح شرابی وغیرہ کے لیے بھی عملی نمونے موجود ہیں۔ ایک جگہ جامع کلمات پسندیدہ میں قرآن شریف نے صاف ارشاد کیا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ کہ معافی کو اپنا شیوہ بنا اور لوگوں کو بھلے کام بتلا اور جاہلوں اور نااہلوں سے منہ پھیر۔ اسی آیت کی شرح جناب رسالت مآب سید الانبیا فخر عالم افتخار بنی آدم فداہ روحی کی زبان الہام ترجمان سے یوں ہو چکی ہے اَنْ تَصِلَ اِلٰى مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ (حدیث) جو تجھ سے توڑے تو اس سے جوڑ اور جو تجھے

بدی اوسکو دی اور جو تجہ پر ظلم کرے اسے معاف کر ہاں اسلام نے اخلاق پہیلانے میں قانون قدرت اور نظام عالم - اور انسانی تقاضائی طبیعت تینوں کو ملحوظ رکہا ہے ان تینوں کا بیان اس آیت قرآنی میں ہے جس میں ارشاد ہے جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (قرآن) کہ برائی کا بدلہ اوسی جتنا لینا جائز ہے اور اگر معاف ہی کردو تو بہتر ہے - اسلیے کہ ہمیشہ کے لیے معافی کا فرض کردینا طبیعت انسانی سے بالاتر اور نظام کے مخل ہے - اور اس آیت قرآنی نے بہی قانون فطرت کو ملحوظ رکہا ہے جس میں ارشاد ہے كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا (قرآن) کہ دنیا کی سب حلال چیزیں کہاؤ اور خدا کا شکر بجا لاؤ اس امر کو ہم پہلے تمہید میں بیان کر آئے ہیں کہ نظام عالم میں سلسلہ استعمال بڑا ضروری سلسلہ ہے اور اس سلسلہ میں استعمال کرنے والا فقط انسان ہی ہے اس مضمون کی شاخ دور تک جانیوالی ہے اہل الرائے اس میں غور کریں اور نتیجہ پاویں -

روحانی حالت

مختصر یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی بہی مثل اور چیزوں کے ایک حد ہے جسے اسلام نے خوب ہی ملحوظ رکہا ہے چنانچہ اس وجہ سے کہ بعض کوتہ اندیشوں کو یہ خیال بہی نہ ہو جاوے کہ مخلوق کی کسی حالت میں دل شکنی اچہی نہیں جس سے وہ لوگوں کے ہر ایک بری بہلے کام میں شریک ہو جائیں جس کی وجہ سے انکی اخلاقی حالت گو ایک درجہ بڑہ جائے مگر حقیقتاً نہیں بڑہی بلکہ روحانی طاقت میں سخت ضعف آنیکا خطرہ ہے اس لیے صاف لفظوں میں فرمایا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (قرآن) کہ اگر تیرے ماں باپ بہی تجہ سے چاہیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے تو انکی بہی نہ مان -

کیونکہ اس قسم کے اخلاق روحانی طاقت کو مضر ہیں - ایک حدیث نبوی میں صاف ارشاد ہے کہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ کہ خدا کی معصیت اور نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت اور فرمانبرداری ہرگز جائز نہیں غرض روحانی ترقی کا دارمدار صرف اسپر ہے کہ روح خدا کی مرضی پر چلے - قرآن شریف نے ایک جگہہ اشارہ کیا ہے کہ انسان کی روحانی حالت جب درست ہوتی ہے أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (قرآن) کہ ذکر الٰہی سے سکو چین اور رحمت ہو ایک مقام میں فرمایا کہ خدا کے نیک بندے وہ ہیں إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ جب خدا کا ذکر کیا جائے تو انکے دل کانپ جائیں اور خدا کے آگے گڑگڑائیں - ایک حدیث نبوی میں یہ مذکور ہے کہ روحانی کمالیت والے وہ لوگ ہیں کہ انکو دیکہنے سے خدا یاد آوے روح کی بڑی ترقی اور اعلی درجہ کی کمالیت اسی میں ہے کہ وہ معرفت الٰہی اور اسکی صفات کاملہ میں غور کرے اور انکے اقتضا پر

قرآن شریف نے اصل اصول کو بھولجانے والوں پر سخت خفگی فرمائی ہے اور لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (قرآن) کہ تم بھی ان لوگوں کیطرح نہ ہو جنہوں نے خدا کو بھلا دیا جسکی سزا انکو یہ ملی کہ خدا نے انکو اپنی فکر سے غافل کر دیا یعنے روحانی ترقی انکی مسدود کر دی اور یہی لوگ فاسق اور بدکار ہیں اس میں کیا شک ہے کہ جب انسان کی روح مادہ سے مجرد ہے تو خدا کی طرف اسکا میلان ہونا اور جھکنا ایک طرح سے اقتضا طبعی ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ہر چیز کا کمال اسکے اقتضا طبعی کے تمام ہونے پر ہے پس روح کی کمال ترقی اس میں ہے کہ وہ خدا کی مرضی کی ہر وقت مشاق ہو۔ اسلیے کہ اسی شق پر اسکی ہمیشہ کی زندگی موقوف ہے جسکو عرف شرع میں قیامت کہو یا عقبی اسلام نے جس قدر مفصل ذکر عقبی کا کیا ہے اور کسی چیز کا شاید ہی کیا ہو۔ کیونکہ ابتدا اسلام کی سخت مخالف قریش عرب تھے جو بالکل عقبے سے منکر اور سخت ضدی تھے۔

انکے سمجھانے کو قرآن شریف نے متعدد مقامات میں متعدد طریق سے بیان کیا ہے۔ وہ لوگ اسلام کے اس کہنے سے کہ تم مر کر پھر زندہ ہوگے اور اپنے نیک و بد کی جزا سزا دیکھوگے رنجیدہ ہو کر کہتے تھے ءَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ (قرآن) کہ کیا ہم مر کر پھر زندہ ہونگے ملکہ اور لوگوں کو تعجب سے کہتے تھے هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ (قرآن) کہ آؤ ہم تمہیں ایسا شخص بتلاویں جو کہتا ہے کہ مر کر پھر زندہ ہوگے اس جزا سزا کی ضرورت کو ذہن نشین کرنے کو قرآن شریف نے مختلف طریق اختیار کیئے ہیں۔ کہیں عظمت خداوندی بتلائی گئی ہے کہیں انسان کی بے ثباتی اور احتیاج دکھلائی گئی ہے کہیں یہ کہکر کہ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (قرآن) کہ کیا ہم نیکوں کو مثل بدوں کے کر دیں گے ایک جگہہ فرمایا ہے أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى (قرآن) انسان سمجھتا ہے کہ میں شتر بے مہار ہی رہونگا اس امر کی بھی قرآن شریف نے خوب ہی تفصیل کی ہے کہ عقبے میں جزا سزا کیا ہوگی نیک لوگوں کے لیے دائمی عیش ہمیشہ کی رحمت جسے جنت کہو یا بہشت ایسی نعمت کہ لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ نہ کسی آنکھہ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی دل پر اسکا خیال گذرا وہ رحمت کیا ہوگی سراسر رحمت جس میں کسیطرح کا رنج اور کدورت نہ ہو۔ اسلیے کہ قانون فطرت ہمیں بتلا رہا ہے کہ ہر ایک چیز ایک حد تک اپنا کام دیکر ہمیشہ کے لیے اس سے سبکدوش ہوجایا

کرتی ہے خواہ اس سبکدوشی کو اپنے محاورہ میں پنشن کہو یا کچہ اور - اسیطرح کسی سخت جرم کی پاداش میں ہمیشہ کی بے عزلی بہی دستور عام ہے ایسا ہی قانون اسلام نے نیکوں اور بدوں سے معاملہ کیا ہے اور صاف لفظوں میں کہدیا ہے تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ (قرآن) کہ جنت اور بہشت ان لوگوں کے لیے ہے جو احکام خداوندی کو جو سچے رسول کی معرفت انکو بہیجے ہیں عزت کرتے ہیں اور اسکی بُری کو بتلائے ہوؤں سے بچتے ہیں اور جو لوگ اون حکموں سے منکر اور انکے خلاف رہیں انکا انجام عذاب نار ہے پس آخرت میں تو نیک و بد کا یہی اثر ہے جو مذکور ہوا دنیا میں بہی نیک و بد اعمال اپنا اثر دکہلا دیتے ہیں اسلام میں بعد اقرار توحید رب العالمین - اور اقرار رسالت فخر عالم (فداہ روحی) یعنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑہنے کے بعد سب سے مقدم نماز ہے جو ہر غریب امیر - تندرست بیمار - حاکم رعایا - نبی اور امتی - سب پر فرض ہے جس میں کسیطرح سے تفاوت نہیں کیا گیا - اس نماز کی بابت صاف ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (قرآن) کہ یہ نماز بے حیائیوں اور بدکاریوں سے روکدیتی ہے یہی وجہ ہے کہ جس کی نماز میں بوجہ کسی نقصان کے یہ خوبی نہ ہو محققین اسلام کے نزدیک اوسکی نماز درجہ قبولیت کو نہیں پہونچتی اس مضمون کی احادیث بہی بکثرت ہیں کہ انسان کی نیکی کا اثر بہی دنیا میں نمایاں ہوجاتا ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَيْسَ مِنَّا (حدیث) کہ جو شخص قرآن کو پڑہکر مخلوق سے بے پرواہ نہ ہو اور اسکے دل میں مخلوق کی طرف سے نظر بند نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں - تو گویا اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ قرآن کے پڑہنے اور سیکہنے کا (جو اسلام میں سب سے نیک کام ہے) یہ اثر ہے کہ وہ صرف خدا پر بہروسہ رکہے - ایک حدیث میں یہ بہی ارشاد ہے مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ (حدیث) کہ جس شخص کو اپنے رزق میں فراخی اور بعد مرنے کے مدت دراز تک نیکی سے یاد رہنا پسند ہو وہ اپنے رشتہ داروں سے سلوک کرے -

قرآن پاک میں ارشاد ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (قرآن) کہ جو لوگ خدا کو مان کر اسکے احکام کی پابندی کرتے اور مناہی سے بچتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں میں خوشخبری ہے یہی لوگ خدا کے دوست ہیں نہ انکو خوف ہے نہ غم - آیت قرآنی میں اعمال بد کے بُرے اثر کی طرف بہی اشارہ ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (قرآن) کہ تمام

انسان کی ہستی کی غرض

جہان میں انسانوں کی بداعمالی سے خرابی پھیل جاتی ہے۔ ایک جگہہ فرمایا لَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (قران) اگر خدا ظالموں کو دفع نہ کرے تو تمام زینت بگڑ جائے واقعی اگر غور کیا جائے تو گناہ کرنے والا گویا اپنی ہستی کی غرض سے ناواقف ہے یا باوجود واقف کے اسکے خلاف کرتا ہے۔ قرآن شریف میں اس مضمون کو کہ انسان کی ہستی سے غرض کیا ہے صاف لفظوں میں بیان کیا ہے مَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ وَالْجِنَّ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ میں (خدا) نے جنوں اور انسانوں کو اسلیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری توحید کو پہچانیں اور میری عبادت کریں۔ نظام عالم بھی اسیکا راہ نما ہے جیسا کہ ہم پہلے تمہید میں کہہ آئے ہیں کہ تمام اشیاء دنیوی انسان کے لیے مستعمل ہیں تو انسان کا بھی کسیکام میں مستعمل ہونا ضروری ہے سچ ہے اور بالکل سچ ہے۔ ع

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند | تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ایں ہمہ بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار | شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

اس قول میں سعدی مرحوم نے تمام دنیا کی فلاسفی کوٹ کر بھر دی ہے۔ قرآن شریف میں خدا نے ایک جگہہ انسان کی ترقی تنزل کا ذکر عجیب ہی پیرایہ میں کیا ہے جہاں تبلایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (قران) کہ ہمنے انسان کو عجیب صورت اور پیدایش میں پیدا کیا (تمام جہان پر اسکو فوقیت دی) پھر (اسکی بدکاریوں کی وجہ سے) اسکو سب سے نیچے گرا دیا۔ لیکن اون لوگوں کو نہیں گرایا جو خدا کی خدائی اور اسکی ربوبیت حکومت کو مانیں اور نیک کام کریں انکے لیے دائمی اجر ہے۔

انسان کی ہستی کا دوسرا حصہ

اس امر کو شاید بہت لوگ جانتے ہیں کہ ہم خدا کے بندے اور اسکے ماتحت ہیں مگر افسوس کہ عملی پہلو میں اکر معاملہ دگرگون ہو جاتا ہے سو اسکا علاج اور اس بے ثباتی کا تدارک قرآن شریف نے نہایت ہی مختصر مگر شستہ اور معانی کے بھرے ہوئے الفاظ میں بیان فرمایا ہے جہاں ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ کہ جن لوگوں نے خدا کو اپنا مالک سمجھا پھر اسی پر مضبوط رہے یعنی گاہ بگاہ جی کو یہ سمجھاتے رہے کہ ہماری ناچیز ہستی کسی زبردست ہستی کے تابع ہے) ان پر خدا کی طرف سے فرشتے آتے ہیں اور انکو تسلی دیتے ہیں کہ تم کسیطرح کا خوف اور غم نہ کرو بلکہ جنت کی

خوشی سنکر خوش ہو جسکا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ایک مقام میں فرمایا وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ
نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (قرآن) کہ جو کوئی خدا کے محکمہ میں کھڑا ہونے سے
ڈرجاوے اور اپنے نفس کو بری باتوں سے روکے اسکے لیے جنت ہے۔ ایک حدیث نبوی میں ارشاد ہے کہ
اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ تو خدا کے حقوق محفوظ رکھ خدا تجھے محفوظ رکھے گا
خدا کی مرضی کا سب کاموں میں لحاظر رکھ خدا کو تو اپنے سامنے پاویگا ایک حدیث نبوی میں ارشاد ہے کہ
اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ جہاں کہیں تو ہووے خدا سے ڈرتا رہ اس غرض کے پورا کرنے کو
اس سے بڑھ کر کوئی عمدہ اصول نہیں کہ انسان اپنی ہستی کو کسی زبر
دست سرب شکیتمان کے تابع جانے اسی امر کی طرف قرآن شریف رہنما ہے جہاں فرمایا اَفَرَاَيْتُمْ مَّا
تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ
عَلٰى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا
تَذَكَّرُوْنَ اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ
حُطٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ اَفَرَاَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ
ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (قرآن)
بتلاؤ تم جو عورتوں کے رحموں میں منی ڈالتے ہو اوسکو ہم پیدا کرتے ہیں یا تم کرتے ہو حالانکہ تم پیدایش اول
کو جان چکے ہو پھر سمجھتے نہیں ہو۔ بتلاؤ جو کچھ تم کھیت وغیرہ کرتے ہو اوسکو تم پیدا کرتے ہو یا ہم اگر
ہم چاہیں تو اُس سب کو خشک ایندھن بنادیں پس تم باتیں ہی بناتے رہجاؤ کہ ہائے ہم قرضدار ہوگئے
ہائے ہم بے نصیب ہوگئے بتلاؤ جو پانی تم پیتے ہو کیا تم اسے اتارتے ہو یا ہم اگر ہم چاہیں تو اسے
کڑوا کردیں پس شکر کیوں نہیں کرتے ایک جگہہ فرمایا قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ
بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ کہ اگر تمہارا پانی خشک ہوجائے تو سوائے خدا کے کون تمہیں پانی دے۔ ایک جگہہ فرمایا کہ
اگر خدا تمپر دن قیامت تک دراز کردے تو سوائے خدا کے کون تمکورات لاوے جس میں تم آرام کرو غرض
جسقدر اس مضمون کی آیات قرآن شریف نے بیان کی ہیں ان میں خدا کی با اختیار حکومت دکھا کر بنی آدم
کو خدا کی طرف جھکانا اور ہر وقت اسی کی طرف نگران رہنا سکھایا ہے تاکہ انسان اپنی ہستی کو ایک بڑی زبردست
سرو شکیتمان کے محتاج جانے اور اسکی خلاف ورزی کو اپنے لیے مضر سمجھے جب اس اصول کو ملحوظ رکھیگا

توسید فیاض کی اسکے لیے ہر طرح کے فیضان ہونگے یہی حواس خمسہ ظاہری (آنکھہ ۔ ناک ۔ کان ۔ زبان لیس) جو اسکے لیے ذرائع علم ہیں اور بوجہ عدم استعمال سناسب ناکارہ ہوگئے ہیں اپنے اپنے مطالب ادا کرنے کو سمہ تن چست ہوجائیں گے ۔

قرآن شریف نے علم حاصل ہونے کے چار ذریعے بتلائے ہیں ایک تو حواس خمسہ دوم خبر عام صلحا کی سوئم خبر نبی اور رسول کی چہارم عقل ۔ قرآن شریف نے ان لوگوں پر بہی خفگی کی ہے جو حواس ظاہری سے کام نہیں لیتے فرمایا صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (قرآن) یہ لوگ گونگے ہیں بہرے اندہے ہیں پس حق کی طرف نہیں پہرتے ایک جگہہ فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا (قرآن) اگر تمہارے پاس کوئی بدکار آدمی خبر لاوے تو اُس سے دریافت کرلیا کرو ایسا نہ ہو کہ غلطی سے تم ایسا کام کرگذرو جس سے تمہیں بعد میں ندامت ہو ۔ خبر رسول کی بابت تو اسقدر تاکید ہے کہ صاف لفظوں میں فرمایا لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (قرآن) کہ رسول کی پکار کو اپنی پکار کی طرح مت سمجھو ۔ ایک جگہہ عقل سے کام لینے کی طرف توجہ دلاتے ہیں جہاں فرمایا قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوْا مَا بِصَاحِبِکُمْ مِّنْ جِنَّۃٍ (قرآن) تو اے محمد اپنے مخالفوں سے کہدے کہ آؤ میں تمہیں ایک بات بتلاؤں (جس سے تمہارے اور میرے سب جہگڑے طے ہوجائیں گے) وہ یہ کہ تم جمع جمع اور اکیلے اکیلے ہوکر سوچو کہ (میں جو تمہاری ہر بُری بات میں مخالفت کرتا ہوں) مجھے جنوں تو نہیں پس بعد سوچ اس امر کے نسبت معلوم ہوجائیگا کہ نہیں پس میری مخالفت کو ایسا سرسری نہ جانو گے عقل والے لوگوں کو قرآن نے کئی جگہہ مخاطب کیا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ عقل والے ہمارے آئتوں میں غور کریں ۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ ؏

سپیکر کے بیٹھنے پر پریسیڈنٹ مجلس (جناب حکیم صاحب) نے کہا کہ

"مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے محبت بہرے الفاظ آپ کو بہت پسند آگئے ہونگے میں اپنی طرف سے اور آپ صاحبان کی طرف سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اب بابو بیچارام چیٹرجی صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ آپ اپنے خیالات سے ہمیں خوشوقت کریں"

بابو بیچارام صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور سب سے پہلے سر جہکا کر آپنے ایشر کی پرارتہنا وید شرتیوں میں کی حمد یہ الفاظ کے بعد آپنے جو تقریر کی چونکہ اس میں کثرت سے سنسکرت کے الفاظ تھے اور بعض تو فقرہ کے فقرہ

ہندی بہاشہ تھے اسلیئے ہمارا رپورٹر انکی تقریر کا متعاقب نہ ہو سکا - اور نہ بابو صاحب موصوف نے ہی اپنی تقریر آجتک ہم کو بھیجی ہے جسکی بابت ان سے کئی دفعہ درخواست تقریری اور تحریری طور سے کی گئی علاوہ ازیں اسوقت جبکہ رپورٹ زیر طبع ہے - بابو صاحب موصوف لاہور سے چلے گئے ہیں - اسلیئے مجبوراً ہم اس جگہہ آپکی تقریر کے اوس خلاصہ کو درج کرتے ہیں جو ہمارے خلاصہ نویس رپورٹر نے وقت تقریر کیا تھا - ہم اپنے ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ اس خلاصہ میں وہ تمام باتیں آگئیں جو بالتفصیل بابو صاحب نے تقریر میں بیان کیں - اس موقعہ پر یہ افسوس ظاہر کرنا کوئی امر بیجا نہ ہوگا - کہ بعض احباب نے باوجود بار بار خطوط لکھنے کے تقریر بھیجنے کی طرف توجہ نہیں کی حتے کہ بعض کی خدمت میں رجسٹری خطوط گیئے - بعض کے پاس کچہ ممبران اگزکٹو کمیٹی دہرم مہوتسو بہی گئے - لیکن نہ معلوم کونسی وجوہ ان بزرگوں کو مانع ہوئی کہ اونہوں نے ہر طرح اپنی تقریر کو رپورٹ میں درج کرانے سے پہلوتہی کیا - امروز فردا کے وعدہ میں یہ وقت آگیا ہ

جناب بابو بہیارام صاحب چٹرجی سابق پریزیڈنٹ آریہ سماج سکھر

(خلاصہ تقریر)

اوس خدا کی جو اشجار - انہار - زمین آسمان - سورج - آگ میں ہے میں حمد کرتا ہوں + مذہب کے معنے اور کچہ نہیں صرف میل و محبت ہیں - مذہب کا ارتھ ایک لفظ میں گویا محبت ہے - لوہا آگ میں دھونکے جانے کے باعث آگ ہوجاتا ہے ایسا ہی ایشر کے پریم کی اگنی سے دل پگہل جاتا ہے - اور باوجود انسان ہونے کے ہم ایشر سے اتحاد کر سکتے ہیں دنیا میں جو کچہ ہو رہا ہے وہ سب خدا کے لیے ہے جیسے سورج کی روشنی ایک ہے لیکن وہ مختلف روشنیوں کی مرکب ہے ایسا ہی مختلف طبیعتیں مختلف رنگوں کو پسند کرتی ہیں مگر یہ سب رنگ ملکر ہی ایک سورج کی روشنی میں ختم ہوتے ہیں - اسیطرح ساری دنیا میں ایشر کی یہ قدرت ہے کہ مختلف قسم کے مذاہب اور خیالات سب ایک ایشر میں سے ہی ہیں اور اس میں ختم ہیں یہ ضروری تھا کہ اختلاف ہو اگرچہ ہر ایک شخص یہی چاہتا ہے کہ میرے باغیچہ میں ہر ایک قسم کا پہول ہو - عام لوگوں کا منہ اور کپڑا نہیں ملتا - سب کے منہ آپس میں اگر ملتے تو وقت ہوتی شناخت نہ ہو سکتے - مجھے کیوں ڈاڑھی دی اور عورت کو نہیں دی - اس میں ہماری خواہش نہیں بلکہ خدا کی خواہش پوری ہوتی ہے - اور ہم سب کو نیچر کے موافق ہونا چاہیئے -

انسان کی ہستی کا مقصد کیا ہے - اور کس ذریعہ سے ہو سکتا ہے - میں اسپر بحث کروں گا مذہب

کے ذریعہ سے ہے انسان کی زندگی کا مقصد حاصل ہوسکتا ہے۔ دنیا میں ایک سو ساٹھ کروڑ آدمی کوئی نہ کوئی مذہب رکھتے ہیں۔ بدھ ۵۰ کروڑ۔ عیسائی ۴۰ کروڑ۔ مسلمان تیس ۳۰ کروڑ۔ ہندو ۲۵ کروڑ۔ مختلف مذہب ۵ کروڑ۔ ہر آدمی کی آرزو ہے کہ سکھ ملے۔ دھرم سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ شہد سے بڑھکر اور کوئی میٹھی چیز نہیں ہے مگر اب اس میں تلخی ہوگئی ہے جسطرح تلی اور جگر کے اچھا رہنے سے صحت انسان ہے اور انکا خراب ہونا عوارض کا موجب ہے۔ ایسے ہی مذہب کے عوارض بھی نقصان پیدا کرتے ہیں۔ جسکے دل میں محبت نہیں وہ روحانی بیمار ہے۔

خوشی کے حصول کے لیے جو مقصد زندگی کا ہے۔ میں وہ بیان کروں گا جو آریہ دھرم میں سکھلایا گیا ہے آریہ ازم سب کو فائدہ پہونچاتا ہے۔ افسوس لوگ لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں خدا کا شکریہ ادا نہیں کرتے بلکہ ہنسی اڑاتے ہیں۔ سوسائٹیوں میں پہلا اصول یہ ہے کہ مباحث مذہبی کو بالکل چھیڑا نہ جائے آجکل کی تعلیم کا یہ مقصد ہے کہ بابو بنجاویں اور خدا کا خیال نہ کریں حقیقی رشتہ دار جسقدر ہیں وہ ناجائز اور بیوی کی طرف کے جو رشتہ دار ہیں وہ جائز۔ اسی طرح مختلف قسم کی برائیاں کرتے ہیں اس تعلیم نے اچھے آدمی نہیں پیدا کیے بلکہ گناہ کے لیے عمدہ طریق سوچتی ہے۔ دفتروں میں ہیڈ کلرک رشوتیں لیتے ہیں تو اس تعلیم کے ذریعہ اسطرح کہ کسیکو معلوم نہ ہو۔

برھم چریہ حصول ودیا کا نام ہے۔ ابتدا میں یہ زمانہ پچیس سال تھا اور عمر سو سال ہوتی تھی۔ آج کل اسکا عمر ۴۰ سال ہے اب اگر ۲۵ سال میں شادی کریں تو ناجائز طور استمنا کرتے ہیں۔

مذہب کی طرف توجہ نہیں گروہوں سے تمسخر کرتے ہیں۔ طالب علمی میں ایشر کی طرف سے سکھلا دیا اور آتمک سکھلا دیا ضرور تھا۔ آپ مسلمان لوگ قرآن پڑھاتے ہو میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں جب ایام طالب علمی میں مذہبی دلچسپی پیدا نہ ہو کچھ نہیں مذہب کے بغیر کوئی ترقی نہیں ہوسکتی۔ ہم اہل اسلام کو یہ خاص مبارکباد دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف اگر ہندوستان میں چندے یہی حال رہا تو دہریت پھیل جائیگی۔ مذہبی تعلیم جب تک نہ ہو۔ قوم نہ بنے گی۔

شادی کرنا زندگی کا دوسرا اصول ہے۔ شادی کرنے سے پہلے ہی نوجوان اما مل (مخرب اخلاق) ناول اور ناٹک پڑھتے ہیں جنکے نام سے گندہ مذاق پیدا ہوجاتا ہے خدا پرستی اصل میں اصل گھر ہے۔ اسلیے خانہ دار کو خدا پرست ہونا لازم ہے۔

درمیانی کی ضرورت نہیں - خدا اور انسان کے درمیان تیسرا کوئی نہیں - آپ لوگ جو قربانی دیتے ہیں - جانوروں کی قربانی کی بجای اپنے نفس کی قربانی کرو - خدا پرست اگر نہیں تو کچھ نہیں -

بابو بیجا رام صاحب کی تقریر کے مذاقیہ حصے نے لوگوں کو بہت ہی ہنسایا - بابو صاحب موصوف کے بعد جناب حکیم صاحب (پریسیڈنٹ) نے پنڈت گوردہن داس صاحب کو بلایا جو فری تھاٹ (آزاد خیال) کی طرف سے وکیل تھے آپ کی تقریر انگریزی میں تھی - آپ سے اگزکٹو کمیٹی نے التجا کی - کہ آپ اپنی تقریر اردو میں بیان فرماویں - لیکن اونھوں نے انگریزی میں ہی تقریر کی - اور آخر میں خلاصہ کے طور پر کچھ بیان اردو میں کیا ہم ذیل میں اس انگریزی تقریر کا ترجمہ درج کرتے ہیں جو اگزکٹو کمیٹی نے ایک لائق مترجم سے اپنے خرچ پر کرایا ہے

جناب پنڈت گوردہن داس صاحب فری تھنکر

انگریزی تقریر کا ترجمہ

جناب میر مجلس صاحب اور دیگر معزز صاحبان -

جو مضمون کارکن کمیٹی دہرم مہوتسو نے ان اجلاس میں زیر بحث ٹھرائے ہیں وہ کچھ اس قدر مفید اور اہم ہیں - اور ساتھ ہی اپنے اپنے انداز میں اسطرح ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں کہ ایک شخص اس امر کا فیصلہ کرنے کے لیے نعل در آتش ہو رہا ہے - کہ کس مضمون کو انتخاب کرے اور کس کو چھوڑ دے - تاہم اس اضطراب و کشمکش سے بچنے کے لیے مجھے اور کوئی صورت اسکے سوا نظر نہیں آتی - کہ میں اس محدود وقت کو - جو مجھے دیا گیا ہے زیر نظر رکھکر برعایت اختصار تمام مضامین مجوزہ پر کچھ بیان کروں - لیکن اپنے خیالات کے اظہار سے پہلے پہلے میں ایک ضروری امر کی طرف آپکے توجہ منعطف کرنا چاہتا ہوں جسکی طرف امریکہ کا مشہور و معروف فاضل - اور فری تھاٹ کا معزز وکیل (ایڈوکیٹ) کرنل انگرسال اشارہ کیا کرتا ہے - اور جس امر کی طرف کل ہی تھیوسوفیکل سوسائٹی کے ممبر مسٹر بردداکھنڈ صاحب لہری نے آپ کو متوجہ کیا تھا اور وہ یہ ہے کہ ہمکو نئے خیالات اور جدید آرائی کا محاسبہ اور محاکمہ کرنے کے لیے - اور خصوصاً ایسے خیالات کو جو ہماری خیالات کے مخالف اور نقیض ہوں نہ صرف صبر و تحمل اور ایک ٹھنڈے دل کے ساتھ ہی سننا چاہیے بلکہ ہمیں کچھ وقت کے لیے بھول ہی جانا چاہیے کہ ہم ہندو ہیں یا مسلمان یا عیسائی بلکہ ہمکو صرف یہ خیال کرنا چاہیے - کہ ہم انسان ہیں - ہاں معزز صاحبان - انسان صاحب عقل و فراست اور وہ انسان

جو سوچ بچار رکھتے ہیں ۔ اور معقول پسند ہیں ۔ اور حق تو یہ ہے کہ اس سے بہتر اور کونسا خطاب یا خریف تر لقب ہماری لیے ہو سکتا ہے جو صحیفہ فطرت کے مخلوق میں سب سے افضل اور اشرف تر نمونہ ہے ۔ اب میں اپنے مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں انسان کی مختلف حالتیں ۔ اسکی زندگی کے اغراض ۔ ان اغراض کے حصول کے ذرائع ۔ انسان کی معرفت اور گمیان کا سرچشمہ اوسکی اعمال کا اثر ۔ اوس کی گذشتہ اور آئندہ زندگی ۔

یہ تمام کے تمام امور صرف اس سیدہے سادھے ایک سوال میں آسکتے ہیں کہ انسان کی وراثت کیا ہے ۔ اس معاملہ میں تاریخ ایک قیمتی اور بیش بہا چیز ہے ۔ اس سی معلوم ہوتا ہے کہ ایام ماضی میں انسان کے کیا کچہ افعال یا خیالات یا اوسکی احساس تھے اور یہہ بات ہمکو ہر وقت کام دیگی ۔ جب ہم اپنے گذشتہ نسلوں کی تجارب سے اپنے خیالات کی اصلاح کریں ۔ اور اپنے لیے ایک شرک طیار کریں ۔ ہر ایک انسان کی زندگی گویا ۔ کل بنی نوع کی زندگی کی ایک مختصر سی تاریخ ہے جسطرح ایک قطرہ کل سمندر کے لیے آئینہ ہوجاتا ہے اسیطرح ہماری خیالات ہمارے تفکرات اور ہمارے افعال ۔ کل بنی آدم کی زندگی کو منعکس کرتے ہیں ۔ لہذا تمام سلطنتیں تمام قومی ۔ اخلاقی ۔ تمدنی اور معاشرت کے اصول ۔ تمام علوم و فنون ۔ غرضکہ جو کچہ کہتے ۔ کرتے سوچتے ۔ اور سمجھتے ہیں اور یہ تمام کی تمام انسانی وراثت کے اجزا ہیں جس شخص نے حتے الامکان انہیں لے لیا ۔ وہ ایام گذشتہ کے تمام خزانوں کا وارث ہوگیا ۔ آہ یہ خیال کیا ہی ۔ عالی ۔ دلکشا ۔ اور حوصلہ افزا ہے میرے دوستو ۔ کہ میرے اور آپکے لیے ہی ۔ تمام مصلحوں نے کوشش کی ۔ تمام شہیدوں کا خون بہا ۔ تمام بہادروں نے مصائب سہی ۔ تمام ولی اور سنت لوگ دست بدعا رہے ۔ تمام باپ کوشش کرتے رہے ۔ اور تمام مائیں شفقت دکھاتی رہیں ۔ تمام شاعر مختلف حالات کی نقشے کھینچتے رہے اور ایسے ہی تمام اصحاب فکر جو کچہ زمانہ میں تہا جو کچہ عمدہ مفید اور خوبصورت تہا حوالہ قلم کر گئے ۔

لہذا اب یہ سوال ہے کہ ہماری یہ وراثت کیا چیز ہے ۔ بالفرض اگر آپ کو کل کوئی خبر دی کہ دولت رام یا امیر علی مر گیا ہے اور وراثت میں آپکے لیے ایک جائداد چھوڑ گیا ہے ۔ تو آپ ایک عجیب انبساط کی حالت میں ہو جاویں گے ۔ آپ کی زندگی اب کچہ اور ہی معنے رکہے گی ۔ اور اسکی ذمہ داریاں بہی جدید نظر آدینگی ۔ کیسے ہی جوش بہرے دل کے ساتہہ آپ یہ دریافت کریں گے ۔ کہ وہ وراثت کونسی ہے اور وہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے ۔ اسکو کیا کیا جاوے گا ۔ لیکن میں ۔ اے دوستو ۔ آپکے لیے اور ایسا ہی اپنے

لیے اس سے بھی زیادہ مفید امر کی خبر دیتا ہوں - ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانی نسلیں - جو
راہی عدم ہوئیں - ہمارے لیے اپنی محنتوں کے مشاہدات کر اور تجارب کے ثمرات چھوڑ گئیں - اور ایسا ہی جو
کچھ اونھوں نے - خوشی میں - غمی میں - زندگی میں یا موت میں اکتساب کیا - آپ جیسے معقول پسند بزرگوں سے
مجھے یقین ہے - کہ آپ کو میرے اس بیان کے قبول کرنے میں ہرگز ایسا شک یا تامل نہ ہوگا - جیسے کہ آپ کسی مذہب
کی بات سنکر کریں - جبکہ وہ اپنے خیال کے مطابق آیندہ زندگی کے پیش آنے والی باتوں کا آپ سے ذکر کرے - لیکن
میرے دوستو آیندہ جہان کی زندگی کے متعلق خواہ آپ کو یقین ہو یا آپ شبہ میں ہوں آپ ان بیش بہا خزانوں
کو حقارت سے نہ دیکھیں جو انسانی زندگی ہمکو دی گئی ہے - بلکہ ہمکو نہایت خوشی اور سرگرمی کے ساتھ اپنے
اس وراثت کو جمع کرلینا چاہیے - تاکہ ہم اپنی ذمہ واری اور اپنی طاقت کی حد کمال کا اندازہ کرسکیں -
اور بڑی دلچسپی کے ساتھ آنیوالی نسلوں کے لیے وہ باتیں چھوڑ جائیں - جو ہمکو گذشتہ بزرگوں سے ملیں۔
اب انسانی زندگی یا تو جسمانی ہے یا عقلیہ - یا اخلاقی - جہاں کہیں جسمی طاقت - یا علم - یا عمدگی اخلاق کی کمی
ہے - وہاں لازمی طور سے موت ہے اور بدقسمتی سے لیکن یہ ضروری ہے کہ بہت سے لوگ اپنے آباواجداد سے
بجای زندگی کے موت وراثت میں پاتے ہیں - کیا ہمکو اپنی زندگی کی روزمرہ کاروبار میں بے شمار نمونے ناقص
انسانیت کی نہیں ملتی - جنکے حصہ میں اسقدر زیادہ موت اور اتنی کم زندگی آئی ہے - کہ وہ زیست اور عدم
زیست کی سوال کو عدم زیست کے ساتھ ہی طے کرتے ہیں - یہ وہی غریب فلاکت کیش مخلوق ہے - جن سے
یا گلیاں معمور اور قید خانے بھرے ہوئے ہیں - جو ہمیں گلیوں اور دروازوں میں کثرت سے نظر آتی ہیں -
جن کا دامن اسقدر بدعملیوں اور سیہ کاریوں سے ملوث ہو رہا ہے - کہ اونکے لیے موت کا اندھیرا زندگی کی
روشنی سے زیادہ موزوں ہے - اونکی ساخت اور بناوٹ ہی کچھ ایسے واقعہ ہوئی ہے کہ وہ اپنی موجودہ
حالت سے کچھ اور نہیں ہوسکتی - کیونکہ ایک تو اُنکی سوشل حالت ہی ناقص ہے دوسرا سوسائٹی کی اغراض اور
مقاصد بھی انہیں زندگی کی بہ نسبت موت کے لیے زیادہ طیار کرتے ہیں - بجای اسکی کہ ہم اس انسانیت
کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑیں - ہماری کوشش اور کامل توجہ اسی میں ہوگی کہ یہ رشتہ قطع ہو - اب ہم ایک نگاہ
اپنی جسمانی وراثت پر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں - کہ اہل سلف کو کیسے جسمانی طاقت اور جسمانی تکلیف کی
برداشت کی ہمت تھی - جسمانی قوت اور خوبصورتی کی وہ کیسے کامل نمونے تھے جیسے کہ ہمیں اپنے قومی علم
ادب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے - یہ کیوں صرف اسی لیے کہ اونہیں ہر روز اپنے جسم کی احتیاط تھی

نہیں اپنے ہر ایک عضو۔ نہیں نہیں بلکہ ہر ایک عضلہ اور شریان یا رگ و پٹھے پر نگاہ تھی اور وہ ہر قسم کی ورزش کر لیتے تھے۔ جس سے انکے تمام نظام جسم میں زور، طاقت، خوبصورتی اور ایک طرح کی جان پیدا ہو جاوے جمناسٹک کی ورزشیں۔ اور روزانہ غسل گویا انکا معمول تھا۔ اور ہر ایک اپنے ہمسایہ یا ساتھی کی خوبصورتی اور اسکی ورزشی کرتبوں میں نہ صرف دلچسپی ہی لیتا تھا۔ بلکہ ویسے ہی جسمانی عمدگی اور ویسی ورزش کی جانچ حاصل کرنے کے لیے اسکے پاس جاتا تھا لہذا ہماری وراثت کا ابتدائی اور پہلا حصہ بھی عجیب و غریب باتیں ہیں۔ اور وہی خوشیاں ہیں جو ہمارے بزرگوں کو جسمانی طاقت و خوبصورتی میں حاصل تھیں اور ہمیں اپنی زندگی کے جسمانی حصہ کو قائم رکھنے اور بہتر بنانے کے لیے اپنے تجربہ ہیں۔ وہ تمام چیزیں لانی چاہییں۔ جو اس امر کے حاصل کرنے میں مفید ہو سکیں۔ ہماری بدقسمتی سے ہمارے خیالی قیاسوں اور نظری باتوں نے بہت حد تک ہمیں اپنی وراثت کے اس پہلے حصہ سے محروم کر دیا ہے اونکا حکم یہ ہے کہ ہم اپنے جسم کو دبائے رکھیں۔ نفسانی خواہشوں کو ماریں اور لذات اور شہواؤں کو روکیں جس سے کہ زندگی بھوگنے کی استعداد اگر بالکل مر نہیں جاتی۔ تو بالکل دب جاتی ہے۔ غسل کرنا ایک رسم ہو گئی ہے اور جمناسٹک ایک نا تعلیم یافتوں کی کھیل ہے جو ہفتہ میں ایک دفعہ ہو گی۔

خیالی قیاسات اور مذہبی امور ہی نہیں بلکہ آجکل کی تہذیب بھی اس معاملہ میں قابل الزام ہے بڑا بھاری نقص جو موجودہ تہذیب میں ہے وہ یہ ہے کہ جسمانی قوتوں کی پرورش کرنے کو بہت ہی کم وقعت سے دیکھا گیا ہے۔ بلکہ میلان اسطرف ہے۔ کہ جسمانی تعلیم و تربیت کی ضرورت کو بھلا دیا جاوے یا کم سمجھا جاوے۔ صاحبان اس امر کو جتا دینا میں کوئی ضروری نہیں سمجھتا۔ کہ یہ حالت ہمارے لیے بطور ایک قوم کی کیسے خطرناک ہے اور کہاں تک یہ آہستہ آہستہ لیکن یقینی طور پر ہماری قوم کی جسمانی حالت کو برباد کریگی

بعض سکولوں اور کالجوں کے بچے جسمانی ورزشوں اور کھیلوں میں شریک ہونے لگے ہیں لیکن یہ اسطرح پر نہیں کہ یہ باقاعدہ تعلیم و تربیت کا ایک حصہ ہو جاوے۔ اور ہمارے نوجوان جب سکول یا کالج چھوڑ کر زندگی کے کاروبار میں لگ جاتے ہیں تو ساتھ ہی ان تمام ورزشوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ صحت اور طاقت بلاشک وشبہ ان پہلی ضروریات میں سے ہیں۔ کہ جن پر عمدہ زندگی بسر ہونا منحصر ہے جو کہ ہماری زندگی کا لازمی سرمایہ ہیں آہ ہماری زندگی کیسی ہی بیش قیمت ہو جاوے۔ اگر ہمارے ہر ایک عضلات ہر ایک رگ سے جانداری کے آثار نظر آئیں۔ زندگی کی یہ خوشنما حالت کبھی بھی نظر انداز

نہ ہونی چاہیے اور ہم سے جو کچھ ہو سکے اسی کوشش میں رہنا چاہیے کہ کوئی چیز اس خوبصورت زمین پر دنیا کو راہ سے بےراہ کر کے اسکے ہاتھ سے شاندار جسمانی زندگی کی وراثت کو ضائع نہ کردے۔ جسمانی حالت کے بعد انسان کی ذہنی یا عقلی حالت ہے۔ ایک عمدہ جسم میں ہی عمدہ دل و دماغ ہوتا ہے۔ عمدہ صحت سے صحت والے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اور اگر ہمارے خیالات اور غور و فکر پر ہی چیزوں کا اچھا یا برا ہونا منحصر ہے۔ یہ کس قدر ضروری ہے کہ ہمارا فکر اور ہماری خیالات صحیح ہوں۔ بڑی دقت تو یہ ہے کہ عوام الناس نہ غور و فکر کرتے ہیں اور نہ کریں ہی گے۔ نہ اسلیے کہ وہ قوت نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ ایک طریق سے اس قوت کو استعمال کرنے سے روکے گئے ہیں۔ "ایمان لاؤ۔ ورنہ تم ہلاکت اور جہنم کا منہ دیکھو گے"۔ یہ ایک ڈرانے کا کلمہ ہے۔ اور یہی ایک نغمہ ہے۔ جو ان تمام فرقوں سے ہمارے کانوں میں آ رہا ہے۔ جنکی ہستی خیالی قیاسات پر ہے۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ ان لفظوں پر ایمان لانے والی کثیر التعداد خلقت ایسی ہی رہی۔ جیسے کہ اتفاقاً اسے میسر آئیں۔ یہ لوگ بالکل نقلی تصویر انکی ہوں جن میں اتفاق زمانہ نے انہیں رکھا۔ اور ایسی ہی مضبوطی سے اور ایسی ہی آسانی سے وہ کسی اور فرقہ اور عقاید کے پابند ہوں۔ جیسے وہ اب اپنے اختیار کردہ فرقہ یا عقاید کے پابند ہیں۔ خواہ انکے باپ۔ ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی۔ اس یا اوس فرقہ کے ہوں یہ لوگ بلا سوچے سمجھے ویسے ہی ہوں جیسے کہ ایک بڑی مقدار کا کوئی حصہ ہوتا ہے۔ ویسے ہی یہ لوگ کسی نہ کسی فرقہ کا ایک حصہ ہیں اور اس امر سے مطلق بے خبر اور لاپرواہ ہیں۔ کہ اوس فرقہ کا نام یا اصول کیا ہیں کوئی چیز ہو انہیں ایمان لانا ہے۔ کوئی امر ہو۔ انہیں اسکی تائید کرنی ہے اور ایسی ہی کوئی بات ہو انہیں زور اور تاکید کے ساتھ اوسکی قسم یاد کرنی ہے۔ انکی زندگی کیسی ہی سست اور تیلی کے بیل کی طرح ایک ہی احاطہ میں محدود ہے۔ جو ایک آزاد۔ اور بے قید خیال کی خوشی اور اس کے عجائبات سے مطلق ناواقف ہیں۔ جنہوں نے کبھی اپنے آپ کو اس امر کا مستحق نہیں سمجھا کہ وہ مختلف امور کے متعلق خود کوئی رائے قائم کریں۔ جن میں ان خیالات کا کوئی لحاظ نہ ہو۔ جو لوریوں کی طرح ماں کی آغوش میں۔ مختلف فرقوں کے بنانے والوں نے تعلیم کر دیے ہیں۔ بڑی بھاری سدراہ جس سے انسانی عقل کو نہایت نقصان پہونچا اور جس نے اسکے نشو و نما کو روک رکھا وہ خالصتہً وہمی اور قیاسی باتیں ہیں۔ جو نوجوان کے خام دل و دماغ پر مرتسم کیے گئے ہیں۔ اس طرح کی تربیت نے جس قدر نقصان پہونچائے ہیں وہ لاتعداد ہیں۔ ان سب میں سے بڑھکر ضرر رسان جو امور ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ اولاً۔ اسکو

اصول جو محض دعوے ہی دعوے ہوں۔ اون کو بطور یقینی صداقتوں کے تعلیم کرنا ثانیاً اس کے نتیجہ میں نظری خیالات (تھیوریوں) پر مبالغے کے ساتھ زور دینا۔ اور زندگی کے عملی فرائض کو بالکل گھٹا دینا۔ ثالثاً دنیوی بہتری اور بہبودی کی طرف انسان کی توجہ کو گھٹا کر۔ آیندہ زندگی کی خوش حالی کی طرف جس کا ہمیں کچھ بھی علم نہیں اور نہ ہمارے پاس جس کی شہادت ہے۔ خیال لگانا اس بات کے کہنے میں کسی قسم کے معقول اعتراض کا خطرہ نہیں۔ کہ جو لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ اور ایسا وہ ضرور کریں گے۔ اگر انہیں اوائل میں مذہبی تعلیم ہوئی ہے۔ کہ انکا مذہب خدا کی طرف سے الہام کیا گیا ہے۔ تو وہ لازمی طور پر اپنے مذہب کی اشاعت کو جہاں تک اون کا امکان وطاقت ہے فرض عین سمجھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ صاحب اختیار وحکومت ہیں تو ہر طرح دوسروں کو ان عقاید میں اپنا ہم عقاید خیال کرنے کے لیے ترہیب وتحریص کو کام میں لادیں گے جن کی وہ خود عزت کرتے ہیں ایسا کرنے کی خواہش روکی نہیں جا سکتی اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے۔ میرے دوستو۔ میں اس امر کا یقین کرلیتا ہوں کہ آپ میں سے ہر ایک جو میرے خیال کے متعاقب ہو رہا ہے۔ اون دل کو پارہ پارہ کر دینے والے تاریخی مظالم سے واقف ہے جو ان قیاسی اعتقادات کے باعث ہر زمانہ اور ہر جگہہ واقع ہوئے ہیں۔ اور اون لوگوں کے ہاتھہ سے سرزد ہوئے جن میں ان قیاسات سے ایک روح پیدا ہوگئی تھی۔ لہذا میں یہی پسند کرتا ہوں کہ ان واقعات کو ایسے عمدہ خوشی کے موقع پر یاد نہ دلاؤں۔ میں صرف یہ کہنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں کہ وہ خوفناک قتل عام۔ مردوں۔ عورتوں۔ ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا جس نے تاریخ کی صفحوں کو اپنے وحشیانہ واقعات سے سیاہ کر رکھا ہے ہمیشہ اونہیں احکام کی خاطر ہوا۔ جو بیان کیا گیا ہے۔ کہ آسمان سے نازل ہوئے۔ اگرچہ زمانہ حال کے عذر تجویز کرنے والوں نے یہ امر پیش کیا ہے کہ یہ سب ظلم وتکالیف انسان کی رفاہیت اور فائدہ کے لیے ہوئے۔ لیکن ایک عام دوستانہ طریق پر کہتا ہوں کیا ہمیں یہ حق حاصل نہیں۔ کہ ہم ان اعتقادات کا اندازہ انہیں ثمرات سے لگائیں جو ان سے پیدا ہوئے۔ یہ امر غور طلب نہیں کہ ان سے کیا کچھ فائدہ ہوگا۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ انکی طفیل کیا کچھ واقعہ ہوا۔ ایک انسان اپنے ہم جنسوں کے برخلاف سفاکانہ جرائم کا مرتکب ہو۔ اوسکی وجہ اور کوئی نہیں۔ مگر یہہ کہ اون کے تمام دماغی قوائے دبائے گئے ہیں۔

اور انکی تمام ذہنی قوتیں۔ انکے نشوونما کرنے کے بجائے ایک ہی قسم کے خدمات کی تعلیم میں پیدائیس سے مرگ تک لگائی گئے ہیں۔ جیسے کہ ادرونکی حالت حاصل کرنے کے لیے یہ ضرور نہیں۔ کہ ہم انکی طرح کھائیں پئیں پہنیں اسی طرح یہ بھی ضرور نہیں کہ ان جیسے خوشی پانے کے لیے ہم اندھوں کی طرح انکے خیالات کی پیروی کریں۔ یہہ بالکل درست ہے کہ تمام دل کے آزاد ایک ہی طرح خیال کرتے ہیں۔ خیالات میں زیادہ تر جمہوری صورت انہیں اندر رکھتے ہیں بہ نسبت اسکے کہ ہم خیال کیے ہوئے ہیں۔ کبیر صاحب نے ایک ہیئت کے مسئلہ پر بحث کرتی ہوئی اظہار کیا۔ کہ اے بزرگ خدا۔ میں تیرے ہی عقب میں تیرے متعلق خیال رکھتا ہوں۔ لیکن اندھوں کے طور پر عظیم خیالات قبول کر لینے سے خود ان کو دریافت کرنا زیادہ خوشی بخشتا ہے جب آپ اپنے آپ سوچنے کی جرأت کرینگے۔ تو آپ اس عظیم الشان دنیا کی بڑی بڑی دلوں کے مطالعہ کرکے نہایت ہی حیران ہونگے کہ کس طرح ان میں آپکے ہی خیالات منعکس ہو رہے ہیں ان بنائی ہوئے عقیدوں کی قید کو ایک دفعہ آپ ترک کریں جس سے آپکے دماغی قوای بالکل جکڑے ہوئے ہیں۔ تو پھر آپ کل دنیا کا اندازہ لگانے کے قابل ہو جاویں گے۔ سچائی کی حقیقی محبت سے دل کو بھر لو۔ تحقیق کرنے اور ثابت قدمی کی روح پیدا کر لو۔ تو پھر آپ اس جھوٹے سے چاند کو ہی زمیں پر نہ صرف لا سکیں گے بلکہ یہ تمام کا تمام آسمان نیچے آجائیگا۔ وہ دل فریب اعجاز جو سنا جاتا ہے کہ ان تمام کی روحانی طاقتوں کے ذریعہ ہی ہو سکتے ہیں۔ ابھی صرف قصہ دکھائی ہیں۔ لیکن حقیقی کارنامے جو عمدہ مشاہدہ۔ با احتیاط تجربہ اور مستقل کوششوں سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ یہ صرف ویسی حیرت افزا ہی نہیں بلکہ واقعی اور قابل یقین بھی ہیں ایک صاف اور روشن عقل کے ذریعہ انسان نے سمندروں کو عمیق تہ دیکھ لی ہے آسمان کے سربستہ رازوں کو منکشف کر دیا ہے۔ حتے کہ انسان نے اپنی زندگی کے ابتداء۔ انتہا۔ اور اسکی مقدرات کو بھی بیان کر دیا ہے اور بسبب ان خیالات کو کسی تک محدود نہیں کیا گیا۔ جیسے کہ صحت وطاقت کہیں محدود نہیں۔ ویسے عقل کی سلطنت ایک جمہوری سلطنت ہے جیسے کہ میں نے پہلے کہا ہے۔ آپ ذرا اپنے آپ کو مفروضہ اور متوہم خیالات سے آزاد کر لیں۔ اور اس دنیا کے حالات کی تشریح آپ صفا اپنے لیے کریں۔ تو پھر آپ بیشک سلف کے عظیم الشان آدمیوں کے قدم بقدم ہو جاویں گے۔ انسانی خیالات جمہوری سلطنت سے آپ رشتہ جوڑ لیں تو پھر ان شخصوں پر ہنسیں گے۔ جو اس غریب اور معصوم وقت کو ضائع کرنے والے کی طرح کہتے ہیں کہ زندگی کی غرض حاصل نہیں ہوئی جسے جہالت پر ناز کرنے نے گمراہ کر رکھا ہے

اب میں اس وراثت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو اخلاقی دنیا میں ہمکو حاصل ہوئی ہے۔ مسئلہ اخلاق
بیشک کسیقدر جسمانی صحت اور درستگی خیالات کے مسئلہ سے مختلف ہے اور اسی لیے اوسپر قابو پالینا بھی
مشکل ہے پھولوں کی تیز خوشبو کی طرح اسکی تشریح یا تعریف کرنی بہت ہی اشکال رکھتی ہے۔ یہ انسانی زندگی
کے لیے بمنزلہ خوشبو یا طبیعت کے ہے جو کہ انسان کے تندرست نشو و نما کے ساتھ نشو و نما پاتی رہی ہیں بعض
خیال کرتے ہیں کہ یہ ایک عطیہ ہے جو کسیوقت اوپر سے سب کے لیے نازل ہوا۔ اور یہ بعض اخلاقی اصول سے
جکڑا جا سکتا ہے۔ لیکن آپ بیشک سلف کے کل اخلاقی اصولوں کو ازبر کرلیں۔ لیکن تو بھی آپ ذمیمہ اخلاق
سے متصف ہونگے۔ اور ایسا ہی آپکے ذہن میں خواہ وہ ایک اصول بھی نہ ہو۔ اور آپ عمدہ اخلاق والے
ہو سکتے ہیں بات یہ ہے کہ ہم اخلاقی تاثیرات سے آغوش مادر سے ہی متاثر ہوتے چلے آئے ہیں۔ اثر
ہوا سے جو ہم تنفس کرتے ہیں اس جگہ سے جہاں ہم گذرتے ہیں۔ الغرض شروع سے اخیر تک ہماری صحت جسم
یا عقل سے کہیں زیادہ یہ اخلاقی وراثت ہے جو ہمیں سلف سے ملی ہے برخلاف ہماری ہر ایک روکنے والی کوشش
کے یہ وراثت گذشتہ نسلوں سے ہمیں ملتی ہے۔ اس میں تمام پدری صبر و تحمل۔ مادری شفقت۔ دوستانہ
محبت مہربان دلوں کی ہمدردی۔ غرضیکہ ہر ایک نیک چیز جو سورج کے نیچے خیال میں یا فعل میں آئی شامل ہے
اسلیے اور چیزوں کی بہ نسبت علی الخصوص دنیا میں اس وراثت سے الگ ہونا نہایت مشکل ہے۔ لیکن یہ
امر بھی خود قرار دادہ حکومتوں کے ماتحت میں ہے جو کہتے ہیں کہ کوئی اور نیکی ماسوا اون قابل اعتراض
مجموعہ اصولوں کی نہیں جو اونہوں نے بنا رکھے ہیں اور جو ادراک انسانی سے بالا ہیں۔ اسی قسم کا خیال
ایک قسم کا وبا ہے۔ میرے معزز دوست مجھے اس فقرہ کے استعمال کرنے سے معاف فرماویں یہ ایک خشک
باد خزاں ہے۔ جو اور تمام چیزوں سے کہیں زیادہ انسانی اخلاق کی طبعی شادابی کو تباہ کردیتی ہے۔
اور مرجھا دیتی ہے ہمکو بتلایا جاتا ہے۔ کہ یہی خیال اخلاق کا سرچشمہ ہے اسیطرح یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری
صحت کا یہی منبع ہے ان مفروضہ قیاسی اور نظری اصولون نے ہمیشہ طبعی اخلاق کی مخالفت کی ہے۔ تمام
عمدہ۔ نیک اور خوبصورت اصول اونکی نگاہ میں بے سود ہیں۔ جب تک انکی جماعت میں کوئی مشہور مقبول
عقیدہ نہ ہو اس بات کی تعلیم دینا یا اس پر جھگڑنا کہ کوئی انسان اپنے ہی کوششوں سے متصف باخلاق
حمیدہ نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ کسی بعید از ادراک چیز پر ایمان نہیں رکھتا۔ یہ گویا اُسے اپنی جائز طاقتوں
کی استعمال سے روکنا اور اُسکی اُمنگوں کا خون کرنا ہے۔ اس قسم کا عقیدہ۔ میں نہایت ادب سے گذارش

کرتا ہوں۔ انسان کے ازادہ حیثیت عرفی ہے۔ بلکہ اوس پروردگار کی مہربانی کا کفران نعمت ہی جس نے کہ جیساکہ لوگ مانتے ہیں۔ انسان کو بنایا یا پیدا کیا۔ حق بات یہی ہے اور اسیکو ہم بڑی راستی اور زور کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ انسان بذات خود نیک ہی۔ وہ راست۔ مفید۔ اور نیک چیزوں کے ساتھ انکی اپنی ہی خاطر محبت کرتا ہے۔ اور نیک راستہ کی وہ زیادہ تر پیروی کرے گا۔ اور جوں جوں اسے تجربہ اور علم واقعات کا ہوگا جن سے بنی نوع کی بہبودی مقصود ہے یا اوسکی اپنی ترقی۔ خوشی اور آرام حاصل ہوتا ہے۔ اتنی زیادہ استقامت سی قائم رہے گا۔ اور جوں جوں اسے اپنے ہم جنسوں کے ساتھ اتحاد کے حصول سے واقفیت ہوگی ویسے ہی وہ زیادہ نیکی کرے گا اسے ایسا کرنے کے لیے نہ تو کسی جلاد کے کوڑے کی ضرورت ہوگی اور نہ اسے کسی ایسے وہمی تاثیرات کے اوبہانے کی احتیاج جو کسی نامعلوم اور مشکوک طرف سی آئی ہوں "اوروں سے وہی کرو جو تم چاہتے ہو کہ تم سے کیا جاوے" کا طلائی اصول کسی تاریک دور دراز طرف سے القا نہیں ہوا۔ بلکہ انسانی خیالات کا نتیجہ ہے اور یہ ایسا ہی ہمیشہ انسانی اخلاق کے لیے بطور رہنما کے رہیگا۔ یہ نافانی اصول لاریب تمام قیاسی یا حکومت تھیوریوں سے سبقت لگیا ہے۔ کیونکہ یہ ہماری ہستی کی ساخت میں لکھا ہوا موجود ہے اور اگر کوئی واقعی خالق اور پروردگار ہے۔ اور اگر انسان اسی کی مخلوق ہیں تو جو اخلاقی اصول جو انسانی مشاہدات و تجارب اور تاریخ سے مستخرج ہوئے ہیں اور وہ عامہ عقل کے مطابق بھی ہیں۔ وہی اسکی رضی کا یقینی اور دوامی انکشاف ہے جو ہماری فطرت پر منقش ہوا ہوا ہے۔ بیانات صاحبان میںنے انسانی زندگی کی جسمانی عقل اور اخلاقی حالتوں کے دکھانے میں کوشش کی ہے اور جو کچھ ان بیانات سی نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری زندگی کی غرض بس یہی ہے کہ ہم اپنی ہستی کے تمام اجزا اور قوائے کا ہم آہنگی کے ساتھ نشو و نما کریں اگر انتخاب کی نگاہ سے وہ تمام چیزیں دریافت کر کے اختیار کرلیں جس سی نسل انسان کی بہتری اور فائدہ ہو۔ ایسا ہی اون باتوں کو ترک کریں۔ جو اسکے برخلاف ہوں۔ تو بیشک ہم زندگی کے تھیوری پر قابض ہوجائیں گے۔ اور ایک ایسے اصولوں کا ضابطہ طیار کرلیں گے۔ جو انسانی تاریخ میں سب سے پہلے مرتبہ ایک مذہبی ضابطہ اپنے لفظی معنوں میں ہوگا یہ ایک سلسلہ ہوگا کہ اسکے پیرو ایسی کامل صداقتوں کے مطابق رہکر اپنے آپ کو مبارکباد کہینگے۔ جو انکی عام عقل اور سمجھ ادراک اور خیال بلا شرط تسلیم کرلے گا۔ دنیا کی تمام سلسلوں میں جو کچھ خوبصورت اور مفید ہے وہ ہمارا ہی۔ انکی غلطیوں سے ہمیں انحراف ہے اور

اور اونکی ناقابل تعمیل احکام سے ہم کو نہایت ادب سے انکار - انکی نہ ثابت اور تصدیق ہونے والے قیاس کو ہم نہایت دلیری سے اجازت نہ دیں گے - کہ وہ ہماری زندگی اور نجات کے عملی کاروبار میں دخل دیں یہاں میں تھوڑا سا بیان اوس حالت کا بھی کر دیتا ہوں - جو لوگ کہتے ہیں کہ موت کے بعد پیش آتی ہے صاحبان آپ گھبرا نہ جاویں اگر آپ شروع میں ہی مجھ سے سنیں کہ برخلاف اون تمام باتوں کی جو کہی گئی - یا لکھی گئیں - یا تعلیم و وعظ کی گئیں - یہ تمام کی تمام قیاسی حالت (بعد از موت) محض ہوا پر محل ہے - جہانتک ایک انسان کی عقل کام کر سکتی ہے - یا ہم قابل تصدیق پہلوؤں سے غور کر سکتے ہیں - یہ حالت دوسری ہستی والی چیزوں کی حالت سے کچھ جدا نہیں - یہ حالت کوئی اُس حالت سے الگ نہیں جو ان گلدستوں کی جو میرے سامنے میز پر موجود ہیں مرجھانے کے بعد ہو جائے گی - جب یہ خاک میں خاک ہو جاوینگے - یا اوس حالت سے جو ان حیوانوں کی بعد از فنا ہوگی - یا اس حالت سے جو یہ اجرام فلکیہ بعد از انحلال اختیار کر لیں گے مادہ یا نفس خواہ آخر کار ان کا کچھ ہی جوہر ہے (اگر وہ کچھ جوہر رکھتے ہیں) یہ امر بالکل صاف اور بیّن ہے کہ اس امر کی کوئی بھی شہادت نہیں کہ ہمارا نفس (روح) ہمارے جسم سے الگ رہ سکتا ہے - روح کا جسم سے الگ ہونا - ایسی ہی داستان ہے جیسے کہ کوئی کہدے کہ حرکت متحرک چیز سے کوئی الگ چیز ہے - ایک شخص یہ سچائی کا قول کہتے ہوئے شاید شرمندہ نہ ہوتا ہو - کہ ذہنی قوائے جسم کے ساتھ ہی ہیں وہ اسکے ساتھ نشو نما پاتے ہیں اور اوسی کے ساتھ انحطاط میں آجاتے ہیں - اور جہانتک ہمارا تجربہ ہے - اسکے خاتمہ کے ساتھ ہی انکا خاتمہ ہے یہ امر ثابت کرنے کے لیے کوئی بھی شہادت ہی؟ - کہ ہمارا نفس جسکا نام روح رکھ چھوڑا ہے ہمارے جسم سے پہلے بھی تہا تو پھر کیوں موت کے بعد اسکی بقا ہو - وہ ابدی حالت جو ہماری پہلی تہی ہمارے بعد کیوں اس میں اختلاف ہو - ایک جماعت ہمکو یہہ بھی کہتی ہے - کہ ہماری روح نافانی ہی ہم بعد از موت بھی باقی رہیں گے جیسے کہ ہم سابقہ زندگی میں (پیش از پیدائش) موجود تہے - اگرچہ ہمیں اس پہلی زندگی کے متعلق کوئی امر یاد نہیں - لیکن ہم ان دوستوں سے متانت کے ساتھ دریافت کرتے ہیں کہ اگر ہمیں سابقہ زندگی مطلق یاد نہیں تو اس بات کا بھی کیا ثبوت ہے کہ ہماری موجودہ زندگی ہمیں آیندہ زندگی میں یاد رہیگی حق یہ ہے کہ اگر ہمارے سابقہ - موجودہ اور آیندہ زندگیاں بالکل ایک دوسرے سے بے تعلق ہیں - تو یہ ایک انسان نہیں - بلکہ تین جدا جدا انسان ہیں - اس قسم

کی نافانی حالت فانی حالت سے کچہ جدا نہیں ۔ مثلاً دو آدمی ہیں نتیانند اور اودی بہان نتیانند مر گیا اور پہر زندہ ہوگیا ۔ لیکن اسے پہلی زندگی مطلقاً یاد نہیں ۔ اودی بہان بہی مر گیا ۔ اور ایک اور شخص مثلاً اسکا بیٹا آتمارام اوس کا جانشین ہوگیا ۔ اب ہم پوچہتے ہیں کہ کس طور پر ۔ اودی بہان کی قسمت نتیانند سے بری واقع ہوئی ۔ دونوں نے اس حالت میں جو موت کے نام سے موسوم ہے ۔ کل یاد اور علم گنوا دیا پہلی حالت میں تو ظاہر ہی ہے وہ دونوں برابر ہیں ۔ دوسری حالت میں کوئی وجہ اختلاف نظر نہیں آتی ۔ آتمارام پر اودی بہان بیشک اپنے باپ سے جدا آدمی ہے ۔ اور نتیانند معنوی طور پر ۔ وہی پہلا انسان ہے لیکن کوئی زیادہ اپنے آپ کو پُرانا نتیانند نہیں سمجہے ہوا ۔ جیسے کہ آتمارام اپنے آپ کو اودے بہان سمجہ لے لہذا نتیانند کی پہلی زندگی ویسے ہی اوسکے لیے تاریک ہے جیسے اودے بہان کے بیٹے آتمارام کی ۔ الغرض اودے بہان کی فانی حالت اور نتیانند کی نافانی حالت دونو ہی یکساں ہیں ۔ لہذا روح کو نافانی ہیچ کا قیاس محض ایک سایہ کی طرح ہے جو خیالات کی صاف روشنی کے سامنے بجہنے ہوجاتا ہے ۔

پنڈت گوردہن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گہنٹہ کا وقفہ تہا ۔ لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تہا ۔ اس لیے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہہ کو نہ چہوڑا ڈیڑہ بجے میں ابہی بہت سا وقت رہتا تہا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بہرنے لگا اور چند ہی منٹوں میں تمام مکان پُر ہوگیا ۔ اسوقت کوئی سات اور آٹہ ہزار کے درمیان مجمع تہا ۔ مختلف مذہب و ملل ۔ اور مختلف سوسائٹیوں کے معتمد اور ذی علم آدمی موجود تہے اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتہہ مہیا کیا گیا لیکن صدہا آدمیوں کو کہڑا ہونے کے سوا اور کچہ نہ بن پڑا ۔ اور ان کہڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے رؤسا ۔ عمائد پنجاب علما ۔ فضلا ۔ بیرسٹر ۔ وکیل ۔ پروفیسر ۔ اکسٹرا اسسٹنٹ ۔ ڈاکٹر ۔ غرض کہ اعلے طبقہ کے مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تہے ۔ ان لوگوں کی اس طرح جمع ہوجانے اور نہایت صبر و تحمل کے ساتہہ جوش سے برابر پانچ چار گہنٹہ اُس وقت ایک ٹانگ پر کہڑا رہنے سے صاف ظاہر ہوتا تہا کہ ان ذی جاہ لوگوں کو کہانتک اس مقدس تحریک سے ہمدردی تہی مصنف تقریر اصالتاً تو شریک جلسہ نہ تہے لیکن خود اونہوں نے اپنے ایک شاگرد خاص جناب **مولوی عبدالکریم**

صاحب سیالکوٹی مضمون پڑہنے کے لیے بہیجے ہوئے تہے اس مضمون کے لیے اگرچہ کمیٹی کی طرف سی
صرف دو گہنٹے ہی تہے۔ لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچہ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ موڈریٹر
صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتہہ اجازت دی کہ جب تک یہہ مضمون نہ ختم ہو اتب تک کار
روائی جلسہ کو ختم نہ کیا جاوے۔ انکا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشا کے مطابق تہا
کیونکہ جب وقت مقررہ کے گذرنے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بہی اس مضمون
کے ختم ہونے کے لیے دیدیا تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب
کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ کی کارروائی ساڑہے۔ چار بجے ختم ہو جانی تہی۔ لیکن عام خواہش کو دیکہکر
کارروائی جلسہ ساڑہے پانچ بجے کے بعد تک جاری رکہنی پڑی۔ کیونکہ یہ مضمون قریباً چار گہنٹہ میں
ختم ہوا۔ اور شروع سے اخیر تک یکساں دلچسپی و مقبولیت اپنے ساتہہ رکہتا تہا۔

آج اور کل کے اجلاس نے جو اپنی شان و شوکت اور کثرت ہجوم میں چکاگو کے پارلیمنٹ اف ریلجن سے کسی حیثیت
میں کم نہ تہا اس بات کا بہی کافی ثبوت دیدیا کہ وہی وجوہ جنہوں نے ہندو اور مسلمانوں جیسے معزز ہندوستان کی جماعتوں
کو ایک دوسرے کے سخت مخالف کر رکہا ہے وہی انکو برادرانہ اخلاص کے ساتہہ ایک جگہہ جمع کر سکتے ہیں۔ ایک وقت یہہ
خیال کیا جاسکتا تہا کہ صرف پولیٹکس ہی ان دو متفرد اور متضاد جماعتوں کو باہم ملا سکتے ہیں۔ لیکن نیشنل کانگریس کی
ہسٹری اس خیال کے مؤید نہیں ہاں آج دہرم مہوتسو کے اجلاسوں نے یہ امر پایہ ثبوت تک پہونچا دیا کہ نیٹیوز (دیسی)
جو ہر طرح اتفاق اور قومی معاملات میں حقارت کی ساتہہ دیکہے جاسکتے ہیں وہ اگر عمدہ اصولوں پر جمع ہو کر کچہ کرنا چاہیں
تو ان سے بڑہکر کوئی اور آپس میں شیر و شکر نہیں ہو سکتا ہمیں امید ہے کہ یہ جلسہ مذاہب اس ضرورت کو بالضرور پورا
کریگا جسکو کوئی اور تحریک ہندوستان میں نہ کر سکے اور امید کی جاتی ہے کہ بہی خواہان ملک اس مذہبی تحریک
کی ترقی اور قیام میں اگر کسی اور وجہ سے نہیں تو یہی خیال کافی ہے کہ صرف یہی ایک پلیٹ فارم ہے جو ہندو
مسلمان اور دیگر فرقوں کو برادرانہ رنگ میں ایک جگہہ جمع کر سکتا ہے۔

بعد از نماز ظہر

اسلام

عالیجناب حضرت میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ

رسولہ الکریم

آج اس جلسہ مبارکہ میں جسکی غرض یہہ ہے کہ ہر ایک صاحب جو بلائے گئے ہیں سوالات مشتہرہ کی پابندی سے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان فرماویں میں اسلام کی خوبیاں بیان کرونگا اور پہلے اس سے کہ میں اپنے مطلب کو شروع کروں اس قدر ظاہر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ جو کچھ بیان کروں **خدائے تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف** سے بیان کروں کیونکہ میرے نزدیک یہہ بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص جو کسی کتاب کا پابند ہو اور اس کتاب کو ربانی کتاب سمجھتا ہو وہ ایک بات میں اسی کتاب کے حوالہ سے جواب دے اور اپنی وکالت کے اختیارات کو ایسا وسیع نہ کرے کہ گویا وہ ایک نئی کتاب بنا رہا ہے سو چونکہ آج ہمیں قرآن شریف کی خوبیوں کو ثابت کرنا ہے اور اسکے کمالات کو دکھلانا ہے اسلیے مناسب ہے کہ ہم کسی بات میں اُسکے اپنے بیان سے باہر نجائیں اور اسی کے اشارہ یا تصریح کے موافق اور اسی کی آیات کے حوالہ سے ہر ایک مقصد کو تحریر کریں تا ناظرین کو موازنہ اور مقابلہ کرنے کے لیے آسانی ہو اور چونکہ ہر ایک صاحب جو پابند کتاب ہیں اپنی اپنی الہامی کتاب کے بیان کے پابند رہیں گے اور اسی کتاب کے اقوال پیش کرینگے اس لیے ہمنے اسجگہہ احادیث کے بیان کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ تمام صحیح حدیثیں قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور وہ کامل کتاب ہے جس پر تمام کتابوں کا خاتمہ ہے غرض آج قرآن شریف کی شان ظاہر ہونے کا دن ہے اور ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اس کام میں ہمارا مددگار ہو آمین ۔ معزز ناظرین کو خیال ہے کہ اس مضمون کے

ابتدائی صفحوں میں بعض تمہیدی عبارتیں ہیں جو بظاہر غیر متعلق معلوم دیتی ہیں مگر اصل جوابات کے سمجھنے کے لیے پہلے انکا سمجھنا نہایت ضروری ہے اسلیے صفائی بیان کے لیے قبل از شروع مطلب اُن عبارتوں کو لکھا گیا کہ تا اصل مطلب سمجھنے میں دقت نہ ہو (۱) اب واضح ہو کہ **پہلا سوال** انسان کی طبعی اور اخلاقی اور روحانی حالتوں کے بارے میں ہے سو جاننا چاہیے کہ خدا تعالےٰ کے پاک کلام قرآن شریف نے ان تین حالتوں کی اس طرح پر تقسیم کی ہے کہ ان تینوں کے لیے علیحدہ علیحدہ تین مبدء ٹھیرائے ہیں یا یوں کہو کہ تین سرچشمے قرار دیئے ہیں جنمیں سے جدا جدا یہ حالتیں نکلتی ہیں چنانچہ **پہلا سرچشمہ** جو تمام طبعی حالتوں کا مورد اور مصدر ہے اسکا نام قرآن شریف نے **نفس اَمّارہ** رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ یعنے نفس امارہ میں یہہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو بدی کی طرف جو اسکے کمال کے مخالف اور اسکی اخلاقی حالتوں کے برعکس ہے جھکاتا ہے اور ناپسندیدہ اور بدراہوں پر چلانا چاہتا ہے غرض بے اعتدالیوں اور بدیوں کیطرف جانا انسان کی ایک حالت ہے جو اخلاقی حالت سے پہلے اسپر طبعًا غالب ہوتی ہے اور یہہ حالت اسوقت تک طبعی حالت کہلاتی ہے جب تک کہ انسان عقل اور معرفت کے زیر سایہ نہیں چلتا بلکہ چارپایوں کیطرح کھانے پینے سونے جاگنے یا غصہ اور جوش دکھلانے وغیرہ امور میں طبعی جذبات کا پیرو رہتا ہے اور جب انسان عقل اور معرفت کے مشورہ سے طبعی حالتوں میں تصرف کرتا اور اعتدال مطلوب کی رعایت رکھتا ہے اسوقت ان تین حالتوں کا نام طبعی حالتیں نہیں رہتا بلکہ اسوقت یہہ حالتیں اخلاقی حالتیں کہلاتی ہیں جیسا کہ آگے بھی کچہ ذکر اسکا آئیگا اور **اخلاقی** حالتوں کے سرچشمہ کا نام قرآن شریف میں **نفس لوّامہ** ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ یعنے میں اس نفس کی قسم کھاتا ہوں جو بدی کے کام اور ہر ایک بے اعتدالی پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے یہہ نفس لوامہ انسانی حالتوں کا دوسرا سرچشمہ ہے جس سے اخلاقی حالتیں پیدا ہوتی ہیں اور اس مرتبہ پر انسان دوسرے حیوانات کے مشابہت سے نجات پاتا ہے اور اسجگہ **نفس لوّامہ کی قسم** کھانا اسکو عزت دینے کے لیے ہے گویا وہ نفس امارہ سے نفس لوامہ بنکر بوجہ اس ترقی کے جناب الٰہی میں عزت پانے کے لائق ہوگیا اور اسکا نام لوامہ اسلیے رکھا کہ وہ انسان کو بدی پر ملامت کرتا ہے اور اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ انسان اپنے طبعی لوازم میں شتر بے مہار کیطرح چلے اور چارپایوں کیطرح زندگی بسر کرے بلکہ یہہ چاہتا ہے کہ اس سے اچھی حالتیں اور اچھے اخلاق صادر ہوں اور انسانی زندگی کے تمام لوازم میں کوئی بے اعتدالی

ظہور میں نہ آوے اور طبعی جذبات اور طبعی خواہشیں عقل کے مشورہ سے ظہور پذیر ہوں پس چونکہ وہ بُری حرکت پر ملامت کرتا ہے اسلیے اسکا نام نفس لوّامہ ہے یعنے بہت ملامت کرنے والا اور نفس لوّامہ اگرچہ طبعی جذبات پسند نہیں کرتا بلکہ اپنے تئیں ملامت کرتا رہتا ہے لیکن نیکیوں کے بجالانے پر پورے طور سے قادر بھی نہیں ہو سکتا اور کبھی نہ کبھی طبعی جذبات اسپر غلبہ کر جاتے ہیں تب گر جاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے گویا وہ ایک کمزور بچہ کی طرح ہوتا ہے جو گرنا نہیں چاہتا ہے مگر کمزوری کی وجہ سے گرتا ہے پھر اپنی کمزوری پر نادم ہوتا ہے غرض یہہ نفس کی وہ اخلاقی حالت ہے جب نفس اخلاق فاضلہ کو اپنے اندر جمع کرتا ہے اور سرکشی سے بیزار ہوتا ہے مگر پورے طور پر غالب نہیں آسکتا پھر ایک تیسرا سرچشمہ ہے جسکو روحانی حالتوں کا مبدء کہنا چاہیے اس سرچشمہ کا نام قرآن شریف نے **نفس مطمئنہ** رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝ یعنے اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پاگیا اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں ملجا اور میرے بہشت کے اندر آجا یہ **وہ مرتبہ** ہے جس میں نفس تمام کمزوریوں سے **نجات** پاکر **روحانی قوتوں سے** بھر جاتا ہے اور خدا تعالی سے ایسا پیوند کر لیتا ہے کہ بغیر اسکے جی بھی نہیں سکتا اور جسطرح پانی اوپر سے نیچے کی طرف بہتا اور بسبب اپنی کثرت اور نیز روکوں کے دور ہونے سے بڑے زور سے چلتا ہے اسیطرح وہ خدا کی طرف بہتا چلا جاتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے وہ نفس جو خدا سے آرام پاگیا اسکی طرف واپس چلا آ پس وہ اسی زندگی میں نہ موت کے بعد ایک عظیم الشان تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اسی دنیا میں نہ دوسری جگہہ ایک **بہشت** اسکو ملتا ہے اور جیسا کہ اس آیت میں لکھا ہے کہ تو اپنے رب کیطرف یعنی پرورش کرنے والے کی طرف واپس آ ایسا ہی اسوقت یہہ خدا سے پرورش پاتا ہے اور خدا کی محبت اسکی غذا ہوتی ہے اور اسی زندگی بخش چشمہ سے پانی پیتا ہے اسلیے **موت سے نجات** پاتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالے **قرآن شریف** میں فرماتا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا ۝ یعنے جس نے ارضی جذبات سے اپنے نفس کو پاک کیا وہ بچ گیا اور نہیں ہلاک ہوگا مگر جس نے ارضی جذبات میں جو طبعی جذبات ہیں اپنے تئیں چھپا دیا وہ زندگی سے نا امید ہو گیا غرض یہہ **تین حالتیں** ہیں جنکو دوسرے لفظوں میں **طبعی** اور **اخلاقی** اور **روحانی** حالتیں کہہ سکتے ہیں اور چونکہ طبعی تقاضے افراط کے وقت بہت خطرناک ہو جاتے ہیں اور اکثر اوقات اخلاق اور روحانیت کا ستیاناس کر

کردیتے ہیں اسلیئے خداتعالی کی پاک کتاب میں انکو نفس امارہ کی حالتوں سے موسوم کیا گیا اگر یہہ سوال ہو کہ انسان
کی طبعی حالتوں پر قرآن شریف کا کیا اثر ہے اور وہ انکی نسبت کیا ہدایت دیتا ہے اور عملی طور پر کس حد
تک انکو رکھنا چاہتا ہے تو واضح ہو کہ قرآن شریف کی رو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اسکی اخلاقی اور
روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقعہ ہیں یہانتک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے
بہی انسان کے اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہین اور اگران طبعی حالتوں سے شریعت کی
ہدایتوں کے موافق کام لیا جائے تو جیساکہ نمک کی کان میں پڑکر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے
ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں اور روحانیت پر نہایت گہرا اثر کرتی ہیں اسیواسطے
قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کے اغراض اور خشوع خضوع کے مقاصد میں جسمانی
طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکہا ہے اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی
نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے جیساکہ ہم دیکہتے ہیں کہ ہمارے
طبعی افعال گو بظاہر جسمانی ہیں مگر ہماری روحانی حالتوں پر ضرور انکا اثر ہے مثلاً جب ہماری آنکہیں
رونا شروع کریں اور گو تکلف سے ہی روویں مگر فی الفور ان آنسوؤں کا ایک شعلہ اٹھکر دل کو جا پڑتا ہی
تب دل بہی آنکھوں کی پیروی کر کے غمگین ہو جاتا ہے ایسا ہی جب ہم تکلف سے ہنسنا شروع کریں
تو دل میں بہی ایک انبساط پیدا ہو جاتا ہے یہ بہی دیکہا جاتا ہے کہ جسمانی سجدہ بہی روح میں خشوع
اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے اسکے مقابل پر ہم یہہ بہی دیکہتے ہیں کہ جب ہم گردن کو اونچی کھینچکر
اور چہاتی کو ابہار کر چلیں تو یہ وضع رفتار ہم میں ایک قسم کا تکبر اور خود بینی پیدا کرتی ہے تو ان نمونوں کے
پورے انکشاف کے ساتہہ کہلجاتا ہے کہ بیشک جسمانی اوضاع کا روحانی حالتوں پر اثر ہے ایسا ہی تجربہ
ہمپر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بہی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے مثلاً ذرہ غور سے دیکہنا
چاہیے کہ جو لوگ کبہی گوشت نہیں کہاتے رفتہ رفتہ انکی شجاعت کی قوت کم ہو جاتی ہے یہانتک کہ
نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک خداداد اور قابل تعریف قوت کو کہو بیٹہتے ہیں اسکی
شہادت خدا کے قانون قدرت سے اس طرح پر بہی ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جسقدر گہاس خور
جانور ہیں کوئی بہی ان میں سے وہ شجاعت نہیں رکہتا جو ایک گوشت خوار جانور رکہتا ہے پرندوں
میں بہی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے ہاں جو

لوگ دن رات گوشت خواری پر زور دیتے ہیں اور نباتی غذاؤں سے بہت ہی کم حصہ لیتے ہیں وہ بھی حلم اور انکسار کے خلق میں کم ہو جاتے ہیں اور میانہ روش کو اختیار کرنے والے دونوں خُلق کے وارث ہوتے ہیں اسی حکمت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ **قرآن شریف** میں فرماتا ہے **کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا** یعنے گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزیں بھی کھاؤ مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو تا اسکا اخلاقی حالت پر بد اثر نہ پڑے اور تا یہہ کثرت مُضر صحت بھی نہ ہو اور جیسا کہ جسمانی افعال اور اعمال کا روح پر اثر پڑتا ہے ایسا ہی کبھی روح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے جس شخص کو کوئی غم پہونچے آخر وہ چشم پُر آب ہو جاتا ہے اور جسکو خوشی ہو آخر وہ تبسم کرتا ہے جس قدر ہمارا کھانا پینا سونا جاگنا حرکت کرنا آرام کرنا غسل کرنا وغیرہ افعال طبعیہ ہیں یہہ تمام افعال ضروری ہماری روحانی حالات پر اثر کرتے ہیں ہماری جسمانی بناوٹ کا ہماری انسانیت سے بڑا تعلق ہے دماغ کے ایک مقام پر چوٹ لگنے سے یک لخت حافظہ جاتا ہے اور دوسری مقام پر چوٹ لگنے سے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہیں وبا کی ایک زہریلی ہوا کس قدر جلدی سے جسم میں اثر کر کے پھر دل میں اثر کرتی ہے اور دیکھتے دیکھتے وہ اندرونی سلسلہ جسکے ساتھ تمام نظام اخلاق کا ہے درہم برہم ہونے لگتا ہے یہانتک کہ انسان دیوانہ سا ہو کر چند منٹ میں گذر جاتا ہے غرض جسمانی صدمات بھی عجیب نظارہ دکھاتے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ روح اور جسم کا ایک ایسا تعلق ہے کہ اس راز کو کھولنا انسان کا کام نہیں اس سے زیادہ اس تعلق کے ثبوت پر یہہ دلیل ہے کہ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی ماں جسم ہی ہے حاملہ عورتوں کے پیٹ میں روح کبھی اوپر سے نہیں گرتی بلکہ وہ ایک نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کی نشو و نما کے ساتھ چمکتا جاتا ہے خدا تعالیٰ کا پاک کلام ہمیں سمجھاتا ہے کہ روح اس قالب میں سے ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہے جو نطفہ سے رحم میں طیار ہوتا ہے جیسا کہ وہ **قرآن شریف** میں فرماتا ہے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝ یعنے پھر ہم اس جسم کو جو رحم میں طیار ہوا تھا ایک اور پیدائش کے رنگ میں لاتے ہیں اور ایک اور خلقت اسکی ظاہر کرتے ہیں جو روح کے نام سے موسوم ہے اور خدا بہت برکتوں والا ہے اور ایسا خالق ہے جو کوئی اسکے برابر نہیں۔

اور یہہ جو فرمایا کہ ہم اسی جسم میں سے ایک اور پیدائش ظاہر کرتے ہیں یہہ ایک گہرا راز ہے جو روح کی حقیقت کو دکھلا رہا ہے اور ان نہایت مستحکم تعلقات کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو روح اور جسم کے

درمیان واقع ہیں اور یہ اشارہ ہمیں اس بات کی بھی تعلیم دیتا ہے کہ انسان کے جسمانی اعمال اور اقوال اور تمام طبعی افعال جب خدا تعالی کے لیے اور اسکی راہ میں ظاہر ہونے شروع ہوں تو ان سے بھی یہی آلہی فلاسفی متعلق ہے یعنے ان مخلصانہ اعمال میں بھی ابتدا ہی سے ایک روح مخفی ہوتی ہے جیسا کہ نطفہ میں مخفی تھی اور جیسے جیسے ان اعمال کا قالب طیار ہوتا جاتا ہے وہ روح چمکتی جاتی ہے اور جب وہ قالب پورا طیار ہو چکتا ہے تو یکدفعہ وہ روح اپنی کامل تجلی کے ساتھ چمک اٹھتی ہے اور اپنی روحی حیثیت سے اپنے وجود کو دکھا دیتی ہے اور زندگی کی صریح حرکت شروع ہو جاتی ہے جبھی کہ اعمال کا پورا قالب طیار ہو جاتا ہے معاً بجلی کی طرح ایک چیز اندر سے اپنے کھلی کھلی چمک دکھلانا شروع کر دیتی ہے یہ وہی زمانہ ہوتا ہے جسکی نسبت اللہ تعالے قرآن شریف میں مثالی طور سے فرماتا ہے فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ یعنے جب میں اسکا قالب بنا لیا اور تجلیات کے تمام مظاہر درست کر لیے اور اپنی روح اس میں پھونک دی تو تم سب لوگ اسکے لیے زمین پر سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ سو اس آیت میں یہی اشارہ ہے کہ جب اعمال کا پورا قالب طیار ہو جاتا ہے تو اس قالب میں وہ روح چمک اٹھتی ہے جسکو خدا تعالی اپنے ذات کی طرف منسوب کرتا ہے کیونکہ دنیوی زندگی کی فنا کے بعد وہ قالب طیار ہوتا ہے اسلیے آلہی روشنی جو پہلے دھیمی تھی یکدفعہ بھڑک اٹھتی ہے اور وجب ہوتا ہے کہ خدا کی ایسی شان کو دیکھکر ہر ایک سجدہ کرے اور اسکی طرف کھینچا جائے سو ہر یک اس نور کو دیکھکر سجدہ کرتا ہے اور طبعاً اسطرف آتا ہے بجز ابلیس کے جو تاریکی سے دوستی رکھتا ہے پھر میں پہلی بات کی طرف رجوع کر کے بیان کرتا ہوں کہ یہ بات نہایت درست اور صحیح ہے کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جسم کی اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اول مخفی اور غیر محسوس ہوتا ہے پھر نمایاں ہو جاتا ہے اور ابتدائی اسکا خمیر نطفہ میں موجود ہوتا ہے بیشک وہ آسمانی خدا کے ارادہ سے اور اسکے اذن اور اسکی مشیت سے ایک مجہول الکنہ علاقہ کے ساتھ نطفہ سے تعلق رکھتا ہے اور نطفہ کا وہ ایک روشن اور نورانی جوہر ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ نطفہ کی ایسی جزہے جیسا کہ جسم جسم کی جز ہوتا ہے مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتا ہے یا زمین پر گر کر نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے بلکہ وہ ایسا نطفہ میں مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے خدا کی کتاب کا یہ منشا نہیں ہے کہ روح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے یا فضا سے زمین پر گرتی ہے اور پھر کسی

اتفاق سے نطفہ کے ساتھ ملکر رحم کے اندر چلی جاتی ہے بلکہ یہہ خیال کسیطرح صحیح نہیں ٹھیر سکتا اگر ہم ایسا خیال کریں تو قانون قدرت ہمیں باطل ٹھیراتا ہے ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے اور باسی کھانوں میں اور گندے زخموں میں ہزارہا کیڑے پڑجاتے ہیں میلے کپڑوں میں صدہا جوئیں پڑجاتی ہیں انسان کے پیٹ کے اندر بھی کدو دانے وغیرہ پیدا ہوجاتے ہین اب کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ باہر سے آتے ہیں یا آسمان سے اترتے کسی کو دکہائی دیتے ہیں سو صحیح یہی بات ہے کہ **روح جسم میں سے ہی نکلتی ہے** اور اسی **دلیل** سے اسکا **مخلوق ہونا بھی ثابت ہوتا ہے** اب اسوقت ہمارا مطلب اس بیان سے یہہ ہے کہ جس قادر مطلق نے روح کو قدرت کاملہ کے ساتھ جسم میں سے ہی نکالا ہے اسکا یہی ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ روح کی دوسری پیدایش کو بھی جسم کے ذریعہ سے ہی ظہور میں لاوے روح کی حرکتیں ہمارے جسم کی حرکتوں پر موقوف ہیں جس طرف ہم جسم کو کہینچتے ہیں روح بھی بالضرورت پیچھے پیچھے کہینچی چلی آتی ہے اسلیے انسان کی طبعی حالتوں کی طرف متوجہ ہونا خدا تعالی کی سچی کتاب کا کام ہے یہی وجہ ہے کہ **قرآن شریف** نے انسان کی طبعی حالتوں کی اصلاح کے لیئے بہت توجہ فرمائی ہے اور انسان کا ہنسنا رونا کہانا پینا پہننا۔ سونا۔ بولنا۔ چپ ہونا۔ بیوی کرنا۔ مجرّد رہنا۔ چلنا۔ ٹھیرنا۔ اور ظاہری پاکیزگی غسل وغیرہ کی شرائط بجالانا اور بیماری کی حالت اور صحت کی حالت میں خاص خاص امور کا پابند ہونا ان سب باتوں پر ہدایتیں لکھی ہیں اور انسان کی جسمانی حالتوں کو روحانی حالتوں پر بہت ہی موثر قرار دیا ہے اگر اُن ہدایتون کو تفصیل سے لکہا جائے تو میں خیال نہیں کر سکتا کہ اس مضمون کے سنانے کے لیے کوئی وقت کافی مل سکے۔

میں جب خدا کے **پاک کلام** پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیونکر اس نے اپنی **تعلیموں میں** انسان کو اسکی **طبعی** حالتوں کی اصلاح کے قواعد عطا فرما کر پھر آہستہ آہستہ اوپر کیطرف کہینچا ہے اور اعلے درجہ کی روحانی حالت تک پہونچانا چاہا ہے تو مجھے یہہ **پر معرفت قاعدہ** یوں معلوم ہوتا ہے کہ اول خدا نے یہہ چاہا ہے کہ انسان کو نشست برخاست اور کہانے پینے اور بات چیت اور تمام اقسام معاشرت کے طریق سکہلا کر اسکو وحشیانہ طریقوں سے نجات دیوے اور حیوانات کی مشابہت سے تمیز کلی بخشکر ایک ادنیٰ درجہ کی اخلاقی حالت جسکو ادب اور شائستگی کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں سکہلاوے پہر انسان کی نیچرل عادات کو جنکو دوسرے لفظوں میں اخلاق رذیلہ کہہ سکتے ہیں اعتدال پر لاوے تا وہ

اعتدال پاکر اخلاق فاضلہ کے رنگ میں آجائیں مگر یہ دونوں طریقے در اصل ایک ہی ہیں کیونکہ طبعی حالتوں کی اصلاح کے متعلق ہیں صرف ادنیٰ اور اعلےٰ درجہ کے فرق سے انکو دو قسم بنا دیا ہے اور اس حکیم مطلق نے اخلاق کے نظام کو ایسے طور سے پیش کیا ہے کہ جس سے انسان ادنیٰ خلق سے اعلیٰ خلق تک ترقی کر سکے

اور پھر **تیسرا مرحلہ ترقیات** کا یہ رکھا ہے کہ انسان اپنے خالق حقیقی کی محبت اور رضا میں محو ہو جائے اور سب وجود اسکا خدا کے لیے ہو جائے یہ وہ مرتبہ ہے جسکو یاد دلانے کے لیے مسلمانوں کے دین کا نام **اسلام** رکھا گیا ہے کیونکہ اسلام اس بات کو کہتے ہیں کہ بکلی خدا کے لیے ہو جانا اور اپنا کچھ باقی نہ رہنا جیسا کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ قُلْ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ **ترجمہ** یعنے نجات یافتہ وہ شخص ہے جو اپنے وجود کو خدا کے لیے اور خدا کی راہ میں قربانی کی طرح رکھدے اور نہ صرف نیت سے بلکہ نیک کاموں سے اپنے صدق کو دکھلاوے جو شخص ایسا کرے اسکا بدلہ خدا کے نزدیک مقرر ہو چکا اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غمگین ہونگے۔ کہہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اس خدا کے لیے ہے جسکی ربوبیت تمام چیزوں پر محیط ہے کوئی چیز اور کوئی شخص اسکا شریک نہیں اور مخلوق کو کسی قسم کی شراکت اسکے ساتھ نہیں مجھے یہی حکم ہے کہ میں ایسا کروں اور اسلام کے مفہوم پر قائم ہونیوالا یعنے خدا کی راہ میں اپنے وجود کی قربانی دینے والا سب سے اول میں ہوں یہ میری راہ ہے سو آؤ میری راہ اختیار کرو اور اسکے مخالف کوئی راہ اختیار نہ کرو کہ خدا سے دور جا پڑوگے۔ ان کو کہدے کہ اگر خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے ہو لو اور میری راہ پر چلو تا خدا بھی تم سے پیار کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور وہ تو بخشندہ اور رحیم ہے۔

اب ہم انسان کے ان تین مرحلوں کا جدا جدا بیان کرینگے لیکن اول یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ طبعی حالتیں جنکا سرچشمہ اور منبع نفس امارہ ہے خدا تعالےٰ کے پاک کلام کے اشارات کے موافق اخلاقی حالتوں سے کوئی الگ چیز نہیں ہے کیونکہ خدا کے پاک کلام نے تمام نیچرل قوای اور جسمانی خواہشوں

اور تقاضوں کو طبعی حالات کے مد میں رکھا ہے اور وہی طبعی حالتیں ہیں جو بالارادہ تربیت اور تعدیل اور
موقعہ بینی اور محل پر استعمال کرنے کے بعد اخلاق کا رنگ پکڑ لیتے ہیں ایسا ہی اخلاقی حالتیں روحانی
حالتوں سے کوئی الگ باتیں نہیں ہیں بلکہ وہی اخلاقی حالتیں ہیں جو پورے فنا فی اللہ اور تزکیہ نفس
اور پورے انقطاع الی اللہ اور پوری محبت اور پوری محویت اور پوری سکینت اور اطمینان اور پوری موافقت
باللہ سے روحانیت کا رنگ پکڑ لیتے ہیں طبعی حالتیں جب تک اخلاقی رنگ میں نہ آویں کسیطرح انسان کو
قابل تعریف نہیں بناتیں کیونکہ وہ دوسرے حیوانات بلکہ جمادات میں بھی پائی جاتی ہیں ایسا ہی مجرد
اخلاق کا حاصل کرنا بھی انسان کو روحانی زندگی نہیں بخشتا بلکہ ایک شخص خدا تعالی کے وجود سے بھی
منکر رہ کر اچھے اخلاق دکھلا سکتا ہے دل کا غریب ہونا یا دل کا حلیم ہونا یا صلح کار ہونا یا ترک شر کرنا اور شریر
کے مقابلہ پر نہ آنا یہ تمام طبعی حالتیں ہیں اور ایسی باتیں ہیں جو ایک نا اہل کو بھی حاصل ہو سکتی ہیں جو اصل
سرچشمہ نجات سے بے نصیب اور ناآشنا محض ہے اور بہت سے چارپائے غریب بھی ہوتے ہیں اور پلنے اور خو
پذیر ہونے سے صلح کاری بھی دکھلاتے ہیں سوٹے پر سوٹا مارنے سے کوئی مقابلہ نہیں کرتے مگر پھر بھی انکو
انسان نہیں کہہ سکتے چہ جائیکہ ان خصلتوں سے وہ اعلے درجہ کے انسان بن سکیں ایسا ہی بد سے بدعقیدہ
والا بلکہ بعض بدکاریوں کا مرتکب ان باتوں کا پابند ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ انسان رحم میں اس حد تک
پہونچ جاوے کہ اگر اسکے اپنے ہی زخم میں کیڑے پڑیں انکو بھی قتل کرنا روا نہ رکھے اور جانداروں کی
پاسداری اس قدر کرے کہ جوئیں جو سر میں پڑتی ہیں یا وہ کیڑے جو پیٹ اور انتڑیوں میں اور دماغ میں
پیدا ہوتے ہیں انکو بھی آزار دینا نہ چاہئے بلکہ میں قبول کر سکتا ہوں کہ کسی کا رحم اس حد تک پہونچے
کہ وہ شہد کھانا ترک کر دے کیونکہ وہ بہت سی جانوں کے تلف ہونے اور غریب مکھیوں کو اُن کے استھان
سے پراگندہ کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور میں مانتا ہوں کہ کوئی مشک سے بھی پرہیز کرے کیونکہ وہ غریب
ہرن کا خون ہے اور اس غریب کو قتل کرنے اور بچوں سے جدا کرنے کے بعد میسر آسکتا ہے ایسا ہی مجھے
اس سے بھی انکار نہیں کہ کوئی موتیوں کے استعمال کو بھی چھوڑ دے اور ابریشم کو پہننا بھی ترک کرے کیونکہ
یہ دونوں غریب کیڑوں کے ہلاک کرنے سے ملتے ہیں بلکہ میں یہانتک مانتا ہوں کہ کوئی شخص دکھ کے
وقت جونکوں کے لگانے سے بھی پرہیز کرے اور آپ دکھ اٹھاوے اور غریب جونک کی موت کا خواہاں نہ
ہو بالآخر اگر کوئی مانے یا نہ مانے مگر میں مانتا ہوں کہ کوئی شخص اس قدر رحم کو کمال کے نقطہ تک پہونچاوے

کہ پانی پینا چھوڑ دے اور اس طرح پانی کے کیڑوں کے بچانے کے لیے اپنے تئیں ہلاک کرے ہیں یہ سب کچھ قبول کرتا ہوں لیکن میں ہرگز قبول نہیں کرسکتا کہ یہ تمام طبعی حالتیں اخلاق کہلا سکتی ہیں یا صرف انہیں سے وہ اندرونی گند دھوئے جا سکتے ہیں جنکا وجود خدا کے ملنے کی روک ہی میں کبھی باور نہیں کروں گا کہ اسطرح کا غریب اور بے آزار بننا جس میں بعض چارپایوں اور پرندوں کا کچھ نمبر زیادہ ہے اعلے انسانیت کے حصول کا موجب ہو سکتا ہے بلکہ میرے نزدیک یہہ قانون قدرت سے لڑائی ہے اور رضا کے بھاری خلق کے برخلاف اور اس نعمت کو رد کرنا ہے جو قدرت نے ہمکو عطا کی ہے بلکہ وہ روحانیت ہر یک خلق کو محل اور موقعہ پر استعمال کرنے کے بعد اور پھر خدا کی راہوں میں وفاداری کے ساتھہ قدم مارنے سے اور اسیکا ہو جانے سے ملتی ہے جو اسکا ہو جاتا ہے اس کی یہی نشانی ہے کہ وہ اسکے بغیر جی ہی نہیں سکتا عارف ایک مچھلی ہے جو خدا کے ہاتھہ سے ذبح کی گئی اور اسکا پانی خدا کی محبت ہے۔

اب میں پہلے کلام کی طرف رجوع کرتا ہوں میں ابھی ذکر کرچکا ہوں کہ انسانی حالتوں کے سرچشمے تین ہیں یعنے نفس امارہ۔ نفس لوامہ۔ نفس مطمئنہ اور طریق اصلاح کے بھی تین ہیں **اوّل** یہ کہ بے تمیز وحشیوں کو اس ادنے خلق پر قائم کیا جائے کہ وہ کھانے پینے اور شادی وغیرہ تمدنی امور میں انسانیت کے طریقے پر چلیں نہ ننگے پھریں نہ کتوں کیطرح مردار خوار ہوں اور نہ کوئی اور بے تمیزی ظاہر کریں یہ طبعی حالتوں کے اصلاحوں میں سے ادنے درجہ کی اصلاح ہے یہ اس قسم کی اصلاح ہے کہ اگر مثلاً پورٹ بلیر کے جنگلی آدمیوں میں سے کسی آدمی کو انسانیت کے لوازم سکھلانا ہو تو پہلے ادنے ادنے اخلاق انسانیت کے اور طریق ادب ہے انکو تعلیم دیجائیگی **دوسرا طریق اصلاح** کا یہ ہے کہ جب کوئی ظاہری آداب انسانیت حاصل کرلیوے تو اس کو بڑے بڑے اخلاق انسانیت کے سکھائے جائیں اور انسانی قوتے میں جو کچھ بھرا پڑا ہے ان سب کو محل اور موقعہ پر استعمال کرنیکی تعلیم دیجائے **تیسرا طریق اصلاح** کا یہہ ہے کہ جو لوگ اخلاق فاضلہ سے متصف ہو گئے ہیں ایسے خشک زاہدوں کو شربت محبت اور وصل کا مزہ چکھایا جائے یہ تین اصلاحیں ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں اور ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے تھے جبکہ دنیا ہر ایک پہلو سے خراب اور تباہ ہو چکی تھی جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ** یعنے جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے یہہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو اہل کتاب کہلاتے ہیں وہ بھی بگڑ گئے اور جو دوسرے لوگ ہیں جنکو

الہام کا پانی نہیں ملا وہ بھی بگڑ گئے پس قران شریف کا کام دراصل مردوں کو زندہ کرنا تھا جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنے یہ بات جان لو کہ اب اللہ تعالیٰ نئے سرے زمین کو بعد اسکے مرنے کے زندہ کرنے لگا ہے اس زمانہ میں عرب کا حال نہایت درجہ کی وحشیانہ حالت تک پہونچا ہوا تھا اور کوئی نظام انسانیت کا ان میں باقی نہیں رہا تھا اور تمام معاصی انکی نظر میں فخر کی جگہہ تھے ایک ایک شخص صدہا بیویاں کر لیتا تھا حرام کا کھانا انکے نزدیک ایک شکار تھا ماؤں کے ساتھ نکاح کرنا حلال سمجھتے تھے اسیواسطے اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ یعنے آج مائیں تمہاری تم پر حرام ہوگئیں ایسا ہی وہ مردار کھاتے تھے آدم خور بھی تھے دنیا کا کوئی بھی گناہ نہیں جو نہیں کرتے تھے اکثر معاد سے منکر تھے بہت سے ان میں سے خدا کے وجود کے بھی قائل نہ تھے لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتے تھے یتیموں کو ہلاک کر کے ان کا مال لیتے تھے بظاہر تو انسان تھے مگر عقلیں مسلوب تھیں نہ حیا تھی نہ شرم تھی نہ غیرت تھی شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے جسکا زنا کاری میں اول نمبر ہوتا تھا وہی قوم کا رئیس کہلاتا تھا بے علمی اسقدر تھی کہ اردگرد کی تمام قوموں نے انکا نام اُمّی رکھدیا تھا ایسے وقت میں اور ایسی قوموں کی اصلاح کے لیے ہمارے سید و مولی نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ میں ظہور فرما ہوئے پس وہ تین قسم کی اصلاحیں جنکا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں انکا درحقیقت یہی زمانہ تھا پس اسیوجہ سے قران شریف دنیا کی تمام ہدایتوں کی نسبت اکمل اور اتم ہونے کا دعوی کرتا ہے کیونکہ دنیا کی اور کتابوں کو ان تین قسم کی اصلاحوں کا موقعہ نہیں ملا اور قران کو ملا قران کا یہ مقصد تھا کہ حیوانوں سے انسان بنادے اور انسان سے با اخلاق انسان بنادے اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بنادے اسیواسطے ان تین امور پر قران شریف مشتمل ہے۔

اور قبل اسکے جو ہم **اصلاحات ثلثہ** کا مفصل بیان کریں یہ ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ **قران شریف** میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو زبردستی ماننی پڑے بلکہ تمام قرآن کا مقصد صرف اصلاحات ثلثہ ہیں اور اسکی تمام تعلیموں کا لب لباب یہی تین اصلاحیں ہیں اور باقی تمام احکام ان اصلاحوں کے لیے بطور وسائل کے ہیں اور جسطرح بعض وقت ڈاکٹر کو بھی صحت کے پیدا کرنے کے لیے کبھی چیرنے کبھی مرہم لگانیکی ضرورت پڑتی ہے ایسا ہی قرآنی تعلیم نے بھی انسانی ہمدردی کے لیے ان لوازم کو اپنے اپنے محل پر استعمال کیا ہے اور اسکے تمام معارف یعنی گیان کی باتیں - اور وصایا اور وسائل کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو ان کی طبعی حالتوں سے جو وحشیانہ رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اخلاقی حالتوں تک پہونچا دے

اور پھر اخلاقی حالتوں سے روحانیت کے ناپیدا کنار دریا تک پہونچ جائے اور پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ طبعی حالات اخلاقی حالات سے کچھ الگ چیز نہیں .... بلکہ وہی حالات ہیں جو تعدیل اور موقعہ اور محل پر استعمال کرنے سے اور عقل کی تجویز اور مشورہ سے کام میں لانے سے اخلاقی حالات کا رنگ پکڑ لیتے ہیں اور قبل اسکے کہ وہ عقل اور معرفت کی صلاح اور مشورہ سے صادر ہوں گو وہ کیسی ہی اخلاق سے مشابہ ہوں درحقیقت اخلاق نہیں ہوتے بلکہ طبیعت کی ایک بے اختیار رفتار ہوتی ہے جیساکہ اگر ایک کتے یا ایک بکری سے اپنے مالک کے ساتھ محبت اور انکسار ظاہر ہو تو اس کتے کو خلیق نہیں کہیں گے اور نہ اس بکری کا نام مہذب الاخلاق رکھیں گے اسی طرح ہم ایک بھیڑیے یا شیر کو انکی درندگی کی وجہ سے بدخلق نہیں کہیں گے بلکہ جیساکہ ذکر کیا تھا اخلاقی حالت محل اور سوچ اور وقت شناسی کے بعد شروع ہوتی ہے اور ایک ایسا انسان جو عقل و تدبیر سے کام نہیں لیتا وہ ان شیرخوار بچوں کی طرح ہے جنکے دل اور دماغ پر ہنوز قوت عقلیہ کا سایہ نہیں پڑا یا ان دیوانوں کیطرح جو جوہر عقل اور دانش کو کھو بیٹھے ہیں ظاہر ہے کہ جو شخص بچہ شیرخوار اور دیوانہ ہو وہ ایسی حرکات بعض اوقات ظاہر کرتا ہے کہ جو اخلاق کے ساتھ مشابہ ہوتی ہیں مگر کوئی عقلمند ان کا نام اخلاق نہیں رکھ سکتا کیونکہ وہ حرکتیں تمیز اور موقعہ بینی کے چشمے سے نہیں نکلتیں بلکہ وہ طبعی طور پر تحریکوں کے پیش آنے کے وقت صادر ہوتی جاتی ہیں جیساکہ انسان کا بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتیوں کیطرف رخ کرتا ہے اور ایک مرغ کا بچہ پیدا ہوتے ہی دانہ چگنے کے لیے دوڑتا ہے جوک کا بچہ جوک کی عادتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور سانپ کا بچہ سانپ کی عادتیں ظاہر کرتا ہے اور شیر کا بچہ شیر کی عادتیں دکھلاتا ہے۔ بالخصوص انسان کے بچہ کو غور سے دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسے پیدا ہوتے ہی انسانی عادتیں دکھلانا شروع کر دیتا ہے اور پھر جب برس ڈیڑھ برس کا ہوا تو وہ عادات طبعیہ بہت نمایاں ہو جاتی ہیں مثلاً پہلے جس طور سے روتا تھا اب رونا بہ نسبت پہلے کے کسیقدر بلند ہو جاتا ہے ایسا ہی ہنسنا قہقہہ کی حد تک پہونچ جاتا ہے اور آنکھوں میں بھی عمداً دیکھنے کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اور اس عمر میں یہ ایک اور امر طبعی پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنی رضامندی یا نارضامندی حرکات سے ظاہر کرتا ہے اور کسیکو مارتا اور کسیکو کچھ دینا چاہتا ہے مگر یہ تمام حرکات دراصل طبعی ہوتے ہیں پس ایسے بچہ کی مانند ایک وحشی آدمی بھی جسکو انسانی تمیز سے بہت ہی کم حصہ ملا ہے وہ بھی اپنے ہر ایک قول اور فعل اور حرکت اور سکون میں طبعی حرکات ہی دکھلاتا ہے اور اپنی طبیعت کے جذبات کا تابع رہتا ہے ۔کوئی بات اسکے اندرونی قویٰ کے تدبر اور تفکر سے نہیں نکلتی بلکہ جو کچھ طبعی طور پر اسکے اندر پیدا ہوا ہے وہ خارجی تحریکوں کے مناسب حال نکلتا

چلا جاتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اسکی طبعی جذبات جو اُسکے اندر سے کسی تحریک سے باہر آتے ہیں وہ سب کے سب بُرے نہ ہوں بلکہ بعض انکے نیک اخلاق سے مشابہ ہوں لیکن عاقلانہ تدبر اور موقعہ شناسی کو ان میں دخل نہیں ہوتا اور اگر کسیقدر ہو بھی تو وہ بوجہ غلبہ جذبات طبعی کی قابل اعتبار نہیں ہوتا بلکہ جسطرف کثرت ہے اسی طرف کو معتبر سمجھا جائیگا غرض ایسے شخص کیطرف حقیقی اخلاق منسوب نہیں کر سکتے جسپر جذبات طبعیہ حیوانوں اور بچوں اور دیوانوں کی طرح غالب ہیں اور جو اپنی زندگی کو قریب قریب وحشیوں کے بسر کرتا ہے بلکہ حقیقی طور پر نیک یا بد اخلاق کا زمانہ اسوقت سے شروع ہوتا ہے کہ جب انسان کی عقل خداداد پختہ ہو کر اس کے ذریعہ سے نیکی اور بدی یا دو بدیوں یا دو نیکیوں کے درجہ میں فرق کر سکے پھر اچھے راہ کے ترک کرنے سے اپنے دل میں ایک حسرت پاوے اور بُرے کام کے ارتکاب سے اپنے تئیں متندم اور پشیمان دیکھے یہ انسان کی زندگی کا دوسرا زمانہ ہے جسکو خدا کے پاک کلام **قرآن شریف** میں **نفس لوّامہ** کے نام سے تعبیر کیا ہے مگر یاد رہے کہ ایک وحشی کو کو نفس لوامہ کی حالت تک پہونچانے کے لیے صرف سرسری نصائح کافی نہیں ہوتی بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ اُس کو خداشناسی کا اس قدر حصہ ملے جس سے وہ اپنی پیدائش بیہودہ اور عبث خیال نہ کرے تا معرفت الٰہی سے سچے اخلاق اس میں پیدا ہوں اسیوجہ سے خدا تعالیٰ نے ساتھ ساتھ سچے خدا کی معرفت کے لیے توجہ دلائی ہے اور یقین دلایا ہے کہ ہر یک عمل اور خلق ایک نتیجہ رکھتا ہے جو اس زندگی میں روحانی راحت یا روحانی عذاب کا موجب ہوتا ہے اور دوسری زندگی میں کھلے کھلے طور پر اپنا اثر دکھائے گا غرض نفس لوامہ کے درجہ پر انسان کو عقل اور معرفت اور پاک کانشنس سے اس قدر حصہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ برے کام پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے اور نیک کام کا خواہشمند اور حریص رہتا ہے یہی وہ درجہ ہے کہ جس میں انسان اخلاق فاضلہ حاصل کرتا ہے۔

اس جگہ بہتر ہوگا کہ میں **خُلق** کے لفظ کی بھی کسیقدر تعریف کردوں سو جاننا چاہیئے کہ **خَلق** خا کے فتح سے ظاہری پیدائش کا نام ہے اور **خُلق** خا کے ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہونچتی ہے نہ صرف طبعی جذبات سے اسلیے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہی طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا۔ اور پھر یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکساری کا نام ہے یہ انکی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضا کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئیں ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خُلق ہے مثلاً انسان آنکھ

سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہے وہ جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل
ہو تو وہ ایک خلق ہے ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں
ایک قوت ہے جسکو شجاعت کہتے ہیں پس جب انسان محل اور موقعہ کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا
ہے تو اسکا نام بھی خلق ہے اور ایسا ہی انسان کبھی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا
ہے یا ناداروں اور بھوکھوں کو کچھ دینا چاہتا ہے یا کسی اور طور سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت
کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو رحم بولتے ہیں اور کبھی انسان اپنے ہاتھوں کے ذریعہ سے ظالم کو
سزا دیتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو انتقام کہتے ہیں اور کبھی انسان حملہ کے
مقابل پر حملہ کرنا نہیں چاہتا اور ظالم کے ظلم سے درگذر کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت
ہے جس کو عفو اور صبر کہتے ہیں اور کبھی انسان بنی نوع کو فائدہ پہونچانے کے لیئے اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہے
یا پیروں سے یا دل اور دماغ سے اور انکی بہبودی کے لیے اپنا سرمایہ خرچ کرتا ہے تو اس حرکت کے مقابل پر دل
میں ایک قوت ہے جسکو سخاوت کہتے ہیں پس جب انسان ان تمام قوتوں کو موقعہ اور محل کے لحاظ سے استعمال
کرتا ہے تو اسوقت ان کا نام خلق رکھا جاتا ہے اللہ جل شانہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے
فرماتا ہے **اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ** یعنے تو ایک بزرگ خلق پر قائم ہے سو اسی تشریح کے مطابق
اسکے معنے ہیں یعنے یہہ کہ تمام قسمیں اخلاق کی سخاوت۔ شجاعت۔ عدل۔ رحم۔ احسان۔ صدق۔ حوصلہ وغیرہ
تجھہ میں جمع ہیں غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ۔ ادب۔ حیا۔ دیانت۔ مروت
غیرت۔ استقامت۔ عفت۔ زہادت۔ اعتدال۔ مواسات یعنے ہمدردی۔ ایسا ہی شجاعت۔ سخاوت
عفو۔ صبر۔ احسان۔ صدق۔ وفا۔ وغیرہ جب یہہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبر کے مشورہ سے اپنے اپنے
محل اور موقعہ پر ظاہر کیئے جائیں گے تو سب کا نام اخلاق ہوگا اور یہہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی
طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اسوقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور
موقعہ کے لحاظ سے بالارادہ انکو استعمال کیا جائے چونکہ انسان کے طبعی خواص میں سے ایک یہی خاصہ
ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے اسلیئے وہ سچے مذہب کی پیروی اور نیک صحبتوں اور نیک تعلیموں سے ایسی
طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ میں لے آتا ہے اور یہہ امر کسی اور جاندار کے لیے نصیب نہیں۔

اب ہم منجملہ **قرآن شریف کی اصلاحات ثلثہ** کے پہلی اصلاح کو جو ادنے

درجہ کی طبعی حالتوں کے متعلق ہیں ذکر کرتے ہیں اور یہ اصلاح اخلاق کے شعبوں میں سے وہ شعبہ ہے جو ادب کے نام سے موسوم ہے یعنے وہ ادب جسکی پابندی وحشیوں کو انکی طبعی حالتوں کھانے پینے اور شادی کرنے وغیرہ تمدنی امور میں مرکز اعتدال پر لاتی ہے اور اس زندگی سے نجات بخشتی ہے جو وحشیانہ اور چارپایوں یا درندوں کیطرح ہو جیساکہ ان تمام آداب کے بارہ میں **اللہ جل شانہ قرآن شریف** میں فرماتا ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِى فِى حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِى دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ - لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۚ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ - أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَآ آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسٰفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِىٓ أَخْدَانٍ وَلَا تَقْتُلُوٓا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَقْتُلُوٓا أَوْلَادَكُمْ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰٓى أَهْلِهَا ۚ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فِيهَآ أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكٰى لَكُمْ ۚ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَآ أَوْ رُدُّوهَا - إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَإِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوا وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ وَاقْصِدْ فِى مَشْيِكَ تَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَفِىٓ أَمْوٰلِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُومِ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

مثنیٰ وثلٰث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعولوا ط واٰتوا النسآء صدقٰتھن نحلۃ ط **ترجمہ** یعنے تمپر تمہاری مائیں حرام کی گئیں اور ایسا ہی تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بی بیوں کی مائیں اور تمہاری بی بیوں کے پہلے خاوند سے لڑکیاں جنسے تم ہم صحبت ہو چکے ہو اور اگر تم ان سے ہم صحبت نہیں ہو تو کوئی گناہ نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی عورتیں اور ایسے ہی دو بہنیں ایک وقت میں یہہ سب کام جو پہلے ہوتے تھے آج تمپر حرام کیے گئے یہہ بھی تمہاری لیے جائز نہ ہوگا کہ جبراً عورتوں کے وارث بنجاؤ یہہ بھی جائز نہیں کہ تم ان عورتوں کو نکاح میں لاؤ جو تمہارے باپوں کی بیویاں تھیں جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔ پاک دامن عورتیں تم میں سے یا پہلے اہل کتاب میں سے تمہارے لیے حلال ہیں کہ انسے شادی کرو لیکن جب مہر قرار پاکر نکاح ہو جائے بدکاری جائز نہیں اور نہ چھپا ہوا یارانہ عرب کے جاہلوں میں جس شخص کے اولاد نہیں ہوتی تھی بعض میں یہہ رسم تھی کہ انکی بیوی اولاد کے لیے دوسرے سے آشنائی کرتی قرآن شریف نے اس صورت کو حرام کردیا **ساخت** اسی بدرسم کا نام ہے پھر فرمایا کہ تم خودکشی نہ کرو۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ اور دوسرے گھروں میں وحشیوں کی طرح خود بخود بے اجازت نہ چلی جاؤ اجازت لینا شرط ہے اور جب تم دوسروں کے گھروں میں جاؤ تو داخل ہوتے ہی السلام علیکم کہو اور اگر ان گھروں میں کوئی نہ ہو تو جب تک کوئی مالک خانہ تمہیں اجازت نہ دے ان گھروں میں مت جاؤ اور اگر مالک خانہ یہ کہے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے آؤ اور گھروں میں دیوار پر سے کود کر نہ جایا کرو بلکہ گھروں میں ان گھروں کے دروازہ میں سے جاؤ اور اگر کوئی تمہیں **سلام** کہے تو اس سے بہتر اور نیک تر اسکو سلام کہو شراب اور قمار بازی اور بت پرستی اور شگون لینا یہ سب پلید اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو۔ مردار مت کھاؤ۔ خنزیر کا گوشت مت کھاؤ بتوں کے چڑھاوے مت کھاؤ لاٹھی سے مارا ہوا مت کھاؤ گر کے مرا ہوا مت کھاؤ سینگ لگنے سے مرا ہوا مت کھاؤ درندہ کا پھاڑا ہوا مت کھاؤ۔ بت پر چڑھایا ہوا مت کھاؤ کیونکہ یہ سب مردار کا حکم رکھتے ہیں اور اگر یہہ لوگ پوچھیں کہ پھر کھائیں کیا تو جواب یہہ دو کہ دنیا کی تمام پاک چیزیں کھاؤ صرف مردار اور مردار کے مشابہ اور پلید چیزیں مت کھاؤ اگر مجلسوں میں تمہیں کہا جاوے کہ کشادہ ہو کر بیٹھو یعنے دوسروں کو جگہ دو تو جلد جگہہ کشادہ کردو تا

دوسرے بیٹھیں اور اگر کہا جاوے کہ تم اُٹھ جاؤ تو بغیر چون و چرا کے اُٹھ جاؤ۔ گوشت دال وغیرہ سب چیزیں
جو پاک ہوں بیشک کھاؤ مگر ایک ... طرف کی کثرت مت کرو اور اسراف اور زیادہ خوری سے اپنے تئیں
بچاؤ لغو باتیں مت کیا کرو محل اور موقعہ کی بات کیا کرو اپنے کپڑے صاف رکھو بدن کو اور گھر کو اور کوچہ کو اور
ہر ایک جگہ کو جہاں تمہاری نشست ہو پلیدی اور میل کچیل اور کثافت سے بچاؤ یعنے غسل کرتے رہو اور
گھروں کو صاف رکھنے کی عادت پکڑو۔ نہ بہت اونچا بولا کرو نہ بہت نیچا درمیان کو نگاہ رکھو یعنے باستثناء
وقت ضرورت کے۔ چلنے میں بھی نہ بہت تیز چلو نہ بہت آہستہ درمیان کو نگاہ رکھو۔ جب سفر کرو تو ہر ایک
طور پر سفر کا انتظام کر لیا کرو اور کافی زادراہ لے لیا کرو تا گدا گری سے بچو۔ جنابت کی حالت میں غسل
کر لیا کرو۔ جب روٹی کھاؤ تو سائل کو بھی دو اور کتے کو بھی ڈالدیا کرو اور دوسرے پرند وغیرہ کو بھی اگر موقع
ہو۔ یتیم لڑکیاں جنکی تم پرورش کرو ان سے نکاح کرنا مضائقہ نہیں لیکن اگر تم دیکھو کہ چونکہ وہ لاوارث
ہیں شائد تمہارا نفس ان پر زیادتی کرے تو ماں باپ اور اقارب والی عورتیں کرو جو تمہاری مؤدب رہیں
اور انکا تمہیں خوف رہے ایک دو تین چار تک کر سکتے ہو بشرطیکہ اعتدال کرو اور اگر اعتدال نہ ہو تو پھر
ایک ہی پر کفایت کرو گو ضرورت پیش آوے چار کی حد جو لگا دی گئی ہے وہ اس مصلحت سے ہے کہ تا تم
پرانی عادت کے تقاضا سے افراط نہ کرو یعنے صدہا تک نوبت نہ پہونچاؤ یا یہ کہ حرام کاری کی طرف جھک
نہ جاؤ اور اپنی عورتوں کو مہر دو غرض یہ **قرآن شریف** کی پہلی اصلاح ہے جس میں انسان کی طبعی حالتوں
کو وحشیانہ طریقوں سے کھینچکر انسانیت کے لوازم اور تہذیب کی طرف توجہ دی گئی ہے اس تعلیم میں ابھی
اعلے اخلاق کا کچھ ذکر نہیں صرف انسانیت کے آداب ہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ اس تعلیم کی یہ ضرورت پیش
آئی تھی کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس قوم کی اصلاح کے لیے آئے تھے وہ وحشیانہ حالت میں سب قوموں
سے بڑھے ہوئے تھے کسی پہلو میں انسانیت کا طریق ان میں قائم نہیں رہا تھا پس ضرور تھا کہ سب سے پہلے
انسانیت کے ظاہری ادب ان کو سکھلائے جاتے ایک **نکتہ** اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ نکتہ یہ
ہے کہ **خنزیر** جو حرام کیا گیا ہے خدا نے ابتدا سے اس کے نام میں ہی حرمت کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ
خنزیر کا لفظ **خنز** اور ار سے مرکب ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ میں اسکو بہت فاسد اور خراب دیکھتا ہوں خنز
کے معنے بہت فاسد اور ار کے معنے دیکھتا ہوں پس اس جانور کا نام جو ابتدا سے خدا تعالی کی طرف سے
اسکو ملا ہے وہی اسکی پلیدی پر دلالت کرتا ہے اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ ہندی میں اس جانور کو **سور**

کہتے ہیں یہ لفظ بھی **سوء** اور **آر** سے مرکب ہے جسکے معنے یہہ ہیں کہ میں اسکو بہت بُرا دیکھتا ہوں۔ اس سے تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ سور کا لفظ عربی کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ ہمنے اپنی کتاب **منن الرحمن** میں ثابت کیا ہے کہ تمام زبانوں کی ماں **عربی زبان** ہے اور عربی کے لفظ ہر ایک زبان میں نہ ایک نہ دو بلکہ ہزاروں ملے ہوئے ہیں سو سؤر عربی لفظ ہے اسی لیے ہندی میں سُؤر کا ترجمہ بَدْ ہے پس اس جانور کو بَدْ بھی کہتے ہیں اس میں کچھ بھی شک نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں جبکہ تمام دنیا کی زبان عربی تھی اس ملک میں یہ نام اس جانور کا عربی میں مشہور تھا جو خنزیر کے نام سے ہم معنے ہیں پھر اب تک یادگار رہا تی رہگیا۔ ہاں یہہ ممکن ہے کہ شاستری میں اسکے قریب قریب ہی لفظ متغیر ہو کر اور کچھ بنگیا ہو مگر صحیح لفظ یہی ہے کیونکہ اپنی **وجہ تسمیہ** ساتھ رکھتا ہے جسپر لفظ خنزیر گواہ ناطق ہے۔ اور یہہ معنے جو اسکے لفظ سے ہیں یعنے بہت فاسد اسکی تشریح کی حاجت نہیں اس بات کا کسکو علم نہیں کہ یہہ جانور اول درجہ کا نجاست خور اور نیز بے غیرت اور دیّوث ہے اب اسکے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانون قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید بَد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر پلید ہی ہو کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی پڑے گا جیسا کہ **یونانی طبیبوں** نے اسلام سے پہلے ہی یہہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیا کی قوت کو کم کرتا ہے اور دیّوثی کو بڑھاتا ہے۔ اور مردار کا کھانا بھی اسی لیے اس شریعت میں منع ہے کہ مردار بھی کھانے والے کو اپنے رنگ میں لاتا ہے اور نیز ظاہری صحت کے لیے بھی مضر ہے اور جن جانوروں کا خون اندر ہی رہتا ہے جیسے گلا گھونٹا ہوا یا لاٹھی سے مارا ہوا یہہ تمام جانور درحقیقت مردار کے حکم میں ہی ہیں۔ کیا مردہ کا خون اندر رہنے سے اپنی حالت پر رہ سکتا ہی نہیں بلکہ وہ بوجہ مرطوب ہونیکے بہت جلد گندہ ہوگا اور اپنی عفونت سے تمام گوشت کو خراب کرے گا اور نیز خون کے کیڑے جو حال کی تحقیقات سے بھی ثابت ہوئی ہیں مرکر ایک زہرناک عفونت بدن میں پھیلا دیں گے۔

دوسرا حصہ قرآنی اصلاح کا یہ ہے کہ طبعی حالتوں کو شرائط مناسبہ کے ساتھ مشروط کر کے اخلاق فاضلہ تک پہونچایا جائے۔ سو واضح ہو کہ یہ حصہ بہت بڑا ہے اگر ہم اس حصہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں یعنے تمام وہ اخلاق اس جگہہ لکھنا چاہیں جو **قرآن شریف** نے بیان کیے تو یہہ مضمون اس قدر لمبا ہو جائیگا کہ وقت اسکے دسویں حصہ تک بھی کفایت نہیں کریگا اسلیے چند **اخلاق فاضلہ**

نمونہ کے طور پر بیان کیے جاتے ہیں اَب جاننا چاہیے کہ اخلاق دو قسم کے ہیں **اوّل** وہ اخلاق جنکے ذریعہ سے انسان ترک شر پر قادر ہوتا ہے **دوسرے** وہ اخلاق جنکے ذریعہ سے انسان ایصال خیر پر قادر ہوتا ہے اور ترک شر کے مفہوم میں وہ اخلاق داخل ہیں جنکے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ تا اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنی آنکھہ یا اپنے کسی اور عضو سے دوسرے کے مال یا عزت یا جان کو نقصان نہ پہونچا سکے یا نقصان رسانی اور کسرِ شان کا ارادہ نہ کر سکے اور ایصال خیر کے مفہوم میں تمام وہ اخلاق داخل ہیں جنکے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنے مال یا اپنے علم یا کسی اور ذریعہ سے دوسرے کے مال یا عزت کو فائدہ پہونچا سکے یا اسکے جلال یا عزت ظاہر کرنے کا ارادہ کر سکے یا اگر کسی نے اسپر کوئی ظلم کیا تھا تو جس سزا کا وہ ظالم مستحق تھا اس سے درگذر کر سکے اور اس طرح اسکو دکھہ اور عذاب بدنی تاوان مالی سے محفوظ رہنے کا فائدہ پہونچا سکے یا اسکو ایسی سزا دے سکے جو حقیقت میں اسکے لیے سراسر رحمت ہے۔ اب واضح ہو کہ وہ اخلاق جو ترک شر کے لیے صانع حقیقی نے مقرر فرمائے ہیں وہ **زبان عربی** میں جو تمام انسانی خیالات اور اوضاع اور اخلاق کے اظہار کے لیے ایک ایک **مفرد لفظ** اپنے اندر رکھتی ہے چار ناموں سے موسوم ہیں چنانچہ پہلا **خلق۔ اِحصان** کے نام سے موسوم ہے اور اس لفظ سے مراد خاص وہ پاکدامنی ہے جو مرد اور عورت کی قوت تناسل سے علاقہ رکھتی ہے اور مُحصن یا مُحصنہ اُس مرد یا اُس عورت کو کہا جائے گا جو حرامکاری یا اس کے مقدمات سے مجتنب رہکر اس ناپاک بدکاری سے اپنے تئیں روکیں جسکا نتیجہ دونوں کے لیے اس عالم میں ذلت اور لعنت اور دوسرے جہان میں عذاب آخرت اور متعلقین کے لیے علاوہ بے آبروئی نقصان شدید ہے۔ مثلاً جو شخص کسیکی بیوی سے اس ناجائز حرکت کا مرتکب ہو یا مثلاً زنا تو نہیں مگر اسکے مقدمات مرد اور عورت دونوں سے ظہور میں آویں تو کچھ شک نہیں کہ اس غیرت مند مظلوم کو ایسی بیوی کو جو زنا کرانے پر رضی ہو گئی تھی یا زنا بھی واقعہ ہو چکا تھا طلاق دینی پڑے گی اور بچوں پر بھی اگر اس عورت کے پیٹ سے ہو نگے بڑا تفرقہ پڑے گا اور مالک خانہ یہ تمام نقصان اس بدذات کی وجہ سے اُٹھائیگا۔

اس جگہ یاد رہے کہ یہ خلق جسکا نام اِحصان یا عِفّت ہے یعنے پاکدامنی یہ اسیحالت میں خلق کہلائیگا جبکہ ایسا شخص جو بدنظری یا بدکاری کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے یعنے قدرت نے وہ قوی اسکو دی رکھے ہیں جنکے ذریعہ سے اس جرم کا ارتکاب ہو سکتا ہے اس فعل شنیع سے اپنے تئیں بچالے

اور اگر بباعث بچہ ہونے یا نامرد ہونے یا خوجہ ہونے یا پیر فرتوت ہونیکے یہ قوت اس میں موجود نہ ہو تو اس صورت میں ہم اسکو اس خلق سے جسکا نام اِحصان یا عِفّت ہے موسوم نہیں کر سکتے ہاں یہ ضرور ہے کہ عفت اور احصان کی اس میں ایک طبعی حالت ہے۔ مگر ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ طبعی حالتیں خلق کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتیں بلکہ اسوقت خلق کے مد میں داخل کی جائیں گی جب کہ عقل کے زیر سایہ ہو کر اپنے محل پر صادر ہوں یا صادر ہونے کے قابلیت پیدا کرلیں۔ لہذا جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ بچے اور نامرد اور ایسے لوگ جو کسی تدبیر سے اپنے تئیں نامرد کرلیں اس خلق کا مصداق نہیں ٹھیر سکتے گو بظاہر عفت اور احصان کے رنگ میں اپنی عمر بسر کریں بلکہ ان تمام صورتوں میں انکی عفّت اور احصان کا نام طبعی حالت ہوگا نہ اور کچھ اور چونکہ یہ ناپاک حرکت اور اسکے مقدمات جیسے مرد سے صادر ہو سکتے ہیں ویسا ہی عورت سے بھی صادر ہو سکتے ہیں لہذا خدا کی پاک کتاب میں دونو مرد اور عورت کے لیے یہ تعلیم فرمائی گئی ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۔ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا ۔ وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۔ یعنے ایمانداروں کو جو مرد ہیں کہدے کہ آنکھوں کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں اور ایسی عورتوں کو کھلے طور سے نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہو سکتی ہوں اور ایسے موقعوں پر خوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں اور اپنے ستر کی جگہ کو جس طرح ممکن ہو بچاویں ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچاویں یعنے بیگانہ عورتوں کے گانے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ سنیں انکے حسن کے قصے نہ سنیں یہ طریق پاک نظر اور پاک دل رہنے کے لیے عمدہ طریق ہے ایسا ہی ایماندار عورتوں کو کہدے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچاویں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچاویں یعنے انکی پر شہوات آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہوں کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضا کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اسطرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آجائے یعنے گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے

پیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں یہ وہ تدبیر ہے کہ جسکی پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے اور **دوسرا طریق** بچنے کے لیے یہ ہے کہ خدا تعالی کی طرف رجوع کریں اور اس سے دعا کریں تا ٹھوکر سے بچاوے اور لغزشوں سے نجات دے۔ زنا کے قریب مت جاؤ یعنے ایسی تقریبوں سے دور رہو جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو جو زنا کرتا ہے وہ بدی کو انتہا تک پہونچا دیتا ہے زنا کی راہ بہت بُری راہ ہے یعنے منزل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخری منزل کے لیے سخت خطرناک ہے اور جس کو نکاح میسر نہ آوے چاہیے کہ وہ اپنی عفت کو دوسرے طریقوں سے بچاوے مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے تن آزار کام لے اور لوگوں نے یہ بھی طریق نکالے ہیں کہ وہ ہمیشہ عمداً نکاح سے دست بردار رہیں یا خوجے بنیں اور کسی طریق سے رہبانیت اختیار کریں مگر ہم نے انسان پر یہ حکم فرض نہیں کیے اسی لیے وہ ان بدعتوں کو پوری طور پر نباہ نہ سکے خدا کا یہ فرمانا کہ ہمارا یہ حکم نہیں کہ لوگ خوجے بنیں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو سب لوگ اس حکم پر عمل کرنے کے مجاز بنتے تو اس صورت میں بنی آدم کی قطع نسل ہو کر کبھی کا دنیا کا خاتمہ ہو جاتا اور نیز اگر اس طرح پر عفت حاصل کرنا تھا کہ عضو مردی کو کاٹ دیں تو یہ درپردہ اس صانع پر اعتراض ہے جس نے وہ عضو بنایا اور نیز جبکہ ثواب کا تمام مدار اس بات میں ہے کہ ایک قوت موجود ہو اور پھر انسان خدا تعالی کا خوف کرکے اس قوت کے خراب جذبات کا مقابلہ کرتا رہے اور اسکے منافع سے فائدہ اٹھا کر دو طور کا ثواب حاصل کرے پس ظاہر ہے کہ ایسے عضو کے ضائع کر دینے میں دونوں ثوابوں سے محروم رہا ثواب تو جذبہ مخالفانہ کے وجود اور پھر اسکے مقابلہ سے ملتا ہے مگر جس میں بچہ کی طرح وہ قوت ہی نہیں رہی اسکو کیا ثواب ملیگا کیا بچہ کو اپنی عفت کا ثواب مل سکتا ہے؟

ان آیات میں خدا تعالی نے خلق احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کیلئے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ اپنے تئیں پاک دامن رکھنے کے لیے پانچ علاج بھی بتلا دیے ہیں یعنے یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا۔ کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا نامحرموں کے قصے نہ سننا دوسرے تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا۔ اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا۔ وغیرہ۔

اس جگہہ ہم بڑے دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ یہہ **اعلی تعلیم** ان سب تدبیروں کے ساتھہ جو **قرآن شریف** نے بیان فرمائی ہیں صرف **اسلام سے ہی خاص کے ہے** اور اس جگہہ ایک **نکتہ** یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اسکے جذبات شہوت محل اور موقعہ پاکر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں اسلیئے خدا تعالی نے ہمیں یہہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھہ تو لیا کریں اور انکی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں اور انکے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کرلیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اور انکے حسن کے قصے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور انکی زینت کی جگہہ کو ہرگز نہ دیکھیں نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور انکی خوش الحانی کی آوازیں اور انکے حسن کے قصے نہ سنیں نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے بلکہ ہمیں چاہیئے کہ انکے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تاٹھوکر نہ کھاویں کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسیوقت ٹھوکریں پیش آویں سو چونکہ خدا تعالی چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اسلیئے اس نے یہہ اعلے درجہ کی **تعلیم** فرمائی اس میں کیا شک ہے کہ بیقیدی ٹھوکر کا موجب ہوجاتی ہے اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھدیں اور پھر امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں سو خدا تعالے نے چاہا کہ نفسانی قوی کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقعہ بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آوے جس سے بد خطرات جنبش کر سکیں۔

اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے خدا کی **کتاب** میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جاوے یہ ان نادانوں کا خیال ہے جنکو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزادنظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جاوے کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے بالآخر یہہ بھی یاد رہے کہ خوابیدہ آنکھہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں **غض بصر** کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اسکو نہیں چاہیئے کہ حیوانوں کی طرح جسطرف چاہے بے محابا نظر اوٹھا کر دیکھہ لیا کرے بلکہ اسکے لیے اس تمدنی زندگی میں

غضِ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اسکی طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آجائیگی اور اسکی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا یہی وہ **خلق** ہے جسکو **احصان** اور **عفت** کہتے ہیں۔

دوسری قسم ترکِ شر کے اقسام میں سے وہ **خُلق** ہے جسکو عربی میں **امانت و دیانت** کہتے ہیں یعنے دوسرے کے مال پر شرارت اور بدنیتی سے قبضہ کرکے اسکو ایذا پہنچانے پر راضی نہ ہونا سو واضح ہو کہ دیانت اور امانت انسان کی طبعی حالتوں میں سے ایک حالت ہے اسی واسطے ایک بچہ شیر خوار بھی جو بوجہ کم سنی اپنی طبعی سادگی پر ہوتا ہے اور نیز بباعث صغر سنی ابھی بُری عادتوں کا عادی نہیں ہوتا اسقدر غیر کی چیز سے نفرت رکھتا ہے کہ غیر عورت کا دودھ بھی مشکل سے پیتا ہے اور اگر بیہوشی کے زمانہ میں کوئی اور دایہ مقرر نہ ہو تو ہوش کے زمانہ میں اسکو دوسرے کا دودھ پلانا نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور اپنی جان پر بہت تکلیف اٹھاتا ہے اور ممکن ہے کہ اس تکلیف سے مرنے کے قریب ہو جائے مگر دوسری عورت کے دودھ سے طبعاً بیزار ہوتا ہے اسقدر نفرت کا کیا بھید ہے؟!! بس یہی کہ وہ والدہ کو چھوڑ کر غیر کی چیز کیطرف رجوع کرنے سے طبعاً متنفر ہے۔ اب ہم جب ایک گہری نظر سے بچہ کی اس عادت کو دیکھتے اور اسپر غور کرتے ہیں اور فکر کرتے کرتے اسکی اس عادت کی تہ تک چلے جاتے ہیں تو ہم پر صاف کھل جاتا ہے کہ یہ عادت جو غیر کی چیز سے اس قدر نفرت کرتا کہ اپنے اوپر مصیبت ڈال لیتا ہے یہی جڑ دیانت اور امانت کی ہے اور دیانت کے خلق میں کوئی شخص راستباز نہیں ٹھیر سکتا جب تک بچہ کی طرح غیر کے مال کے بارے میں بھی سچی نفرت اور کراہت اسکے دل میں پیدا نہ ہو جائے۔ لیکن بچہ اس عادت کو اپنے محل پر استعمال نہیں کرتا اور اپنی بے وقوفی کے سبب سے بہت کچھ تکلیفیں اٹھا لیتا ہے لہذا اسکی یہ عادت صرف ایک حالت طبعی ہے جسکو وہ بے اختیار ظاہر کرتا ہے اسلیئے وہ حرکت اس کے خلق میں داخل نہیں ہو سکتی گو انسانی سرشت میں اصل جڑ خلق دیانت اور امانت کی وہی ہے جیسا کہ بچہ اس غیر معقول حرکت سے متدین اور امین نہیں کہلا سکتا ایسا ہی وہ شخص بھی اس خلق سے متصف نہیں ہو سکتا جو اس طبعی حالت کو محل پر استعمال نہیں کرتا۔ امین اور دیانت دار بننا بہت نازک امر ہے جب تک انسان اسکے تمام پہلو بجا نہ لاوے امین اور دیانت دار نہیں ہو سکتا۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے نمونہ کے طور پر **آیات** مفصلہ ذیل میں امانت کا طریق سمجھایا ہے اور وہ طریق امانت یہ ہے **وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا**

مَعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا
اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا
فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ط فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا
عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا
عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى
ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ترجمہ یعنے اگر کوئی ایسا تم میں مالدار
ہو جو صحیح العقل نہ ہو مثلاً یتیم یا نابالغ ہو اور اندیشہ ہو کہ وہ اپنی حماقت سے اپنے مال کو ضائع کر دے گا
تو تم (بطور کورٹ آف وارڈس کے) وہ تمام مال اسکا متکفل کے طور پر اپنے قبضہ میں لے لو اور وہ تمام مال جس پر
سلسلہ تجارت اور معیشت کا چلتا ہے ان بے وقوفوں کے حوالہ مت کرو اور اس مال میں سے بقدر ضرورت
انکے کہانے اور پہننے کے لیے دیدیا کرو اور انکو اچھی باتیں قول معروف کی کہتے رہو یعنے ایسی باتیں
جن سے انکی عقل اور تمیز بڑہے اور ایک طور سے انکے مناسب حال انکی تربیت ہو جاے اور جاہل اور ناتجربہ کار
نہ رہیں اگر وہ تاجر کے بیٹے ہیں تو تجارت کے طریقے ان کو سکہلاؤ اور اگر کوئی اور پیشہ رکہتے ہوں تو اس پیشے
کے مناسب حال انکو پختہ کر دو غرض ساتھ ساتھ ان کو تعلیم دیتے جاؤ اور اپنی تعلیم کا وقتاً فوقتاً امتحان
بہی کرتے جاؤ کہ جو کچہ تم نے سکہلایا اونہوں نے سمجہا بہی ہے یا نہیں پہر جب نکاح کے لائق ہو جائیں یعنے
عمر قریباً اٹہاراں برس تک پہونچ جاے اور تم دیکہو کہ ان میں اپنے مال کے انتظام کی عقل پیدا ہو گئی ہے
تو ان کا مال انکے حوالہ کرو اور فضول خرچی کے طور پر انکا مال خرچ نہ کرو اور نہ اس خوف سے جلدی کرکے
کہ اگر یہ بڑے ہو جائیں گے تو اپنا مال لے لیں گے ان کے مال کا نقصان کرو جو شخص دولت مند ہو اسکو
نہیں چاہیے کہ انکے مال میں سے کچہ حق الخدمت لیوے لیکن ایک محتاج بطور معروف لے سکتا ہے عرب میں
مالی محافظوں کے لیے یہ طور معروف تہا کہ اگر یتیموں کے کارپرداز انکے مال میں سے لینا چاہتے تو
حتے الوسع یہ قاعدہ جاری رکہتے کہ جو کچہ یتیم کے مال کو تجارت سے فائدہ ہو اس میں سے آپ بہی لیتے راس
المال کو تباہ نہ کرتے سو یہ اسی عادت کی طرف اشارہ ہے کہ تم بہی ایسا کرو اور پہر فرمایا کہ جب تم یتیموں کو
مال واپس کرنے لگو تو گواہوں کے روبرو ان کو انکا مال دو اور جو شخص فوت ہونے لگے اور بچے اسکے ضعیف
اور صغیر السن ہوں تو اسکو نہیں چاہیے کہ کوئی ایسی وصیت کرے کہ جس میں بچوں کی حق تلفی ہو سو لوگ ایسے

طور سے یتیم کا مال کھاتے ہیں جس سے یتیم پر ظلم ہو جائے وہ مال نہیں بلکہ آگ کھاتے ہیں اور آخر جلانیوالی آگ میں ڈالے جائینگے - اب دیکھو خدا تعالیٰ نے دیانت اور امانت کی کس قدر پہلو بتلائے سو حقیقی دیانت اور امانت یہی ہے کہ ان تمام پہلوؤں کے لحاظ سے ہو - اور اگر پوری عقلمندی کو دخل دیکر امانت داری میں تمام پہلوؤں کا لحاظ نہ ہو تو ایسی دیانت اور امانت کسی طور سے چھپی ہوئی خیانتیں اپنے ہمراہ رکھے گی - اور پھر دوسری جگہ فرمایا

وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ

یعنے اس میں ایک دوسرے کے مال کو ناجائز طور پر مت کھایا کرو اور نہ اپنے مال کو رشوت کے طور پر حکام تک پہونچایا کرو تا اس طرح پر حکام کی اعانت سے دوسرے کے مالوں کو دبالو - امانتوں کو انکے حقداروں کو واپس دیدیا کرو - خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا جب تم ماپو تو پورا ماپو جب تم وزن کرو تو پوری اور بے خلل ترازو سے وزن کرو اور کسیطور سے لوگوں کو انکے مال کا نقصان نہ پہونچاؤ اور فساد کی نیت سے زمین پر مت پھرا کرو یعنے اس نیت سے کہ چوری کریں یا ڈاکا ماریں یا کسی کی جیب کتریں یا کسی اور ناجائز طریق سے بیگانہ مال پر قبضہ کریں - اور پھر فرمایا کہ تم اچھی چیزوں کے عوض میں خبیث اور ردی چیزیں نہ دیا کرو یعنے جسطرح دوسروں کا مال دبا لینا ناجائز ہے اسیطرح خراب چیزیں بیچنا یا اچھی کے عوض میں بُری دینا بھی ناجائز ہے - ان تمام آیات میں خدا تعالیٰ نے تمام طریقے بد دیانتی کے بیان فرمادیے اور ایسی کلام کلی کے طور پر فرمایا جس میں کسی بد دیانتی کا ذکر باہر نہ رہجائے صرف یہ نہیں کہا کہ تو چوری نہ کر تا ایک ناداں یہ نہ سمجھے کہ چوری تو میرے لیے حرام ہے مگر دوسرے ناجائز طریقے سب حلال ہیں اس کلمہ جامعہ کے ساتھ تمام ناجائز طریقوں کو حرام ٹھہرانا یہی حکمت بیانی ہے - غرض اگر کوئی اس بصیرت سے دیانت اور امانت کا خلق اپنے اندر نہیں رکھتا اور ایسے تمام پہلوؤں کی رعایت نہیں کرتا وہ اگر دیانت و امانت کو بعض امور میں دکھلائے بھی تو یہ حرکت اسکی خلق دیانت میں داخل نہیں سمجھی جائیگی بلکہ ایک طبعی حالت ہوگی جو عقلی تمیز اور بصیرت سے خالی ہے -

تیسری قسم ترک شر کے اخلاق میں سے وہ قسم ہے کہ جسکو **عربی** میں **ھُدنہ** اور

ھُون کہتے ہیں یعنے دوسرے کو ظلم کے راہ سے بدنی آزار نہ پہونچانا اور بے شر انسان ہونا اور صلحکاری کے ساتھ زندگی بسر کرنا پس بلاشبہ صلحکاری اعلیٰ درجہ کا ایک خلق ہے اور انسانیت کیلیے از بس ضروری اور اس خلق کے مناسب حال طبعی قوت جو بچہ میں ہوتی ہے جسکی تعدیل سے یہ خلق بنتا ہے **اُلفت** ہے یعنے خو گرفتگی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان صرف اپنی طبعی حالت میں یعنے اسحالت میں کہ جب انسان عقل سے بے بہرہ ہو صلح کے مضمون کو سمجھ نہیں سکتا اور نہ جنگ جوئی کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہے پس اسوقت جو ایک عادت موافقت کی اس میں پائی جاتی ہے وہی صلحکاری کی عادت کی ایک جڑ ہے لیکن چونکہ وہ عقل اور تدبر اور خاص ارادہ سے اختیار نہیں کی جاتی اسلیے خلق میں داخل نہیں بلکہ خلق میں تب داخل ہوگی کہ جب انسان بالارادہ اپنے تئیں بے شر بنا کر صلحکاری کے خلق کو اپنے محل پر استعمال کرے اور بے محل استعمال کرنے سے مجتنب رہے اس میں **اللہ جل شانہ** یہ **تعلیم** فرماتا ہے وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ اَلصُّلْحُ خَیْرٌ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ یعنے آپس میں صلحکاری اختیار کرو صلح میں خیر ہے۔ جب وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ۔ خدا کے نیک بندے صلحکاری کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور اگر کوئی لغو بات کسی سے سنیں جو جنگ کا مقدمہ اور لڑائی کی ایک تمہید ہو تو بزرگانہ طور پر طرح دیکر چلے جاتے ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ بات پر لڑنا شروع نہیں کر دیتے یعنی جب تک کوئی زیادہ تکلیف نہ پہونچے اسوقت تک ہنگامہ پردازی کو اچھا نہیں سمجھتے اور صلحکاری کے محل شناسی کا یہی اصول ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو خیال میں نہ لاویں اور معاف فرماویں اور لغو کا لفظ جو اس آیت میں آیا ہے سو واضح ہو کہ عربی زبان میں لغو اس حرکت کو کہتے ہیں کہ مثلاً ایک شخص شرارت سے ایسی بکواس کرے یا بہ نیت ایذا ایسا فعل اس سے صادر ہو کہ دراصل اس سے کچھ ایسا حرج اور نقصان نہیں پہونچتا سو صلحکاری کی یہ علامت ہے کہ ایسی بیہودہ ایذا سے چشم پوشی فرماویں اور بزرگانہ سیرت عمل میں لاویں لیکن اگر ایذا صرف لغو کی مد میں داخل نہ ہو بلکہ اس سے واقعی طور پر جان یا مال یا عزت کو ضرر پہونچے تو صلحکاری کے خلق کو اس سے کچھ تعلق نہیں بلکہ اگر ایسے گناہ کو بخشا جاوے تو اس خُلق کا نام **عفو** ہے جسکا انشاء اللہ تعالیٰ اسکے بعد بیان ہوگا۔ اور پھر فرمایا کہ جو شخص شرارت سے کچھ یاوہ گوئی کرے تو تم نیک طریق سے صلحکاری

کا اسکو جواب دو تب اس خصلت سے دشمن بھی دوست ہو جائیگا غرض صلحکاری کے طریق سے چشم پوشی کا محل
صرف اس درجہ کی بدی ہے جس سے کوئی واقعی نقصان نہ پہونچا ہو صرف دشمن کی بیہودہ گوئی ہو۔

چوتھی قسم ترک شر کے اخلاق میں سے **رفق** اور **قول حسن** ہے اور یہ خلق جس حالت طبعی
سے پیدا ہوتا ہے اسکا نام **طلاقت** یعنے کشادہ روئی ہے۔ بچہ جب تک کلام کرنے پر قادر نہیں ہوتا
بجای رفق اور قول حسن کے طلاقت دکھلاتا ہے یہی دلیل اس بات پر ہے کہ رفق کی جڑ جہاں سے یہ شاخ پیدا
ہوتی ہے طلاقت ہے۔ طلاقت ایک قوت ہے اور رفق ایک خلق ہے جو اس قوت کو محل پر استعمال کرنے سے پیدا
ہو جاتا ہے اس میں خدا تعالی کی تعلیم یہ ہے وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۔ لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَى
أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ
وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۔ اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا
وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ
بِهِ عِلْمٌ ۔ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا **ترجمہ** یعنے لوگوں
کو وہ باتیں کہو جو واقعی طور پر نیک ہوں۔ ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے ہو سکتا ہے کہ جن سے
ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھے ہوں۔ بعض عورتیں بعض عورتوں سے ٹھٹھا نہ کریں ہو سکتا ہے کہ جن سے
ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھی ہوں۔ اور عیب مت لگاؤ۔ ان لوگوں کے برے برے نام مت رکھو بدگمانی
کی باتیں مت کرو۔ اور نہ عیبوں کو کرید کرید کر پوچھو۔ ایک دوسرے کا گلہ مت کرو۔ کسی کی نسبت وہ بہتان
یا الزام مت لگاؤ جسکا تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک عضو سے مواخذہ ہوگا اور
کان۔ آنکھ۔ دل ہر ایک سے پوچھا جائیگا۔

اب ترک شر کے اقسام ختم ہو چکے اور اب ہم ایصال خیر کے اقسام بیان کرتے ہیں **دوسری**
قسم ان اخلاق کی ہے جو ایصال خیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلا خلق ان میں سے **عفو** ہے یعنے کسی
کے گناہ کو بخشدینا اس میں ایصال خیر یہ ہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ ایک ضرر پہونچاتا ہے اور اس لائق ہوتا
ہے کہ اسکو بھی ضرر پہونچایا جائے سزا دلائی جائے قید کرایا جائے جرمانہ کرایا جائے یا آپ ہی اسپر ہاتھ
اٹھایا جائے پس اسکو بخشدینا اگر بخشدینا مناسب ہو اس کے حق میں ایصال خیر ہے اس میں **قرآن
شریف کی تعلیم** یہ ہے وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۔ جَزَاؤُ

سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ ط یعنے نیک آدمی وہ ہیں جو غصہ
کھانیکے محل پر اپنا غصہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں - بدی کی جزا اسیقدر بدی
ہے جو کی گئی ہو لیکن جو شخص گناہ کو بخشدے اور ایسے موقع پر بخشے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو کوئی شر پیدا
نہ ہوتی ہو یعنے عین عفو کے محل پر ہو نہ غیر محل پر تو اسکا وہ بدلا پائیگا - اس آیت سے ظاہر ہے کہ قرآنی تعلیم
یہ نہیں کہ خواہ نخواہ اور ہر جگہ شر کا مقابلہ نہ کیا جائے اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دیجائے بلکہ
یہ تعلیم ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ وہ محل اور موقعہ گناہ بخشنے کا ہے یا سزا دینے کا ہے پس مجرم کے حق میں
اور نیز عامہ خلائق کے حق میں جو کچھ فی الواقعہ بہتر ہو وہی صورت اختیار کی جائے - بعض وقت ایک مجرم
گناہ بخشنے سے توبہ کرتا ہے اور بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے اور بھی دلیر ہو جاتا ہے پس خدا
تعالیٰ فرماتا ہے کہ اندھوں کیطرح صرف گناہ بخشنے کی عادت مت ڈالو بلکہ
غور سے دیکھ لیا کرو کہ حقیقی نیکی کس بات میں ہے آیا بخشنے میں یا سزا دینے میں پس جو امر محل اور موقعہ کے مناسب
ہو وہی کرو افراد انسانی کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ جیسے بعض لوگ کینہ کشی پر بہت حریص ہوتے
ہیں یہانتک کہ دادوں پردادوں کے کینوں کو یاد رکھتے ہیں ایسا ہی بعض لوگ عفو اور درگذر کی
عادت کو انتہا تک پہونچا دیتے ہیں اور بسا اوقات اس عادت کے افراط سے دیوثی تک نوبت پہونچ جاتی ہے
اور ایسے قابل شرم حلم اور عفو اور درگذر ان سے صادر ہوتے ہیں جو سراسر حمیت اور غیرت اور عفت کے برخلاف
ہیں بلکہ نیک چلنی پر داغ لگاتے ہیں اور ایسے عفو اور درگذر کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ سب لوگ توبہ توبہ کر اٹھتے
ہیں انہیں خرابیوں کے لحاظ سے قرآن شریف میں ہر ایک خلق کے لئے محل اور موقع کی شرط لگا دی ہے
اور ایسے خلق کو منظور نہیں رکھا جو بے محل صادر ہو - یاد رہے کہ مجرد عفو کو خلق نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک
طبعی قوت ہے جو بچوں میں بھی پائی جاتی ہے بچہ کو جسکے ہاتھ سے چوٹ لگ جائے خواہ شرارت سے ہی لگے
تھوڑی دیر کے بعد اس قصہ کو بھلا دیتا ہے اور پھر اسکے پاس محبت سے جاتا ہے - اور اگر ایسے شخص نے اس
کے قتل کا بھی ارادہ کیا ہو تب بھی صرف میٹھی بات پر خوش ہو جاتا ہے پس ایسا عفو کسی طرح خُلق میں
داخل نہیں ہوگا خلق میں اسیصورت میں داخل ہوگا جب ہم اسکو محل اور موقعہ پر استعمال کرینگے ورنہ صرف
ایک طبعی قوت ہوگی - دنیا میں بہت تھوڑے ایسے لوگ ہیں جو طبعی قوت اور خلق میں فرق کر سکتے ہوں ہم بار
بار کہہ چکے ہیں کہ حقیقی خلق اور طبعی حالتوں میں یہہ فرق ہے کہ خلق ہمیشہ محل اور موقعہ کی پابندی اپنے

ساتھ رکھتا ہے اور طبعی قوت بے محل بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ یوں تو چارپاؤں میں گائے بھی بے شر ہے اور بکری بھی دل کی غریب ہے مگر ہم ان کو اسی سبب سے ان خلقوں سے متصف نہیں کہہ سکتے کہ ان کو محل اور موقعہ کی عقل نہیں دیگئی خدا کی حکمت اور خدا کی سچی اور کامل کتاب نے ہر ایک خلق کے ساتھ محل اور موقعہ کی شرط لگا دی ہے۔

دوسرا خلق اخلاق ایصال خیر میں سے عدل ہے اور تیسرا احسان اور چوتھا ایتاء ذی القربےٰ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یعنے اللہ تعالی کا یہ حکم ہے کہ نیکی کے مقابل پر نیکی کرو اور اگر عدل سے بڑھ کر احسان کا موقعہ اور محل ہو تو وہاں احسان کرو۔ اور اگر احسان سے بڑھ کر قریبوں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرنے کا محل ہو تو وہاں طبعی ہمدردی سے نیکی کرو اور اس سے خدا تعالی منع فرماتا ہے کہ تم حدود اعتدال سے آگے گذر جاؤ یا احسان کے بارے میں منکرانہ حالت تم سے صادر ہو جس سے عقل انکار کرے یعنی یہہ کہ تم بے محل احسان کرو یا محل احسان کرنے سے دریغ کرو یا یہہ کہ تم محل پر ایتاء ذی القربے کے خلق میں کچھہ کمی اختیار کرو۔ یا حد سے زیادہ رحم کی بارش کرو۔ اس آیت کریمہ میں ایصال خیر کی تین درجوں کا بیان ہے

اوّل یہ درجہ کہ نیکی کے مقابل پر نیکی کی جائے یہ تو کم درجہ ہے اور ادنیٰ درجہ کا بھلا مانس آدمی بھی یہ خلق حاصل کر سکتا ہے کہ اپنے نیکی کرنے والوں کے ساتھہ نیکی کرتا رہے۔ دوسرا درجہ اس سے مشکل ہے اور وہ یہہ کہ ابتداءً آپ ہی نیکی کرنا اور بغیر کسیکے حق کے احسان کے طور پر اسکو فائدہ پہونچانا۔ اور یہہ خلق اوسط درجہ کا ہے اکثر لوگ غریبوں پر احسان کرتے ہیں اور احسان میں یہہ ایک عیب مخفی ہے کہ احسان کرنے والا خیال کرتا ہے کہ میں نے احسان کیا ہے اور کم سے کم وہ اپنے احسان کے عوض میں شکر یا دعا چاہتا ہے اور اگر کوئی ممنون منت اسکا اُسکے مخالف ہو جائے تو اسکا نام احسان فراموش رکھتا ہے بعض وقت اپنے احسان کی وجہ سے اسپر فوق الطاقت بوجھہ ڈالدیتا ہے اور اپنا احسان اسکو یاد دلاتا ہے جیسا کہ احسان کرنے والوں کو خدا تعالی نے متنبہ کرنے کے لیے فرمایا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی یعنے اے احسان کرنے والو اپنے صدقات کو جنکی صدق پر بنا چاہیئے احسان یاد دلانے اور دکھہ دینے کے ساتھہ برباد مت کرو یعنے صدقہ کا لفظ صدق سے مشتق ہے پس اگر دل میں صدق اور اخلاص نہ رہے تو وہ صدقہ صدقہ نہیں رہتا بلکہ ایک ریاکاری کی حرکت ہو جاتی ہے غرض احسان کرنے والے میں یہہ ایک خامی ہوتی

ہے کہ کبھی غصہ میں آکر اپنا احسان یاد بھی دلا دیتا ہے اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے احسان کرنے والوں کو ڈرایا تیسرا درجہ ایصال خیر کا خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ بالکل احسان کا خیال نہ ہو اور نہ شکرگذاری پر نظر ہو بلکہ ایک ایسی ہمدردی کے جوش سے نیکی صادر ہو جیسا کہ ایک نہایت قریبی مثلاً والدہ محض ہمدردی کے جوش سے اپنے بیٹے سے نیکی کرتی ہے یہ وہ آخری درجہ ایصال خیر کا ہے جس سے آگے ترقی کرنا ممکن نہیں لیکن خدا تعالیٰ نے ان تمام ایصال خیر کی قسموں کو محل اور موقع سے وابستہ کر دیا ہے اور آیت موصوفہ میں صاف فرما دیا ہے کہ اگر یہ نیکیاں اپنے اپنے محل پر مستعمل نہیں ہونگی تو پھر یہ بدیاں ہو جائیں گی بجائے عدل فحشاء بن جائیگا یعنی حد سے اتنا تجاوز کرنا کہ ناپاک صورت ہو جائے اور ایسا ہی بجائے احسان کے منکر کی صورت نکل آئیگی یعنی وہ صورت جس سے عقل اور کانشنس انکار کرتا ہے اور بجائے ایتاء ذی القربیٰ کے بغی بن جائیگا یعنے وہ بیمحل ہمدردی کا جوش ایک بری صورت پیدا کرے گا اصل میں بغی اس بارش کو کہتے ہیں جو حد سے زیادہ برس جائے اور کھیتوں کو تباہ کر دے اور یا حق واجب میں کمی رکھنے کو بغی کہتے ہیں اور یا حق واجب سے افزونی کرنا بھی بغی ہے۔ غرض ان تینوں میں سے جو محل پر صادر نہیں ہوگا وہی خراب سیرت ہو جائیگی اسی لیے ان تینوں کے ساتھ موقعہ اور محل کی شرط لگا دی ہے۔ اس جگہ یاد رہے کہ مجرد عدل یا احسان یا ہمدردی ذی القربیٰ کو خلق نہیں کہہ سکتے بلکہ انسان میں یہ سب طبعی حالتیں اور طبعی قوتیں ہیں کہ جو بچوں میں بھی وجود عقل سے پہلے پائی جاتی ہیں مگر خلق کے لیے عقل شرط ہے اور نیز یہ شرط ہے کہ ہر ایک طبعی قوت محل اور موقعہ پر استعمال ہو۔

اور پھر احسان کے بارہ میں اور بھی ضروری ہدایتیں قرآن شریف میں ہیں اور سب کو الف لام کے ساتھ جو خاص کرنے کے لیے آتا ہے استعمال فرما کر موقعہ اور محل کی رعایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ اَحْسِنُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا۔ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۔ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ

فِی الرِّقَابِ ۔ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ۔ اَلَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ
مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۔ وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ
حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۔ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ ۔ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ
سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً ۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ
وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ
حَکِیْمٌ ۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ
وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی
وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ
وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۔ اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ
یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ **ترجمہ** یہ ہے کہ اے ایمان
والو تم ان مالوں میں سے لوگوں کو بطریق سخاوت یا احسان یا صدقہ وغیرہ دو جو تمہارے پاک کمائی ہے
یعنے جس میں چوری یا رشوت یا خیانت یا غبن ... کا مال یا ظلم کے روپیہ کی آمیزش نہیں اور یہ قصد
تمہارے دل سے دور رہے کہ ناپاک مال لوگوں کو دو ۔ اور دوسری یہ بات ہے کہ اپنی خیرات اور مروت کو احسان
رکھنے اور دکھ دینے کے ساتھ باطل مت کرو یعنے اپنے ممنون منت کو کبھی یہ نہ جتلاؤ کہ ہمنے تجھے
یہ دیا تھا اور نہ اسکو دکھ دو کہ اسطرح تمہارا احسان باطل ہوگا ۔ اور نہ ایسا طریق پکڑو کہ تم اپنے اموال
کو ریاکاری کے ساتھ خرچ کرو خدا کی مخلوق سے احسان کرو کہ خدا احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے ۔
جو لوگ حقیقی نیکی کرنے والے ہیں انکو وہ جام پلائے جائیں گے جنکی ملونی کافور ہوگی یعنے دنیا کی سوزشیں
اور حسرتیں اور ناپاک خواہشیں انکے دل سے دور کردی جائیں گی ۔ کافور کفر سے مشتق ہے اور کفر لغت عرب
میں دبانے اور ڈھانکنے کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ انکی ناجائز جذبات دبائے جائیں گے اور وہ پاک باطن ہو
جائیں گے اور معرفت کی خنکی ان کو پہونچے گی ۔ پھر فرماتا ہے کہ وہ لوگ قیامت کو اس چشمہ کا پانی پئیں گے
جسکو وہ آج اپنے ہاتھ سے چیر رہے ہیں ۔ اسجگہ **بہشت کی فلاسفی کا ایک ..... گہرا**
راز بتلایا ہے جسکو سمجھنا ہو سمجھ لے اور پھر فرمایا کہ حقیقی نیکی کرنیوالوں کی یہ خصلت ہے کہ وہ محض خدا
کی محبت کیلیے وہ کھانے جو آپ پسند کرتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں اور کہتے

ہیں کہ ہم تمپر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ یہ کام صرف اس بات کے لیے کرتے ہیں کہ خدا ہم سے راضی ہو اور اس
کے رنج کے لیے۔ یہ خدمت ہی ہم تم سے نہ تو کوئی بدلا چاہتے ہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارا شکر کرتے پہرو
یہ اشارہ سباب کی طرف ہی کہ ایصال خیر کی تیسری قسم جو محض ہمدردی کے جوش سے ہے وہ طریق بجالاتی
ہیں سچے نیکوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ خدا کی رضا جوئی کے لیے اپنے قریبوں کو اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور
نیز اس مال میں سے یتیموں کی تعہد اور انکی پرورش اور تعلیم وغیرہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور مسکینوں کو
فقر وفاقہ سے بچاتے ہیں اور مسافروں اور سوالیوں کی خدمت کرتے ہیں اور ان مالوں کو غلاموں کے آزاد
کرانے کے لیے اور قرضداروں کو سبکدوش کرنے کے لیے بھی دیتے ہیں اپنے خرچوں میں نہ تو اسراف
کرتے ہیں نہ تنگدلی کی عادت رکھتے ہیں اور میانہ روش چلتے ہیں۔ پیوند کرنے کی جگہہ پر پیوند کرتے ہیں
اور خدا سے ڈرتے ہیں اور انکے مالوں میں سوالیوں اور بے زبانوں کا حق ہے بے زبانوں سے مراد کتے
بلیاں چڑیاں۔ بیل۔ گدہے۔ بکریاں۔ اور دوسری چیزیں ہیں وہ تکلیفوں اور کم آمدنی کی حالت میں اور
قحط کے دنوں میں سخاوت سے دلتنگ نہیں ہوجاتے بلکہ تنگی کیحالت میں بھی اپنے مقدور کے موافق سخاوت
کرتے رہتے ہیں وہ کبھی پوشیدہ خیرات کرتے رہتے ہیں اور کبھی ظاہر۔ پوشیدہ اسلیے کہ تا ریاکاری
سے بچیں اور ظاہر اسلیے کہ تا دوسروں کو ترغیب دیں خیرات اور صدقات وغیرہ پر جو مال دیا جائے اس
میں یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ پہلے جسقدر محتاج ہیں انکو دیا جائے ہاں جو خیرات کے مال کا تعہد کریں یا اس
کے لیے انتظام اہتمام کریں انکو بھی خیرات کے مال سے کچھ ملسکتا ہے اور نیز کسیکو بدی سے بچانے کے
لیے بھی اس مال میں سے دے سکتے ہیں ایسا ہی وہ مال غلاموں کے آزاد کرنے کے لیے اور محتاج اور قرض
داروں اور آفت زدہ لوگوں کی مدد کے لیے بھی اور دوسرے راہوں میں جو محض خدا کے لیے ہوں وہ
مال خرچ ہوگا۔ تم حقیقی نیکی کو ہرگز نہیں پاسکتے جب تک کہ بنی نوع کی ہمدردی میں وہ مال خرچ نہ کرو جو
تمہارا پیارا مال ہے غریبوں کا حق ادا کرو مسکینوں کو مسافروں کی خدمت کرو اور فضولیوں سے اپنے
تئیں بچاؤ یعنے جو بیاہوں شادیوں میں اور طرح طرح کے عیاشی کی جگہوں میں اور لڑکا پیدا ہونے
میں ہوتے ہیں۔ جو اسراف سے مال خرچ کیا جاتا ہے اس سے اپنے تئیں بچاؤ۔ تم ماں باپ سے نیکی کرو اور
قریبوں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور ہمسایہ سے جو تمہارا قریبی ہے۔ اور ہمسایہ سے جو بیگانہ
ہے اور مسافر سے اور نوکر اور غلام اور گھوڑے اور بکری اور بیل اور گائے سے اور حیوانات سے جو تمہارے

قبضہ میں ہوں کیونکہ خدا کو جو تمہارا خدا ہے یہی عادتیں پسند ہیں وہ لاپروا ہوں اور خود غرضوں سے محبت نہیں کرتا اور ایسے لوگوں کو نہیں چاہتا جو بخیل ہیں اور لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اپنے مال کو چھپاتے ہیں یعنے محتاجوں کو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔

اور منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے وہ حالت ہے جو **شجاعت** سے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ شیرخوار بچہ بھی اسی قوت کی وجہ سے کبھی آگ میں ہاتھ ڈالنے لگتا ہے کیونکہ انسان کا بچہ بباعث فطرتی جوہر غلبہ انسانیت کے ڈرانے والے نمونوں سے پہلے کسی چیز سے بھی نہیں ڈرتا اس حالت میں انسان نہایت بیباکی سے شیروں اور دوسرے جنگلی درندوں کا بھی مقابلہ کرتا ہے اور تن تنہا مقابلہ کے لیے آدمیوں کے لڑنے کے لیے نکلتا ہے اور لوگ جانتے ہیں کہ بڑا بہادر ہے لیکن یہ صرف ایک طبعی حالت ہے کہ جس طرح اور درندوں میں پیدا ہوتی ہے بلکہ کتوں میں بھی پائی جاتی ہے اور حقیقی شجاعت جو محل اور موقعہ کے ساتھ خاص ہے اور جو اخلاق فاضلہ میں سے ایک خلق ہے وہ ان محل اور موقعہ کے امور کا نام ہے جنکا ذکر خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں اس طرح پر آیا ہے وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ یعنے بہادر وہ ہیں کہ جب لڑائی کا موقعہ آپڑے یا ان پر کوئی مصیبت پڑے تو بھاگتے نہیں انکا صبر لڑائی اور سختیوں کے وقت میں خدا کی رضامندی کے لیے ہوتا ہے اور اسکے چہرہ کے طالب ہوتے ہیں نہ کہ بہادری دکھلانے کے۔ انکو ڈرایا جاتا ہے کہ لوگ تمہیں سزا دینے کے لیے اتفاق کر گئے ہیں سو تم لوگوں سے ڈرو پس ڈرانے سے اور بھی انکا ایمان بڑھتا ہے اور کہتے ہیں کہ خدا ہمیں کافی ہے یعنے انکی شجاعت کتوں اور درندوں کی طرح نہیں ہوتی جو صرف طبعی جوش پر مبنی ہو جسکا ایک ہی پہلو پر میل ہو بلکہ انکی شجاعت دو پہلو رکھتی ہے کبھی تو وہ اپنی ذاتی شجاعت سے اپنے نفس کے جذبات کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس پر غالب آتے ہیں اور کبھی جب دیکھتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ قرین مصلحت ہے تو نہ صرف جوش نفس سے بلکہ سچائی کی مدد کے لیے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں مگر نہ اپنے نفس پر بھروسا کر کے بلکہ خدا پر بھروسہ کر کے بہادری دکھاتے ہیں اور انکی شجاعت میں کوئی ریاکاری اور خود بینی نہیں ہوتی اور نہ نفس کی پیروی بلکہ ہر ایک پہلو سے خدا کی رضا مقدم ہوتی ہے

ان آیات میں یہہ سمجھایا گیا ہے کہ حقیقی شجاعت کی جڑ صبر اور ثابت قدمی ہے اور ہر ایک جذبۂ نفسانی یا بلا جو دشمنوں کی طرح حملہ کرے اسکے مقابلہ پر ثابت قدم رہنا اور بزدل ہوکر بھاگ نہ جانا یہی شجاعت ہے سو انسانی شجاعت اور ایک درندہ کی شجاعت میں بڑا فرق ہے درندہ ایک ہی پہلو پر جوش اور غضب سے کام لیتا ہے اور انسان جو حقیقی شجاعت رکھتا ہے وہ مقابلہ اور ترک مقابلہ میں جو کچھ قرین مصلحت ہو وہ اختیار کر لیتا ہے۔

اور منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اسکی فطرت کا خاصہ ہے **سچائی** ہے انسان جب تک کوئی غرض نفسانی اسکی محرک نہ ہو جھوٹھ بولنا نہیں چاہتا اور جھوٹ کے اختیار کرنے میں ایک طرح کی نفرت اور قبض اپنے دل میں پاتا ہے اسی وجہ سے جس شخص کا صریح جھوٹ ثابت ہو جائے اس سے ناخوش ہوتا ہے اور اسکو تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے لیکن صرف یہی طبعی حالت اخلاق میں داخل نہیں ہو سکتے بلکہ بچے اور دیوانے بھی اسکے پابند رہ سکتے ہیں سو اصل حقیقت یہہ ہے کہ جبتک انسان ان نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ ہو جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راست گو نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اگر انسان صرف ایسی باتوں میں سچ بولے جن میں اسکا چنداں حرج نہیں اور اپنی عزت یا مال یا جان کے نقصان کے وقت جھوٹ بول جائے اور سچ بولنے سے خاموش رہے تو اسکو دیوانوں اور بچوں پر کیا فوقیت ہے کیا پاگل اور نابالغ لڑکے بھی ایسا سچ نہیں بولتے دنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں ہوگا کہ جو بغیر کسی تحریک کے خواہ نخواہ جھوٹ بولے پس ایسا سچ جو کسی نقصان کے وقت چھوڑا جائے حقیقی اخلاق میں ہرگز داخل نہیں ہوگا سچ کے بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقعہ وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو اس میں خدا کی یہہ تعلیم ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ ۔ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوْا ۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۔ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهٗ آثِمٌ قَلْبُهٗ ۔ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۔ كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ ۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى أَلَّا تَعْدِلُوْا ۔ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ ۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۔ **ترجمہ** بتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو یعنے جھوٹ بھی ایک بت ہی جسپر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے اور پھر فرمایا کہ جب تم سچی گواہی کے لئے بلائے جاؤ تو جانے سے

انکار مت کرو اور سچی گواہی کو مت چھپاؤ اور جو چھپائیگا اسکا دل گنہگار ہے۔ اور جب تم بولو تو وہی بات منہ پر لاؤ جو سراسر سچ اور عدالت کی بات ہو اگرچہ تم اپنے کسی قریبی پر گواہی دو حق اور انصاف پر قائم ہوجاؤ اور چاہیئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لیئے ہو جھوٹ مت بولو اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہونچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہونچے یا اور قریبیوں کو جیسے بیٹے وغیرہ اور چاہیئے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں سچی گواہی سے نہ روکے سچے مرد اور سچی عورتیں بڑے بڑے اجر پائیں گی انکی عادت ہے کہ اوروں کو بھی سچ کی نصیحت دیتے ہیں اور جھوٹوں کی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے۔

منجملہ انسان کی طبعی امور کے ایک صَبر ہے جو اسکو ان مصیبتوں اور بیماریوں اور دکھوں پر کرنا پڑتا ہے جو اسپر ہمیشہ پڑتے رہتے ہیں اور انسان بہت سے سیاپے اور جزع فزع کے بعد صبر اختیار کرتا ہے لیکن جاننا چاہیئے کہ خدا تعالی کی پاک کتاب کے رو سے وہ صبر اخلاق میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ ایک حالت ہے جو تھک جانیکے بعد ضرورتاً ظاہر ہوجاتی ہے یعنے انسان کی طبعی حالتوں میں سے یہ بھی ایک حالت ہے کہ وہ مصیبت کے ظاہر ہونے کے وقت پہلے روتا چیختا سر پیٹتا ہے آخر بہت سا بخار نکالکر جوش تھم جاتا ہے اور انتہا تک پہونچکر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے پس یہ دونوں حرکتیں طبعی حالتیں ہیں انکو خلق سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ اسکے متعلق خلق یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے ہاتھ سے جاتی رہے اور اس چیز کو خدا تعالی کی امانت سمجھ کر کوئی شکایت مُنہ پر نہ لاوے اور یہ کہے کہ خدا کا تھا خدا نے لے لیا اور ہم اسکی رضا کے ساتھ راضی ہیں۔ اس خلق کے متعلق خدا تعالی کا پاک کلام قرآن شریف ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝ یعنے اے مومنوں ہم تمہیں اسطرح پر آزماتے رہیں گے کہ کبھی کوئی خوفناک حالت تم پر طاری ہوگی اور کبھی فقر و فاقہ تمہارے شامل حال ہوگا اور کبھی تمہارا مالی نقصان ہوگا اور کبھی جانوں پر آفت آئیگی اور کبھی اپنی محنتوں میں ناکام رہوگے اور حسب المراد نتیجے کوششوں کے نہیں نکلینگے اور کبھی تمہاری پیاری اولاد مریگی۔ پس ان لوگوں کو خوشخبری ہو کہ جب انکو کوئی مصیبت پہونچے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی چیزیں اور اسکی امانتیں اور اسکے مملوک ہیں پس حق یہی ہے

کہ جسکی امانت ہے اسی کی طرف رجوع کرے یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہیں جو خدا کی راہ کو پا گئے۔

غرض اس خلق کا نام صبر اور رضا برضاء الٰہی ہے اور ایک طور سے اس خلق کا نام عدل بھی ہے کیونکہ جب کہ خدا تعالیٰ انسان کی تمام زندگی میں اسکی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور ہزار ہا باتیں اسکی مرضی کے موافق ظہور میں لاتا ہے اور انسان کی خواہش کے مطابق اسقدر نعمتیں اسکو دے رکھی ہیں کہ انسان شمار نہیں کرسکتا تو پھر یہہ شرط انصاف نہیں کہ اگر وہ کبھی اپنی مرضی بھی منوانا چاہے تو انسان منحرف ہو اور اسکی رضا کے ساتھ راضی نہ ہو اور چون وچرا کرے یا بیدین اور بے راہ ہو جاوے۔

اور منجملہ انسان کے طبعی امور کے جو اسکی طبیعت کے لازم حال ہیں ہمدردی خلق کا ایک جوش ہے قومی حمایت کا جوش بالطبع ہر ایک مذہب کے لوگوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ طبعی جوش سے اپنی قوم کی ہمدردی کے لیئے دوسروں پر ظلم کر دیتے ہیں گویا انہیں انسان نہیں سمجھتے سو اس حالت کو خلق نہیں کہہ سکتے یہہ فقط ایک طبعی جوش ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہہ حالت طبعی کوؤں وغیرہ پرندوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک کوے کے مرنے پر ہزارہا کوے جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہہ عادت انسانی اخلاق میں اسوقت داخل ہوگی جبکہ یہہ ہمدردی انصاف اور عدل کی رعایت سے محل اور موقعہ پر ہو اسوقت یہہ ایک عظیم الشان خلق ہوگا جسکا نام عربی میں مواسات اور فارسی میں ہمدردی ہے اسی کیطرف اللہ جل شانہ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۝ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاۗءِ الْقَوْمِ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا وَّلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِــيْمًا یعنے اپنی قوم کی ہمدردی اور اعانت فقط نیکی کے کاموں میں کرنی چاہیئے اور ظلم اور زیادتی کے کاموں میں انکی اعانت ہرگز نہیں کرنی چاہیئے اور قوم کی ہمدردی میں سرگرم رہو سست مت ہو اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے مت جھگڑو جو خیانت کرنے سے باز نہیں آتے خدا تعالیٰ خیانت پیشہ لوگوں کو دوست نہیں رکھتا + منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اسکی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہیں ایک اس برتر ہستی کی تلاش ہے جسکے لیئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اسیوقت سے محسوس ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے رحم سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی جو دکھاتا ہے وہ یہی ہے کہ ماں کی طرف جھکا جاتا ہے اور طبعاً اپنی ماں کی محبت رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اسکے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرت اسکا کھلتا

جاتا ہے یہ کشش محبت جو اسکے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ و روپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے پھر تو یہہ ہوتا ہے کہ بچہ بجز اپنی ماں کی گود کے کسیجگہ آرام نہیں پاتا اور پورا آرام اسکا اسیکی کنار عاطفت میں ہوتا ہے اور اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے اور دور ڈالدیا جائے تو تمام عیش اسکا تلخ ہو جاتا ہے اور اگرچہ اسکے آگے نعمتوں کا ایک ڈھیر ڈالدیا جائے تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اسکے بغیر کسیطرح آرام نہیں پاتا سو وہ کشش محبت جو اسکو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے ؟! درحقیقت **یہ وہی کشش** ہے جو **معبود حقیقی** کے لیے بچہ کی فطرۃ میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر ایک جسگہہ جو انسان تعلق محبت پیدا کرتا ہے درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہہ جو یہہ **عاشقانہ جوش** دکھلاتا ہے درحقیقت اسی محبت کا وہ ایک عکس ہے گویا دوسری چیزون کو اٹھا اٹھا کر ایک گم شدہ چیز کو تلاش کر رہا ہے جسکا اب نام بھول گیا ہے سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے محبت کرنا یا کسی خوش آواز کے گیت کی طرف اسکی روح کا کھینچے جانا درحقیقت اسی **گم شدہ محبوب** کی تلاش ہے اور چونکہ انسان اوس دقیق در دقیق ہستی کو جو آگ کی طرح ہر ایک میں مخفی اور سب پر پوشیدہ ہے اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا اور نہ اپنی ناتمام عقل سے اسکو پا سکتا ہے اسلیے اسکی معرفت کے بارہ میں انسان کو بڑی بڑی غلطیاں لگی ہیں اور سہو کا رپوار سے اسکا حق دوسرے کو دیا گیا ہے خدا نے قرآن شریف میں یہ خوب مثال دی ہے ۔ کہ دنیا ایک ایسی شیش محل کیطرح ہے جسکی زمین کا فرش نہایت مصفا شیشون سے کیا گیا اور پھر ان شیشوں کے نیچے پانی چھوڑا گیا جو نہایت تیزی سے چل رہا ہے اب ہر ایک نظر جو شیشون پر پڑتی ہے وہ اپنی غلطی سے ان شیشوں کو بھی پانی سمجھ لیتی ہے اور پھر انسان ان شیشوں پر چلنے سے ایسا ڈرتا ہے جیسا کہ پانی سے ڈرنا چاہیئے حالانکہ وہ درحقیقت شیشے ہیں مگر صاف اور شفاف سو یہ بڑے بڑے اجرام جو نظر آتے ہیں جیسے آفتاب و ماہتاب وغیرہ یہ وہی صاف شیشے ہیں جنکی غلطی سے پرستش کی گئی اور انکے نیچے ایک **اعلیٰ طاقت** کام کر رہی ہے جو ان شیشوں کے پردہ میں پانی کی طرح بڑی تیزی سے چل رہی ہے اور مخلوق پرستوں کی نظر کی یہہ غلطی ہے کہ انہیں شیشوں کیطرف اس **کام** کو منسوب کر رہے ہیں جو انکے **نیچے کی طاقت** دکھلا رہی ہے یہی تفسیر اس **آیت کریمہ** کی ہے جو اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ہے غرضکہ چونکہ خدا تعالیٰ کی ذات باوجود نہایت روشن ہونے کے پھر بھی نہایت مخفی ہوئی ہے اسلیے اسکی شناخت کے لیے صرف یہہ نظام جسمانی جو ہماری نظروں کے سامنے ہے کافی نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ ایسے نظام پر مدار رکھنے والے باوجودیکہ اس ترتیب ابلغ اور محکم کو جو صدہا

عجائبات پر مشتمل ہے نہایت غور کی نظر سے دیکھتے رہے بلکہ ہیئت اور طبعی اور فلسفہ میں وہ مہارتیں پیدا کیں کہ گویا آسمان و
زمین کے اندر دھس گئے مگر پھر بھی شکوک اور شبہات کی تاریکی سے نجات نہ پا سکے اور اکثر ان میں طرح طرح کی خطاؤں میں مبتلا
ہو گئے اور بیہودہ اوہام میں پڑ کر کہیں کے کہیں چلے گئے اور اگر انکو اس صانع کے وجود کی طرف کچھ خیال بھی آیا تو بس
اسیقدر کہ اس اعلے اور عمدہ نظام کو دیکھکر یہ انکی دل میں پڑا کہ اس عظیم الشان سلسلہ کا جو پر حکمت نظام اپنے ساتھ
رکھتا ہے کوئی پیدا کرنے والا ضرور چاہیے مگر ظاہر ہے کہ یہ خیال ناتمام اور یہہ معرفت ناقص ہے کیونکہ یہہ کہنا کہ اس
سلسلہ کے لیے ایک خدا کی ضرورت ہے اس دوسرے کلام سے ہرگز مساوی نہیں کہ وہ خدا درحقیقت ہے بھی غرض
یہہ انکی صرف قیاسی معرفت تھی جو دلکو اطمینان اور سکینت نہیں بخش سکتی اور نہ شکوک کو بکلی دل سے اٹھا سکتی
ہے اور یہہ ایسا پیالہ ہے جس سے وہ پیاس معرفت تامہ کی بجھ سکے جو انسان کی فطرت کو لگائی گئی بلکہ ایسی معرفت
ناقصہ نہایت پر خطر ہوتی ہے کیونکہ بہت شور ڈالنے کے بعد پھر آخر ہیچ اور نتیجہ ندارد ہے غرض جب تک خود
خدا تعالی اپنے موجود ہونیکو اپنے کلام سے ظاہر نہ کرے جیسا کہ اس نے اپنے کام سے ظاہر کیا تب تک صرف
کام کا ملاحظہ تسلی بخش نہیں ہے۔ مثلاً اگر ہم ایک ایسی بند کوٹھری کو دیکھیں جس میں یہ بات عجیب ہو کہ اندر سے
کنڈیاں لگائی گئی ہیں تو اس فعل سے ہم ضرور اول یہ خیال کرینگے کہ کوئی انسان اندر ہی جس نے اندر سے زنجیر
کو لگایا ہے کیونکہ باہر سے اندر کی زنجیروں کو لگانا غیر ممکن ہے لیکن جب ایک مدت تک بلکہ برسوں تک باوجود
بار بار آواز دینے کے اس انسان کی طرف سے کوئی آواز نہ آوے تو آخر یہ رائے ہماری کہ کوئی اندر ہے بدل
جائیگی اور یہہ خیال کریں گے کہ اندر کوئی نہیں بلکہ کسی حکمت عملی سے اندر کی کنڈیاں لگائی گئی ہیں۔ یہی
حال ان فلاسفروں کا ہے جنہوں نے صرف فعل کے مشاہدہ پر اپنی معرفت کو ختم کر دیا ہے یہہ بڑی غلطی ہے
جو خدا کو ایک مردہ کی طرح سمجھا جائے جسکو قبر سے نکالنا صرف انسان کا کام ہے اگر خدا ایسا ہے جو صرف
انسانی کوشش نے اسکا پتہ لگایا ہے تو ایسے خدا کی نسبت ہماری سب امیدیں عبث ہیں بلکہ **خدا تو وہی**
ہے جو ہمیشہ سے اور **قدیم** سے آپ **انا الموجود** کہکر لوگوں کو اپنی طرف بلاتا رہا ہے یہ بڑی گستاخی ہوگی
کہ ہم ایسا خیال کریں کہ اسکی معرفت میں انسان کا احسان اس پر ہے اور اگر فلاسفر نہ ہوتے تو گویا وہ گم کا گم
ہی رہتا۔ اور یہہ کہنا کہ خدا کیونکر بول سکتا ہے کیا اسکے زبان ہے یہہ بھی ایک بڑی بیباکی ہے کیا
اس نے جسمانی ہاتھوں کے بغیر تمام آسمانی اجرام اور زمین کو نہیں بنایا کیا وہ جسمانی آنکھوں کے بغیر تمام دنیا
کو نہیں دیکھتا کیا وہ جسمانی کانوں کے بغیر ہماری آوازیں نہیں سنتا پس کیا یہہ ضروری نہ تھا کہ اسیطرح

وہ کلام بھی کرے یہ بات بھی ہرگز صحیح نہیں ہے کہ خدا کا کلام کرنا آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے نہ ہم اسکے
کلام اور مخاطبات پر کسی زمانہ تک مہر لگاتے ہیں بلکہ وہ اب بھی ڈھونڈنیوالوں کو الہامی چشمہ سے مالامال
کرنیکو طیار ہے جیسا کہ پہلے تھا اور اب بھی اسکے فیضان کے لیے دروازے کھلے ہیں جیسا کہ پہلے تھے ہاں
ضرورتوں کے ختم ہونے پر شریعتیں اور حدود ختم ہوگئی اور تمام رسالتیں اور نبوتیں اپنے آخری نقطہ پر آکر
جو ہمارے سیّد و مولی صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا کمال کو پہونچ گئیں۔ اس آخری نور کا عرب سے ظاہر ہونا بھی
خالی حکمت سے نہ تھا عرب وہ بنی اسماعیل کی قوم تھی جو اسرائیل سے منقطع ہوکر حکمت الٰہی سے بیابان فاران
میں ڈالدی گئی تھی اور فاران کے معنے ہیں دو فرار کرنے والے یعنے بھاگنے والے پس جنکو خود حضرت ابراہیم
نے بنی اسرائیل سے علیحدہ کر دیا تھا ان کا توریت کی شریعت میں کچھ حصہ نہیں رہا تھا جیسا کہ لکھا ہے کہ وہ اسحاق
کے ساتھ حصہ نہیں پائیں گے پس تعلق والوں نے انہیں چھوڑ دیا اور کسی دوسرے سے انکا تعلق اور رشتہ نہ تھا اور
دوسرے تمام ملکوں میں کچھ کچھ رسوم عبادات اور احکام کے پائے جاتے تھے جن سے پتا لگتا ہے کہ کسیوقت انکو
نبیوں کی تعلیم پہونچی تھی پس صرف عرب کا ملک ہی ایک ایسا ملک تھا جو ان تعلیموں سے محض ناواقف تھا اور
تمام جہان سے پیچھے رہا ہوا تھا اسلیے آخر میں اسکی نوبت آئی اور اسکی نبوت عام ٹھیری تا تمام ملکوں کو دوبارہ
برکات کا حصہ دیوے اور جو غلطی پڑ گئی ہو اس کو نکالدے پس ایسی کامل کتاب کے بعد کس کتاب کا انتظار کریں جس
نے سارا کام انسانی اصلاح کا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پہلی کتابوں کی طرح صرف ایک قوم سے واسطہ نہیں
رکھا بلکہ تمام قوموں کی اصلاح چاہی اور انسانی تربیت کے تمام مراتب بیان فرمائے وحشیوں کو انسانیت کے
آداب سکھائے پھر انسانی صورت بنانیکے بعد اخلاق فاضلہ کا سبق دیا یہہ قرآن نے ہی دنیا پر احسان کیا کہ
طبعی حالتوں اور اخلاق فاضلہ میں فرق کر کے دکھلایا اور جب طبعی حالتوں سے نکالکر اخلاق فاضلہ کے محل
عالی تک پہونچایا تو فقط اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اور مرحلہ جو باقی تھا یعنے روحانی حالتوں کا مقام اس تک
پہونچنے کے لیے پاک معرفت کے دروازے کھولدیے اور نہ صرف کھولدیے بلکہ لاکھوں انسانوں کو اس تک پہنچا
بھی دیا پس اس طرح پر تینوں قسم کی تعلیم جسکا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کمال خوبی سے بیان فرمائی پس
چونکہ وہ تمام تعلیموں کا جنپر دینی تربیت کی ضرورتوں کا مدار ہے کامل طور پر جامع ہے اسلیے یہہ دعوٰی
اس نے کیا کہ مینے ہی دائرہ دینی تعلیم کو کمال تک پہونچایا جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ
دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا یعنے آج مینے دین

تمہارا کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور میں تمہارا دین اسلام ٹھیرا کر خوش ہوا یعنے دین کا انتہائی مرتبہ وہ امر ہے جو اسلام کے مفہوم میں پایا جاتا ہے یعنے یہہ کہ محض خدا کے لیے ہو جانا اور اپنی نجات اپنے وجود کی قربانی سے چاہنا نہ اور طریق سے اور اس نیت اور اس ارادہ کو عملی طور پر دکھلا دینا یہہ وہ نقطہ ہے جسپر تمام کمالات ختم ہوتے ہیں پس خدا کو حکیموں نے شناخت نہ کیا **قرآن نے اس سچے خدا کا پتہ بتایا** قرآن نے خدا کی معرفت عطا کرنے کے لیے دو طریق رکھے ہیں اوّل وہ طریق جسکے رو سے انسانی عقل عقلی دلائل پیدا کرنے میں بہت قوی اور روشن ہو جاتی ہے اور غلطی کرنے سے بچ جاتی ہے اور دوسرا روحانی طریق جسکو ہم تیسرے سوال کے جواب میں عنقریب انشاء اللہ تعالی ذکر کرینگے - اب دیکھو کہ عقلی طور پر قرآن نے خدا کی ہستی پر کیا کیا عمدہ اور بے مثل دلائل دیے ہیں جیسا کہ ایک جگہہ فرماتا ہے رَبُّنَا الَّذِیٓ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰی یعنے خدا وہ خدا ہے کہ جس نے ہر ایک شی کے مناسب حال اسکو پیدائش بخشی پھر اس شی کو اپنے کمالات مطلوبہ حاصل کرنے کے لیے راہ دکھلا دی اب اگر اس آیت کے مفہوم پر نظر رکھکر انسان سے لیکر تمام بحری اور بری جانوروں اور پرندوں کی بناوٹ تک دیکھا جاوے تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ ہر ایک چیز کی بناوٹ اسکے مناسب حال معلوم ہوتی ہے پڑہنے والے خود سوچ لیں کیونکہ یہہ مضمون بہت وسیع ہے -

دوسری **دلیل خدا تعالی کی ہستی پر** قرآن شریف نے خدا تعالی کا علت العلل ہونا قرار دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الۡمُنۡتَهٰی یعنے تمام سلسلہ علل و معلولات کا تیرے رب پر ختم ہو جاتا ہے تفصیل اس دلیل کی یہ ہے کہ نظر تعمیق سے معلوم ہوگا کہ یہہ تمام موجودات علل و معلول کے سلسلہ میں موجود ہے اور اسی وجہ سے دنیا میں طرح طرح کے علوم پیدا ہو گئے ہیں کیونکہ کوئی حصہ مخلوقات کا نظام سے باہر نہیں بعض بعض کے لیے بطور اصول اور بعض بطور فروع کے ہیں اور یہہ تو ظاہر ہے کہ علت یا تو خود اپنی ذات سے قائم ہوگی اور یا اسکا وجود کسی دوسری علت کے وجود پر منحصر ہوگا اور پھر یہہ دوسری علت کسی اور علت پر وعلی ہذا القیاس اور یہہ تو جائز نہیں کہ اس محدود دنیا میں علل و معلول کا سلسلہ کہیں جا کر ختم نہ ہو اور غیر متناہی ہو تو بالضرورت ماننا پڑا کہ یہہ سلسلہ ضرور کسی اخیر علت پر جا کر ختم ہو جاتا ہے پس جسپر اس تمام سلسلہ کا انتہا ہے وہی خدا ہے آنکھہ کھولکر دیکھہ لو کہ آیت **وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الۡمُنۡتَهٰی** اپنے مختصر لفظوں میں اسی دلیل مذکورہ بالا کو بیان فرما

رہی ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ انتہا تمام سلسلہ کا تیرے رب تک ہے ۔

پھر ایک اور دلیل اپنی ہستی پر یہ دی جیسا کہ فرماتا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ یعنے آفتاب چاند کو پکڑ نہیں سکتا اور نہ رات جو مظہر ماہتاب ہے دن پر جو مظہر آفتاب ہے کچھ تسلط کر سکتی ہے یعنے کوئی ان میں سے اپنی حدود مقررہ سے باہر نہیں جاتا اگر ان کا در پردہ کوئی مدبر نہ ہو تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے یہ دلیل ہیئت پر غور کرنے والوں کے لیے نہایت فائدہ بخش ہے کیونکہ اجرام فلکی کے اتنے بڑے عظیم الشان اور بے شمار گولے ہیں جنکے تھوڑے سے بگاڑ سے تمام دنیا تباہ ہو سکتی ہے یہ کیسی قدرت حق ہے کہ وہ آپس میں نہ ٹکراتے ہیں نہ بال بھر رفتار بدلتے اور نہ اتنی مدت تک کام دینے سے کچھ گھسے اور نہ انکی کلوں پرزوں میں کچھ فرق آیا اگر سر پر کوئی محافظ نہیں تو کیونکر اتنا بڑا کارخانہ بے شمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے انہیں حکمتوں کی طرف اشارہ کر کے خدا تعالے دوسرے مقام میں فرماتا ہے أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنے کیا خدا کے وجود میں شک ہو سکتا ہے جس نے ایسے آسمان اور ایسی زمین بنائی ۔

پھر ایک لطیف دلیل اپنی ہستی پر فرماتا ہے اور وہ یہ ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ یعنے ہر ایک چیز معرض زوال میں ہے اور جو باقی رہنے والا ہے وہ خدا ہے جو جلال والا اور بزرگی والا ہے ۔ اب دیکھو کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ ایسا ہو کہ زمین ذرہ ذرہ ہو جائے اور اجرام فلکی بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ان پر معدوم کرنے والی ایک ایسی ہوا چلے جو تمام نشان ان چیزوں کے مٹا دے مگر پھر بھی عقل اسبات کو مانتی اور قبول کرتی ہے بلکہ صحیح کانشنس اسکو ضروری سمجھتا ہے کہ اس تمام نیستی کے بعد بھی ایک چیز باقی رہجائے جسپر فنا طاری نہ ہو اور تبدل اور تغیر کو قبول نہ کرے اور اپنی پہلی حالت پر باقی رہے پس **وہی خدا ہے** جو تمام فانی صورتوں کو ظہور میں لایا ۔

پھر ایک اور **دلیل اپنی ہستی** پر قرآن شریف میں پیش کرتا ہے أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ یعنے میں نے روحوں کو کہا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں اس آیت میں خدا تعالے قصہ کے رنگ میں روحوں کی اس خاصیت کو بیان فرماتا ہے جو انکی فطرت میں اس نے رکھی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی روح فطرت کی رو سے خدا تعالے کا انکار نہیں کر سکتے صرف منکروں کو اپنے خیال

میں دلیل نہ ملنے کی وجہ سے انکار ہے مگر باوجود اس انکار کے وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ ہر ایک حادث کے واسطے ضرور ایک محدث ہو دنیا میں ایسا کوئی نادان نہیں کہ اگر مثلاً بدن میں کوئی بیماری ظاہر ہو تو وہ اس بات پر اصرار کرے کہ درپردہ اس بیماری کے ظہور کی کوئی علت نہیں اگر یہ سلسلہ دنیا کا علل اور معلول سے مربوط نہ ہوتا تو قبل از وقت یہ بتا دینا کہ فلاں تاریخ طوفان آئیگا یا آندھی یا خسوف ہوگا یا کسوف ہوگا یا فلاں وقت بیمار مرجائے گا یا فلاں وقت تک ایک بیماری کے ساتھ فلاں بیماری لاحق ہو جائیگی یہ تمام باتیں غیر ممکن ہو جاتیں پس ایسا محقق اگرچہ خدا کے وجود کا اقرار نہیں کرتا مگر ایک طور سے تو اس نے اقرار کر ہی دیا کہ وہ بھی ہماری طرح معلولات کے لیے علل کی تلاش میں ہے پس یہ بھی ایک قسم کا اقرار ہے اگرچہ کامل اقرار نہیں ماسوا اسکے اگر کسی ترکیب سے ایک منکر وجود باری کو ایسے طور سے بیہوش کیا جائے کہ وہ اس سفلی زندگی کے خیالات سے بالکل الگ ہو کر اور تمام ارادوں سے معطل رہ کر اعلے ہستی کے قبضہ میں ہو جائے تو وہ اس صورت میں خدا کے وجود کا اقرار کرے گا انکار نہیں کرے گا جیسا کہ اس پر بڑے بڑے مجربین کا تجربہ ہے سو ایسی حالت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے اور **مطلب آیت** یہ ہے کہ انکار وجود باری صرف سفلی زندگی تک ہی ورنہ اصل فطرت میں اقرار بھرا ہوا ہے۔

یہ دلائل وجود باری ہیں جو ہمنے بطور نمونہ کے لکھدیے ہیں بعد اسکے یہ بھی جاننا چاہیے کہ جس خدا کی طرف ہمیں قرآن شریف نے بلایا ہے اسکی اس نے یہ صفات لکھی ہیں هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ الْحَيُّ الْقَيُّومُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ یعنے وہ خدا جو واحد لاشریک ہے جسکے سوا کوئی بھی پرستش اور فرمانبرداری کے لائق نہیں یہ اسلیے فرمایا کہ اگر وہ لاشریک نہ ہو تو شاید اسکی طاقت پر دشمن کی طاقت غالب آجائے اس صورت میں خدائی معرض خطرہ میں رہے گی اور یہ جو فرمایا کہ اسکے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ ایسا کامل خدا ہے جسکی صفات اور خوبیاں اور کمالات ایسے اعلے اور بلند ہیں کہ اگر

موجودات میں سے بوجہ صفات کاملہ کے ایک خدا انتخاب کرنا چاہیں یا دل میں عمدہ سے عمدہ اور اعلےٰ سے اعلیٰ خدا کی صفات فرض کریں تو وہ سب سے اعلےٰ جس سے بڑھکر کوئی اعلےٰ نہیں ہو سکتا وہی خدا ہے جسکی پرستش میں ادنیٰ کو شریک کرنا ظلم ہے پہر فرمایا کہ عالم الغیب ہے یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے اسکی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا ہم آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھہ سکتے ہیں مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں پہر فرمایا کہ وہ عالم الشہادۃ ہے یعنے کوئی چیز اسکی نظر سے پردہ میں نہیں ہے یہہ جائز نہیں کہ وہ خدا کہلا کر پہر علم اشیا سے غافل ہو وہ اس عالم کے ذرہ ذرہ پر اپنی نظر رکہتا ہے لیکن انسان نہیں رکھہ سکتا وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دیگا اور قیامت برپا کر دیگا اور اسکے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہوگا سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے پہر فرمایا کہ ھُوَ الرَّحْمٰنُ یعنے وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے محض اپنے لطف سے نہ کسی کے عمل کے پاداش میں ان کے لیے سامان راحت میسر کرتا ہے جیسا کہ آفتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہمارے لیے بنا دیا اس عطیہ کا نام خدا کی کتاب میں رحمانیت ہے اور اس کام کے لحاظ سے خدا تعالیٰ رحمٰن کہلاتا ہے اور پہر فرمایا کہ الرَّحِیْمُ یعنی وہ خدا نیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے کسیکی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور اس کام کے لحاظ سے رحیم کہلاتا ہے اور یہہ صفت رحیمیت کے نام سے موسوم ہے اور پھر فرمایا مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ یعنے وہ خدا ہر ایک کی جزا اپنے ہاتھہ میں رکہتا ہے اسکا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اس نے زمین آسمان کی حکومت سونپ دی ہو اور آپ الگ ہو بیٹھا ہو اور آپ کچہ نہ کرتا ہو وہی کارپرداز سب کچہ جزا سزا دیتا ہو یا آیندہ دینے والا ہو - اور پہر فرمایا اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ یعنے وہ خدا بادشاہ ہے جس پر کوئی داغ عیب نہیں یہ ظاہر ہے کہ انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں اگر مثلاً تمام رعیت جلاوطن ہو کر دوسرے ملک کی طرف بہاگ جائے تو پھر بادشاہی قائم نہیں رہ سکتی اگر مثلاً تمام رعیت قحط زدہ ہو جائے تو پہر خراج شاہی کہاں سے آئے اور اگر رعیت کے لوگ اس سے بحث شروع کر دیں کہ تجہ میں ہم سے زیادہ کیا ہے تو وہ کونسی لیاقت اپنی ثابت کرے پس خدا تعالیٰ کی بادشاہی ایسی نہیں ہے وہ ایک دم میں تمام ملک کو فنا کر کے اور مخلوقات پیدا کر سکتا ہے اگر وہ ایسا خالق اور قادر نہ ہوتا تو پہر بجز ظلم کے اسکی بادشاہت چل نہ سکتی کیونکہ وہ دنیا کو ایک مرتبہ معافی اور نجات دیکر پہر دوسرے دنیا کہاں سے لاتا کیا نجات یافتہ لوگوں کو دنیا میں بہیجنے کے لیے پہر پکڑتا اور ظلم کی راہ سے اپنی معافی اور نجات دہی کو واپس لیتا تو

اس صورت میں اسکی خدائی میں فرق آتا اور دنیا کے بادشاہوں کی طرح ایک داغدار بادشاہ ہوتا جو دنیا کیلیے قانون بناتے ہیں بات بات میں بگڑتے ہیں اور اپنے خود غرضی کے وقتوں پر جب دیکھتے ہیں کہ ظلم کے بغیر چارہ نہیں تو ظلم کو شیر مادر سمجھ لیتے ہیں مثلاً قانون شاہی جائز رکھتا ہے کہ ایک جہاز بچانے کے لیے ایک کشتی کے سواروں کو تباہی میں ڈالدیا جائے اور ہلاک کیا جائے مگر خدا کو تو یہ اضطرار پیش نہیں آنا چاہئے پس اگر خدا پورا قادر اور عدم سے پیدا کرنے والا نہ ہوتا تو وہ یا تو کمزور راجوں کیطرح قدرت کی جگہہ ظلم سے کام لیتا اور یا عادل بنکر خدائی کو ہی الوداع کہتا بلکہ خدا کا جہاز تمام قدرتوں کے ساتھہ سچے انصاف پر چل رہا ہے ۔

پھر فرمایا اَلسَّلَامُ یعنے وہ خدا جو تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ سلامتی دینے والا ہے اسکے معنے بھی ظاہر ہیں کیونکہ اگر وہ آپ ہی مصیبتوں میں پڑتا لوگوں کے ہاتھہ سے مارا جاتا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہتا تو پھر اس بدنمونہ کو دیکھکر کسطرح دل تسلی پکڑتے کہ ایسا خدا ہمیں ضرور مصیبتوں سے چھڑا دیگا چنانچہ اللہ تعالی باطل معبودوں کے بارہ میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ ۔ وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۔ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ الجزو نمبر ۱۷ سورہ حج ۔ جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب ملکر ایک مکھی پیدا کرنا چاہئیں تو کبھی پیدا نہ کر سکیں ۔ اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں ۔ بلکہ اگر مکھی کوئی انکی چیز چھین کر لیجائے تو انہیں طاقت نہیں ہوگی کہ وہ مکھی سے چیز واپس لے سکیں اُنکے پرستار عقل کے کمزور اور وہ طاقت کے کمزور ہیں ۔ کیا خدا ایسے ہوا کرتے ہیں ۔ خدا تو وہ ہے کہ سب قوتوں والوں سے زیادہ قوت والا اور سب پر غالب آنیوالا ہے نہ اسکو کوئی پکڑ سکے نہ مار سکے ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں وہ خدا کا قدر نہیں پہچانتے اور نہیں جانتے خدا کیسا ہونا چاہیے ۔ اور پھر فرمایا کہ خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے یہہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہوسکتا اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہوگا کیونکہ اسکے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑی مصیبت میں ہوتا ہے وہ بجائے دلائل بیان کرنے کے ہر ایک بیہودہ بات کو راز میں داخل کرتا ہے تا ہنسی نہ ہو اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے ۔

اور پھر فرمایا کہ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ یعنے وہ سب کا محافظ ہے اور سب پر غالب اور بگڑے ہوی کاموں کا بنانیوالا ہے اور اسکی ذات نہایت ہی مستغنی ہے ......

...... اور فرمایا کہ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى یعنے وہ ایسا خدا ہے کہ جسموں کا بھی پیدا کرنے والا اور روحوں کا بھی پیدا کرنے والا رحم میں تصویر کھینچنے والا تمام نیک نام جہانتک خیال میں آسکیں سب اسی کے نام ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنے آسمان کے لوگ بھی اسکے نام کو پاکی سے یاد کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ آسمانی اجرام میں آبادی ہے اور وہ لوگ بھی پابند خدا کی ہدایتوں کے ہیں اور پھر فرمایا عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنے خدا بڑا قادر ہے یہ پرستاروں کے لیے تسلی ہے کیونکہ اگر خدا عاجز ہوا ور قادر نہ ہو تو ایسے خدا سے کیا امید رکھیں اور پھر فرمایا کہ رَبِّ الْعٰلَمِينَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ یعنے وہی خدا ہے جو تمام عالموں کا پرورش کرنے والا رحمن رحیم اور جزا کے دن کا آپ مالک ہے اس اختیار کو کسیکے ہاتھ نہیں دیا ہر ایک پکارنے والے کی پکار کو سننے والا اور جواب دینے والا یعنے دعاؤں کا قبول کرنے والا۔ اور پھر فرمایا الْحَيُّ الْقَيُّومُ یعنے ہمیشہ رہنے والا اور تمام جانوں کی جان اور سب کے وجود کا سہارا۔ یہ اسلیے کہا کہ وہ ازلی ابدی نہ ہو تو اسکی زندگی کے بارہ میں بھی دھڑکا رہیگا کہ شاید ہم سے پہلے فوت نہ ہوجائے اور پھر فرمایا کہ وہ خدا اکیلا خدا ہے نہ وہ کسیکا بیٹا اور نہ کوئی اسکا بیٹا اور نہ کوئی اسکے برابر اور نہ کوئی اُس کا ہم جنس۔

اور یاد رہے کہ خدا تعالی کی توحید کو صحیح طور پر ماننا اور اس میں زیادت یا کمی نہ کرنا یہ وہ عدل ہے جو انسان اپنے مالک حقیقی کے حق میں بجالاتا ہے۔ یہ تمام حصہ اخلاقی تعلیم کا ہے جو قرآن شریف کی تعلیم میں سے درج ہوا ہے اس میں اصول یہ ہے کہ خدا تعالے نے تمام اخلاق کو افراط اور تفریط سے بچایا ہے اور ہر ایک خلق کو اس حالت میں خلق کے نام سے موسوم کیا ہے کہ جب اپنے واقعی اور واجب حد سے کم و بیشتر نہ ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نیکی حقیقی وہی چیز ہے جو دو حدوں کے وسط میں ہوتی ہے یعنے زیادتی اور کمی یا افراط اور تفریط کے درمیان ہوتی ہے۔ ہر ایک عادت جو وسط کی طرف کھینچے اور وسط پر قائم کرے وہی خلق فاضل کو پیدا کرتی ہے محل اور موقعہ کا پہچاننا ایک وسط ہی شلا اگر زمیندار اپنا تخم وقت

سے پہلے بودی یا وقت کے بعد دونوں صورتوں میں وہ وسط کو چھوڑتا ہے نیکی اور حق اور حکمت سب وسط میں ہے اور وسط موقعہ بینی میں یا یوں سمجھ لو کہ حق وہ چیز ہے کہ ہمیشہ دو متقابل باطلوں کے وسط میں ہوتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ عین موقعہ کا التزام ہمیشہ انسان کو وسط میں رکھتا ہے اور خداشناسی کے بارہ میں وسط کی شناخت یہ ہے کہ خدا کی صفات کے بیان کرنے میں نہ تو نفی صفات کے پہلو کی طرف جھک جاوے اور نہ خدا کو جسمانی چیزوں کا مشابہ قرار دے یہی طریق قرآن شریف نے صفات باری تعالیٰ میں اختیار کیا ہے چنانچہ وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ خدا دیکھتا سنتا جانتا بولتا کلام کرتا ہے اور پھر مخلوق کی مشابہت سے بچانے کے لیے یہ بھی فرماتا ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ یعنے خدا کی ذات اور صفات میں کوئی اُس کا شریک نہیں اسکے لیے مخلوق سے مثالیں مت دو سو خدا کی ذات کو تشبیہ اور تنزیہ کے بین بین رکھنا یہی وسط ہے غرض اسلام کی تعلیم تمام میانہ روی کی تعلیم ہے سورۃ فاتحہ بھی میانہ روی کی ہدایت فرماتی ہے کیونکہ فرماتا ہے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ مغضوب علیہم سے وہ لوگ مراد ہیں جو خدا تعالیٰ کے مقابل پر قوت غضبی کو استعمال کر کے قویٰ سبعیہ کی پیروی کرتے ہیں اور ضالین سے وہ مراد ہیں جو قویٰ بہیمیہ کی پیروی کرتے ہیں اور میانہ طریق وہ ہے جسکو لفظ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ سے یاد فرمایا ہے غرض اس مبارک امت کے لیے قرآن شریف میں وسط کی ہدایت ہے توریت میں خدا تعالیٰ نے انتقامی امور پر زور دیا تھا اور انجیل میں عفو اور درگذر پر زور دیا تھا اور اس امت کو موقعہ شناسی اور وسط کی تعلیم ملی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا یعنے ہم نے تم کو وسط پر عمل کرنے والے بنایا اور وسط کی تعلیم تمہیں دی سو مبارک وہ جو وسط پر چلتے ہیں خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا ۔

تیسرا سوال یعنے یہ کہ روحانی حالتیں کیا ہیں واضح رہے کہ ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں کہ بموجب ہدایت قرآن شریف کے روحانی حالتوں کا منبع اور سرچشمہ نفس مطمئنہ ہے جو انسان کو با اخلاق ہونے کے مرتبہ سے باخدا ہونے کے مرتبہ تک پہونچاتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۞ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ یعنے اے نفس خدا کے ساتھ آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت کے اندر آ۔ اس جگہ بہتر ہے کہ

ہم روحانی حالتوں کے بیان کرنے کے لیے اس **آیت کریمہ** کی تفسیر کسیقدر توضیح سے بیان کریں۔پس یاد رکھنا چاہیے کہ اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پا جائے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذت اس کے خدا میں ہی ہو جائے یہی وہ حالت ہے جسکو دوسرے لفظوں میں **بہشتی زندگی** کہا جاتا ہے اس حالت میں انسان اپنے کامل صدق اور صفا اور وفا کے بدلہ میں ایک نقد بہشت پا لیتا ہے اور دوسرے لوگوں کی **بہشت موعود** پر نظر ہوتی ہے اور یہ **بہشت موجود** میں داخل ہوتا ہے اسی درجہ پر پہونچکر انسان سمجھتا ہے کہ وہ عبادت جسکا بوجھ اسکے سر پر ڈالا گیا ہے در حقیقت وہی ایک ایسی غذا ہے جس سے اسکی روح نشو و نما پاتی ہے اور جس پر اسکی روحانی زندگی کا بڑا بھاری مدار ہے۔اور اسکے نتیجہ کا حصول کسی دوسرے جہان پر موقوف نہیں ہے اسی مقام پر یہہ بات حاصل ہوتی ہے کہ وہ ساری ملامتیں جو نفس لوامہ انسان کا اسکی ناپاک زندگی پر کرتا ہے اور پھر بھی نیک خواہشوں کو اچھی طرح ابھار نہیں سکتا اور بُری خواہشوں سے حقیقی نفرت نہیں دلا سکتا اور نہ نیکی پر ٹھہرنے کی پوری قوت بخش سکتا ہے اب اس درجہ پر وقت آجاتا ہے کہ پوری کامیابی حاصل کرے اب تمام نفسانی جذبات خود بخود افسردہ ہونے لگتے ہیں اور روح پر ایک ایسی طاقت افزا ہوا چلنے لگتی ہے جس سے انسان پہلی کمزوریوں کو ندامت کی نظر سے دیکھتا ہے اسوقت انسانی سرشت پر ایک بھاری انقلاب آتا ہے جو عادات میں ایک تبدل عظیم پیدا ہوتا ہے اور انسان اپنی پہلی حالتوں سے بہت ہی دور جا پڑتا ہے دھویا جاتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے اور خدا نیکی کی محبت کو اپنے ہاتھہ سے اسکے دل میں لکھدیتا ہے اور بدی کا گند اپنے ہاتھہ سے اسکے دل سے باہر پھینک دیتا ہے سچائی کی فوج سب کی سب دل کے شہرستان میں آجاتی ہے اور فطرت کے تمام برجوں پر راستبازی کا قبضہ ہو جاتا ہے اور حق کی فتح ہوتی ہے۔اور باطل بھاگ جاتا ہے اور اپنے ہتیار پھینک دیتا ہے۔اس شخص کے دل پر خدا کا ہاتھہ ہوتا ہے اور ہر ایک قدم خدا کے زیر سایہ چلتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ **آیات ذیل** میں انہیں امور کی طرف اشارہ فرماتا ہے أُولَٰئِكَ

كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۔ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

یعنے خدا نے مومنوں کے دل میں ایمان کو اپنے ہاتھہ سے لکھدیا ہے اور روح القدس کے ساتھ انکی مدد کی

اس نے اے مومنو ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا اور اسکا حسن وجمال تمہارے دل میں بٹھا دیا اور کفر اور بدکاری اور معصیت سے تمہارے دل کو نفرت دیدی اور بری راہوں کا مکروہ ہونا تمہارے دل میں جما دیا یہ سب کچھ خدا کے فضل اور رحمت سے ہوا حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل کب حق کے مقابل ٹھہر سکتا تھا۔ غرض یہ تمام اشارات اس روحانی حالت کی طرف ہیں جو تیسرے درجہ پر انسان کو حاصل ہوتی ہے اور سچی بینائی انسان کو کبھی نہیں مل سکتی جب تک یہ حالت اسکو حاصل نہ ہو۔ اور یہ جو خدا تعالی فرماتا ہے کہ میں نے ایمان انکے دلمیں اپنے ہاتھ سے لکھا اور روح القدس سے انکی مدد کی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو سچی طہارت اور پاکیزگی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جبتک آسمانی مدد اسکے شامل حال نہ ہو نفس لوامہ کے مرتبہ پر انسان کا یہ حال ہوتا ہے کہ بار بار توبہ کرتا اور بار بار گرتا ہے بلکہ بسا اوقات اپنی صلاحیت سے ناامید ہوجاتا ہے اور اپنی مرض کو ناقابل علاج سمجھ لیتا ہے اور ایک مدت تک ایسا ہی رہتا ہے اور پھر جب وقت مقدر پورا ہوجاتا ہے تو رات کو یا دن کو یکدفعہ ایک نور اسپر نازل ہوتا ہے اور اس نور میں الٰہی قوت ہوتی ہے اس نور کے نازل ہونے کے ساتھ ہی ایک عجیب تبدیلی اندر پیدا ہوجاتی ہے اور غیبی ہاتھ کا ایک قوی تصرف محسوس ہوتا ہے اور ایک عجیب عالم سامنے آجاتا ہے اسوقت انسان کو پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے اور آنکھوں میں وہ نور آجاتا ہے جو پہلے نہیں تھا لیکن اس راہ کو کیونکر حاصل کریں اور اس روشنی کو کیونکر پاویں سو جاننا چاہیے کہ اس دنیا میں جو دار الاسباب ہے ہر ایک معلول کے لیے ایک علت ہے اور ہر ایک حرکت کے لیے ایک محرک ہے اور ہر ایک علم حاصل کرنے کے لیے ایک راہ ہے جسکو صراط مستقیم کہتے ہیں دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو بغیر پابندی ان قواعد کے مل سکے جو قدرت نے ابتدا سے اسکے لیے مقرر کر رکھے ہیں قانون قدرت بتلا رہا ہے کہ ہر ایک چیز کے حصول کے لیے ایک صراط مستقیم ہے اور اسکا حصول اسی پر قدرتاً موقوف ہے مثلاً اگر ہم ایک اندھیری کوٹھڑی میں بیٹھے ہوں اور آفتاب کی روشنی کی ضرورت ہو تو ہمارے لیے یہ صراط مستقیم ہے کہ ہم اس کھڑکی کو کھولدیں جو آفتاب کی طرف ہے تب یکدفعہ آفتاب کی روشنی اندر آکر ہمیں منور کر دیگی سو ظاہر ہے کہ اسیطرح خدا کے سچے اور واقعی فیوض کے پانے کے لیے بھی کوئی کھڑکی ہوگی اور پاک روحانیت کے حاصل کرنیکے لیے کوئی خاص طریق ہوگا اور وہ یہ ہے کہ روحانی امور کے لیے صراط مستقیم کی تلاش کریں جیسا کہ ہم اپنی زندگی کے تمام امور میں اپنی کامیابیوں کے لیے صراط مستقیم کی تلاش کرتے رہتے

ہیں مگر کیا وہ یہ طریق ہے کہ ہم صرف اپنی ہی عقل کے زور سے اور اپنی ہی خود تراشیدہ باتوں سے خدا کے وصال کو ڈھونڈیں کیا محض ہماری ہی اپنی منطق اور فلسفہ سے اسکے وہ دروازے ہم پر کھلتے ہیں جن کا کھلنا اسکے قوی ہاتھ پر موقوف ہے یقیناً سمجھو کہ یہ بالکل صحیح نہیں ہم اس حی و قیوم کو محض اپنی ہی تدبیروں سے ہرگز پا نہیں سکتے بلکہ اس راہ میں صراط مستقیم صرف یہ ہے کہ پہلے ہم اپنی زندگی معہ اپنی تمام قوتوں کے خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کرکے پھر خدا کے وصال کے لیے دعا میں لگی رہیں تا خدا کو خدا ہی کے ذریعہ سے پاویں اور سب سے زیادہ پیاری دعا جو عین محل اور موقعہ سوال کا ہمیں سکھاتی ہے اور فطرت کے روحانی جوش کا نقشہ ہمارے سامنے رکھتی ہے وہ دعا ہے جو خدائے کریم نے اپنی **پاک کتاب** قرآن شریف میں یعنے **سورہ فاتحہ** میں ہمیں سکھائی ہے اور وہ یہ ہے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ تمام پاک تعریفیں جو ہو سکتی ہیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ... اور قائم رکھنے والا ہے اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وہی خدا جو ہمارے اعمال سے پہلے ہمارے لیے رحمت کا سامان میسر کرنیوالا ہے اور ہمارے اعمال کے بعد رحمت کے ساتھ جزا دینے والا ہے مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ وہ خدا جو جزا کے دن کا وہی ایک مالک ہے کسی اور کو وہ دن نہیں سونپا گیا اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ اے وہ جو ان تعریفوں کا جامع ہے ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور ہم ہر ایک کام میں توفیق تجھ ہی سے چاہتے ہیں اسجگہ ہم کے لفظ سے پرستش کا اقرار کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے تمام قویٰ تیری پرستش میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے آستانہ پر جھکے ہوئے ہیں کیونکہ انسان باعتبار اپنے اندرونی قویٰ کے ایک جماعت اور ایک امت ہے اور اس طرح پر تمام قویٰ کا خدا کو سجدہ کرنا یہی وہ حالت ہے جسکو اسلام کہتے ہیں اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ہمیں اپنی سیدھی راہ دکھلا اور اوس پر ثابت قدم کرکے ان لوگوں کی راہ دکھلا جن پر تیرا انعام و اکرام ہے اور تیرے مورد فضل و کرم ہو گئے ہیں غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ اور ہمیں ان لوگوں کی راہوں سے بچا جن پر تیرا غضب ہے اور جو تجھ تک نہیں پہنچ سکے اور راہ کو بھول گئے آمین اے خدا ایسا ہی کر۔ یہ آیات سمجھا رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے انعامات جو دوسرے لفظوں میں فیوض کہلاتے ہیں انہیں پر نازل ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کی خدا کی راہ میں قربانی دیکر اور اپنا تمام وجود اسکی راہ میں وقف کرکے اور اسکی رضا میں محو ہو کر اسوجہ سے دعا میں لگی رہتے ہیں کہ تا جو کچھ انسان کو روحانی نعمتوں اور خدا کی

قرب اور وصال اور اسکے مکالمات اور مخاطبات میں سے مل سکتا ہے وہ سب انکو ملے اور اس دعا کے ساتھ
اپنے تمام قویٰ سے عبادت بجا لاتے ہیں اور گناہ سے پرہیز کرتے اور آستانہ الٰہی پر گرے رہتے ہیں اور جہانتک
تک انکے لیے ممکن ہے اپنے تئیں بدی سے بچاتے ہیں اور غضب الٰہی کی راہوں سے دور رہتے ہیں سو چونکہ
وہ ایک اعلیٰ ہمت اور صدق کے ساتھہ خدا کو ڈھونڈھتے ہیں اسلیے اسکو پا لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی پاک
معرفت کی پیالوں سے سیراب کیے جاتے ہیں اس آیت میں جو استقامت کا ذکر فرمایا یہ اسبات کی طرف اشارہ ہے
کہ سچا اور کامل فیض جو روحانی عالم تک پہونچاتا ہے کامل استقامت سے وابستہ ہے اور کامل استقامت سے مراد
ایک ایسی حالت صدق و وفا ہے جسکو کوئی امتحان ضرر نہ پہونچا سکے یعنے ایسا پیوند ہو جسکو نہ تلوار کاٹ
سکے نہ آگ جلا سکے اور نہ کوئی دوسری آفت نقصان پہونچا سکے عزیزوں کی موتیں اُس سے علیحدہ نہ کرسکیں
پیاروں کی جدائی اُس میں خلل انداز نہ ہو سکے بے آبروئی کا خوف کچھ رعب نڈال سکے ہولناک دکھوں سے
مارا جانا ایک ذرہ دل کو نہ ڈرا سکے سو یہہ دروازہ نہایت تنگ ہے اور یہہ راہ نہایت دشوار گذار ہے کس قدر
مشکل ہے آہ صد آہ اسی کیطرف اللہ جل شانہ ان آیات میں اشارہ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۤؤُكُمْ
وَاَبْنَاۤؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۣاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ
تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ یعنے انکو کہدے
کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہاری برادری اور تمہارے
وہ مال جو تم نے محنت سے کمائے ہیں اور تمہاری سوداگری جسکے بند ہونیکا تمہیں خوف ہے اور تمہاری حویلیاں
جو تمہارے دل پسند ہیں خدا سے اور اسکے رسول سے اور خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو لڑانے سے زیادہ
پیارے ہیں تو تم اسوقت تک منتظر رہو کہ جب تک خدا اپنا حکم ظاہر کرے اور خدا بدکاروں کو کبھی اپنی
راہ نہیں دکھائے گا۔ ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں
اور اپنے مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خدا کی نظر میں بدکار ہیں وہ ضرور ہلاک ہونگے کیونکہ اونہوں نے
غیر کو خدا پر مقدم رکھا یہی وہ تیسرا مرتبہ ہے جس میں وہ شخص باخدا بنتا ہے جو اسکے لیے ہزاروں بلائیں
خریدلے اور خدا کیطرف ایسے صدق اور اخلاص سے جھک جائے کہ خدا کے سوا کوئی اسکا نہ رہے گویا سب
مرگئے۔ پس سچ تو یہہ ہے کہ جبتک ہم خود نہ مریں زندہ خدا نظر نہیں آسکتا خدا کے ظہور کا وہی دن

ہوتا ہے کہ جب ہمارے جسمانی زندگی پر موت آوے ہم اندہے ہیں جب تک غیر کے دیکھنے سے اندہے نہ ہوجائیں
ہم مردہ ہیں جب تک خدا کے ہاتھ میں مردہ کی طرح نہ ہوجائیں جب ہمارا منہ ٹھیک اسکی محاذات میں
پڑیگا تب وہ واقعی استقامت جو تمام نفسانی جذبات پر غالب آتی ہے ہمیں حاصل ہوگی اس سے پہلے نہیں
اور یہی وہ استقامت ہے جس سے نفسانی زندگی پر موت آجاتی ہے ہماری استقامت یہہ ہے کہ جیسا کہ وہ فرماتا
ہے کہ بلی من اسلم وجهه لله وهو محسن یعنے یہہ کہ قربانی کی طرح میرے آگے گردن رکھدو
ایسا ہی ہم اسوقت درجہ استقامت حاصل کرینگے کہ جب ہمارے وجود کے تمام پرزے اور ہماری نفس کی
تمام قوتیں اسی کے کام میں لگ جائیں اور ہماری موت اور ہماری زندگی اسی کے لیے ہوجائے جیسا کہ
وہ فرماتا ہے قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین یعنی کہہ کہ میری نماز
اور قربانی اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لیے ہے اور جب انسان کی محبت خدا کے ساتھہ اس
درجہ تک پہونچ جائے کہ اسکا مرنا اور جینا اپنے لیے نہیں بلکہ خدا ہی کے لیے ہوجائے تب وہ خدا جو
ہمیشہ سے پیار کرنے والوں کے ساتھہ پیار کرتا آیا ہے اپنی محبت کو اوسپر اوتارتا ہے اور ان دونوں
محبتوں کے ملنے سے انسان کے اندر ایک نور پیدا ہوتا ہے جسکو دنیا نہیں پہچانتی اور نہ سمجھ سکتی ہے
اور ہزاروں صدیقوں اور برگزیدوں کا اسی لیے خون ہوا کہ دنیا نے ان کو نہیں پہچانا وہ اسی لیے مکار اور خود
غرض کہلائے کہ دنیا انکے نورانی چہرہ کو دیکھہ نہ سکے جیسا کہ فرماتا ہے ینظرون الیک وهم لا یبصرون
یعنے وہ جو منکر ہیں تیری طرف دیکھتے تو ہیں مگر تو انہیں نظر نہیں آتا۔ غرض جب وہ نور پیدا ہوتا ہے تو اس
نور کی پیدائش کے دن سے ایک زمینی شخص آسمانی ہوجاتا ہے۔ وہ جو ہر ایک وجود کا مالک ہے اسکے اندر ہوتا
ہے اور اپنی الوہیت کی چمکیں دکھلاتا ہے اور اسکے دل کو کہ جو پاک محبت سے بھرا ہوا ہے اپنا تخت گاہ
بناتا ہے اور جب ہی سے کہ یہ شخص ایک نورانی تبدیلی پاکر ایک نیا آدمی ہوجاتا ہے وہ اسکے لیے ایک نیا
خدا ہوجاتا ہے اور نئی عادتیں اور نئی سنتیں ظہور میں لاتا ہے یہہ نہیں کہ وہ نیا خدا ہے یا عادتیں نئی ہیں
مگر خدا کی عام عادتوں سے وہ الگ عادتیں ہوتی ہیں جو دنیا کا فلسفہ ان سے آشنا نہیں۔ اور یہہ شخص جیسا
کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف
بالعباد یعنے انسانوں میں سے وہ اعلے درجہ کے انسان ہیں جو خدا کی رضا میں کھوئے جاتے ہیں۔ وہ
اپنی جان بیچتے ہیں اور خدا کی مرضی کو مول لیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنپر خدا کی رحمت ہے ایسا ہی وہ

شخص جو روحانی حالت کے مرتبہ تک پہونچ گیا ہے خدا کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تمام دکھوں سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو میری راہ میں اور میری رضا کی راہ میں جان کو بیچ دیتا ہے اور جان فشانی کے ساتھ اپنی اس حالت کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ خدا کا ہے اور اپنے تمام وجود کو ایک ایسی چیز سمجھتا ہے جو طاعت خالق اور خدمت مخلوق کے لیے بنائی گئی ہے اور پھر حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق ہیں ایسے ذوق و شوق و حضور دل سے بجالاتا ہے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے محبوب حقیقی کو دیکھ رہا ہے اور ارادہ اسکا خدا تعالے کے ارادہ سے ہمرنگ ہو جاتا ہے اور تمام لذت اسکی فرمانبرداری میں ٹہیر جاتی ہے اور تمام اعمال صالحہ نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگتے ہیں یہی وہ **نقد بہشت** ہے جو روحانی انسان کو ملتا ہے اور وہ بہشت جو آیندہ ملیگا وہ درحقیقت اسی کی اظلال و آثار ہے جس کو دوسرے عالم میں قدرت خداوندی جسمانی طور پر متمثل کر کے دکھلائے گی اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ - وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا - اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا - عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا - يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا - عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا - اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا - وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا - یعنے جو شخص خدا تعالیٰ سے خائف ہے اور اس کی عظمت و جلال کے مرتبہ سے ہراساں ہے اسکے لیے دو بہشت ہیں ایک یہی دنیا اور دوسری آخرت اور ایسے لوگ جو خدا میں محو ہیں خدا نے ان کو وہ شربت پلایا ہے جس نے انکے دل اور خیالات اور ارادات کو پاک کر دیا نیک بندے وہ شربت پی رہے ہیں جسکی ملونی کافور ہے وہ اس چشمہ سے پیتے ہیں جسکو وہ آپ ہی چیرتے ہیں - اور میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ کافور کا لفظ اسو اسطے اس آیت میں اختیار فرمایا گیا ہے کہ لغت عرب میں کفر دبانے اور ڈہانکنے کو کہتے ہیں سو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے ایسے خلوص سے انقطاع اور رجوع الی اللہ کا پیالہ پیا ہے کہ دنیا کی محبت بالکل ٹھنڈی ہو گئی ہے - یہ قاعدہ کی بات ہے کہ تمام جذبات دل کے خیال سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور جب دل ان نالائق خیالات سے بہت ہی دور چلا جائے اور کچھ تعلقات اُن سے باقی نہ رہیں تو وہ جذبات بھی آہستہ آہستہ کم ہونے لگتے ہیں یہانتک کہ نابود ہو جاتے ہیں سو اسجگہ خدا تعالیٰ کی یہی غرض ہے اور وہ اس آیت میں یہی سمجھاتا ہے کہ

وہ اسکی طرف کامل طور سے جہک گئے وہ نفسانی جذبات سے بہت ہی دور نکل گئے ہیں اور ایسے خدا کی طرف جہکے کہ دنیا کی سرگرمیوں سے انکے دل ٹھنڈے ہوگئے اور انکے جذبات ایسے دب گئے جیسا کہ کافور زہر یلی مادوں کو دبا دیتا ہے اور پہر فرمایا کہ وہ لوگ اس کافوری پیالہ کے بعد وہ پیالے پیتے ہیں جنکی ملونی زنجبیل ہے اب جاننا چاہیے کہ زنجبیل دو لفظ سے مرکب ہے یعنے زنا اور جبل سے اور زنا لغت عرب میں اوپر چڑہنے کو کہتے ہیں اور جبل پہاڑ کو اسکے ترکیبی معنے یہ ہیں کہ پہاڑ پر چڑہ گیا اب جاننا چاہیے کہ انسان پر ایک زہریلی بیماری کے فرو ہونے کے بعد اعلے درجہ کی صحت تک دو حالتیں آتی ہیں ایک وہ حالت جبکہ زہریلے مواد کا جوش بکلی جاتا رہتا ہے اور خطرناک مادوں کا جوش رو باصلاح ہو جاتا ہے اور سمی کیفیات کا حملہ بخیر و عافیت گذر جاتا ہے اور ایک مہلک طوفان جو اوٹہا تہا نیچے دب جاتا ہے لیکن اعضا میں کمزوری باقی ہوتی ہے کوئی طاقت کا کام نہیں ہو سکتا ابہی مردہ کی طرح افتان و خیزاں چلتا ہے - اور دوسری وہ حالت ہے کہ جب اصل صحت عود کر آتی ہے اور بدن میں طاقت بہر جاتی ہے اور قوت کے بحال ہونے سے یہ حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ بلا تکلف پہاڑ کے اوپر چڑہ جائے اور نشاط خاطر سے اونچی گہاٹیوں پر دوڑتا چلا جائے سو سلوک کے تیسرے مرتبہ میں یہ حالت میسر آتی ہے ایسی حالت کی نسبت اللہ تعالی آیت موصوفہ میں اشارہ فرماتا ہے کہ انتہائی درجہ کے باخدا لوگ وہ پیالے پیتے ہیں جن میں زنجبیل ملی ہوئی ہے یعنے وہ روحانی حالت کی پوری قوت پاکر بڑی بڑی گہاٹیوں پر چڑہ جاتے ہیں اور بڑے مشکل کام انکے ہاتہہ سے انجام پذیر ہوتے ہیں اور خدا کی راہ میں حیرت ناک جانفشانیاں دکہلاتے ہیں -

اس جگہہ یہہ بہی واضح رہے کہ علم طب کی رو سے زنجبیل وہ دوا ہے جسکو ہندی میں سونٹہہ کہتے ہیں وہ حرارت غریزی کو بہت قوت دیتی ہے اور دستوں کو بند کرتی ہے اور اسکا زنجبیل اسیواسطے نام رکہا گیا ہے کہ گویا وہ کمزور کو ایسا قوی کرتی ہے اور ایسی گرمی پہونچاتی ہے جس سے وہ پہاڑوں پر چڑہ سکے ان متقابل آیتوں کے پیش کرنے سے جن میں ایک جگہہ کافور کا ذکر ہے اور ایک جگہہ زنجبیل کا خدا تعالی کی یہ غرض ہے کہ تا اپنے بندوں کو سمجہائے کہ جب انسان جذبات نفسانی سے نیکی کی طرف حرکت کرتا ہے تو پہلے پہل اس حرکت کے بعد یہہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ اسکے زہریلے مواد نیچے دبائے جاتے ہیں اور نفسانی جذبات رو بکمی ہونے لگتے ہیں جیسا کہ کافور زہریلے مواد کو دبا لیتا ہے اسی لیے وہ ہیضہ اور محرقہ تپوں میں مفید ہے اور پہر جب زہریلے مواد کا جوش بالکل جاتا رہیگا اور ایک کمزور صحت جو ضعف کے ساتہہ

ملی ہوئی ہوتی ہے حاصل ہو جاتی ہے تو پھر دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ ضعیف بیمار زنجبیل کے شربت کی قوت پاتا ہے اور زنجبیل شربت خدا تعالی کے حسن وجمال کی تجلی ہے جو روح کی غذا ہے جب اس تجلی سے انسان قوت پکڑتا ہے تو پھر بلند اور اونچی گھاٹیوں پر چڑہنے کے لائق ہو جاتا ہے اور خدا تعالی کی راہ میں ایسی حیرت ناک سختی کے کام دکھلاتا ہے کہ جب تک یہہ عاشقانہ گرمی کسی کے دل میں نہ ہو ہرگز ایسے کام دکھلا نہیں سکتا سو خدا تعالی نے اسجگہہ ان دو حالتوں کے سمجھانے کے لیے عربی زبان کے دو لفظوں سے کام لیا ہے ایک کافور جو نیچے دبانے والے کو کہتے ہیں اور دوسرے زنجبیل جو اوپر چڑہنے والے کو کہتے ہیں اور اس راہ میں یہی دو حالتیں سالکوں کے لیے واقعہ ہیں۔ باقی حصہ آیت کا یہ ہے اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْکَافِرِیْنَ سَلٰسِلَ وَاَغْلَالًا وَّسَعِیْرًا یعنے ہم نے منکروں کے لیے جو سچائی کو قبول کرنا نہیں چاہتے زنجیریں طیار کر دی ہیں اور طوق گردن اور ایک افروختہ آگ کی سوزش۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سچے دل سے خدا تعالی کو نہیں ڈہونڈہتے انپر خدا کی طرف سے رجعت پڑتی ہے وہ دنیا کی گرفتاریوں میں ایسے مبتلا رہتے ہیں کہ گویا پا بزنجیر ہیں اور زمینی کاموں سے ایسے نگونسار ہوتے ہیں کہ گویا انکی گردن میں ایک طوق ہے جو ان کو آسمان کی طرف سر نہیں اٹھانے دیتا اور انکے دلوں میں حرص وہوا کی ایک سوزش لگی ہوئی ہوتی ہے کہ یہہ مال حاصل ہو جائے اور یہہ جائداد ملجائے اور فلاں ملک ہمارے قبضہ میں آجائے اور فلاں دشمن پر ہم فتح پا جائیں اسقدر روپیہ ہو اتنی دولت ہو سو چونکہ خدا تعالی ان کو نالائق دیکھتا ہے اور بری کاموں میں مشغول پاتا ہے اسلیے یہہ تینوں بلائیں انکو لگا دیتا ہے۔ اور اس جگہہ اسبات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب انسان سے کوئی فعل صادر ہوتا ہے تو اسی کے مطابق خدا بھی اپنی طرف سے ایک فعل صادر کرتا ہے مثلا انسان جسوقت اپنی کوٹھری کے تمام دروازوں کو بند کر دے تو انسان کے اس فعل کے بعد خدا تعالی کا یہہ فعل ہوگا کہ وہ اس کوٹھری میں اندھیرا پیدا کر دے گا کیونکہ جو امور خدای تعالے کے قانون قدرت میں ہمارے کاموں کے لیے بطور ایک نتیجہ لازمی کے مقدر ہو چکے ہیں وہ سب خدا تعالے کے فعل ہیں وجہ یہہ کہ وہی علت العلل ہے ایسا ہی اگر مثلاً کوئی شخص زہر قاتل کہا لے تو اسکے اس فعل کے بعد خدا تعالی کا یہہ فعل صادر ہوگا کہ اسے ہلاک کر دیگا ایسا ہی اگر کوئی ایسا بیجا فعل کرے جو کسی متعدی بیماری کا موجب ہو تو اسکے اس فعل کے بعد خدا تعالے کا یہہ فعل ہوگا کہ وہ متعدی بیماری اسکو پکڑ لے گی پس جس طرح ہماری دنیوی زندگی میں

صریح نظر آتا ہے کہ ہماری ہر ایک فعل کے لیے ایک ضروری نتیجہ ہے اور وہ نتیجہ خدا تعالی کا فعل ہے ایسا ہی دین کے متعلق بھی یہی قانون ہے جیسا کہ خدا تعالی ان دو مثالوں میں صاف فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۔ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَھُمْ ۔ یعنے جو لوگ اس فعل کو بجا لائے کہ اونہوں نے خدا تعالی کی جستجو میں پوری پوری کوشش کی تو اس فعل کے لیئے لازمی طور پر ہمارا یہ فعل ہوگا کہ ہم ان کو اپنی راہ دکھا دینگے اور جن لوگوں نے کجی اختیار کی اور سیدہی راہ پر چلنا نہ چاہا تو ہمارا فعل انکی نسبت یہ ہوگا کہ ہم انکے دلوں کو کج کردینگے ۔ اور ہمارا سی حالت کو زیادہ توضیح دینے کے لیے فرمایا مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا یعنے جو شخص اس جہان میں اندہا رہا وہ آنے والے جہان میں بھی اندہا ہے ہوگا بلکہ اندہوں سے بدتر۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیک بندوں کو خدا کا دیدار اسی جہان میں ہوجاتا ہے اور وہ اسی جگ میں اپنے اُس پیارے کا درشن پاتے ہیں جسکے لیئے وہ سب کچھ کھوتے ہیں غرض مفہوم آیت کا یہی ہے کہ بہشتی زندگی کی بنیاد اسی جہان سے پڑتی ہے اور جہنمی نابینائی کی جڑ بھی اسی جہان کی گندی اور کورانہ زیست ہے ۔ اور پھر فرمایا کہ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ یعنے جو لوگ ایمان لاتے اور اچھے عمل بجالاتے ہیں وہ ان باغوں کے وارث ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اس آیت میں خدا تعالی نے ایمان کو باغ کے ساتھ مشابہت دی جسکے نیچے نہریں بہتی ہیں ۔ پس واضح رہے کہ اس جگہہ ایک اعلی درجہ کی فلاسفی کے رنگ میں تبلایا گیا ہے کہ جو رشتہ نہروں کا باغ کے ساتھ ہے وہی رشتہ اعمال کا ایمان کے ساتھ ہے پس جیسا کہ کوئی باغ بغیر پانی کے سرسبز نہیں رہ سکتا ایسا ہی کوئی ایمان بغیر نیک کاموں کے زندہ ایمان نہیں کہلا سکتا اگر ایمان ہو اور اعمال نہ ہوں تو وہ ایمان ہیچ ہے اور اگر اعمال ہوں اور ایمان نہ ہو تو وہ اعمال ریاکاری ہیں اسلامی بہشت کی یہی حقیقت ہے کہ وہ اس دنیا کے ایمان اور عمل کا ایک ظل ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں جو باہر سے آکر انسان کو ملے گی بلکہ انسان کی بہشت انسان کے اندر سے ہی نکلتی ہے اور ہر ایک کی بہشت اسیکا ایمان اور اسی کے اعمال صالح ہیں جنکی اسی دنیا میں لذت شروع ہو جاتی ہے اور پوشیدہ طور پر ایمان اور اعمال کے باغ نظر آتے ہیں ۔ اور نہریں بھی دکھائی دیتی ہیں لیکن عالم آخرت میں یہی باغ کھلے طور پر محسوس ہونگے خدا کی پاک تعلیم ہمیں یہی تبلاتی ہے کہ سچا اور پاک اور مستحکم اور کامل ایمان جو خدا اور اسکی صفات اور

اسکے ارادوں کے متعلق ہو وہ بہشت خوشنما اور بارور درخت ہیں اور اعمال صالحہ اس بہشت کی نہریں ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ یعنے وہ ایمانی کلمہ جو ہر ایک افراط تفریط اور نقص اور خلل اور کذب اور ہزل سے پاک اور من کل الوجوہ کامل ہو وہ اس درخت کے ساتھ مشابہ ہے جو ہر ایک عیب سے پاک ہو جسکی جڑ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہوں اور اپنے پھل کو ہمیشہ دیتا ہو اور کوئی وقت اسپر نہیں آتا کہ اسکی شاخوں میں پھل نہ ہوں - اس بیان میں خدا تعالے نے ایمانی کلمہ کو ہمیشہ پھلدار درخت سے مشابہت دیکر تین علامتیں اسکی بیان فرمائیں (۱) اول یہ کہ جڑ اوسکی جو اصل مفہوم سے مراد ہے انسان کے دل کی زمین میں ثابت ہو یعنے انسانی فطرت اور انسانی کانشنس نے اسکی حقانیت اور اصلیت کو قبول کر لیا ہو (۲) دوسری علامت یہ کہ اس کلمہ کی شاخیں آسمان میں ہوں یعنے معقولیت اپنے ساتھ رکھتا ہو اور آسمانی قانون قدرت جو خدا کا فعل ہے اس فعل کے مطابق ہو مطلب یہ کہ اسکی صحت اور اصلیت کے دلائل قانون قدرت سے مستنبط ہو سکتے ہوں اور نیز یہ کہ وہ دلائل ایسے اعلیٰ ہوں کہ گویا آسمان میں ہیں جن تک اعتراض کا ہاتھ نہیں پہونچ سکتا (۳) تیسری علامت یہ ہے کہ وہ پھل جو کھانے کے لائق ہے دائمی اور غیر منقطع ہو یعنے عملی مزاولت کے بعد اسکی برکات و تاثیرات ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مشہود اور محسوس ہوتے ہوں یہ نہیں کہ کسی خاص زمانہ تک ظاہر ہو کر پھر آگے بند ہو جائیں اور پھر فرمایا وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ اِجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ یعنے پلید کلمہ اس درخت کے ساتھ مشابہ ہے جو زمین سے اکھڑا ہوا ہو یعنے فطرت انسانی اسکو قبول نہیں کرتی اور کسی طور سے وہ قرار نہیں پکڑتا نہ دلائل عقلیہ کی رو سے نہ قانون قدرت کی رو سے نہ کانشنس کی رو سے صرف قصہ اور کہانی کے رنگ میں ہوتا ہے - اور جیسا کہ قرآن شریف نے عالم آخرت میں ایمان کے پاک درختوں کو انگور اور انار اور عمدہ عمدہ میووں سے مشابہت دی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اس روز وہ ان میووں کی صورت میں متمثل ہونگے اور دکھائی دیں گے ایسا ہی بے ایمانی کے خبیث درخت کا نام عالم آخرت میں زقوم رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ

كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ۝ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ یعنے تم بتلاؤ کہ
بہشت کے باغ اچھے ہیں یا زقوم کا درخت جو ظالموں کے لیے ایک بلا ہے وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ
میں سے نکلتا ہے یعنے تکبر اور خود بینی سے پیدا ہوتا ہے یہی دوزخ کی جڑ ہے اسکا شگوفہ ایسا ہے جیسا کہ شیطان
کا سر شیطان کے معنے ہیں ہلاک ہونے والا یہ لفظ شیط سے نکلا ہے پس حاصل کلام یہ ہے کہ اسکا کھانا
ہلاک ہونا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ زقوم کا درخت ان دوزخیوں کا کھانا ہے جو عمداً گناہ کو اختیار کر لیتے ہیں وہ
کھانا ایسا ہے جیسا کہ تانبا گلا ہوا کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں جوش مارنیوالا۔ پھر دوزخی کو
مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اس درخت کو چکھہ تو عزت والا اور بزرگ ہے یہہ کلمہ نہایت غضب کا ہے اس کا
ماحصل یہ ہے کہ اگر تو تکبر نہ کرتا اور اپنی بزرگی اور عزت کا پاس کر کے حق سے منہ نہ پھیرتا تو آج یہہ تلخیاں تجھے
اٹھانی نہ پڑتیں یہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ در اصل یہ لفظ زقوم کا ذُق اور اُم سے مرکب ہے
اور اُم انک انت العزیز الکریم کا ملخص ہے جس میں ایک حرف پہلا اور ایک حرف آخر کا موجود ہے اور کثرت
استعمال نے ذال کو زا کے ساتھ بدلدیا ہے اب حاصل کلام یہہ ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالی نے اسی دنیا کے
ایمانی کلمات کو بہشت کے ساتھ مشابہت دی ایسا ہی اسی دنیا کے بے ایمانی کے کلمات کو زقوم کے ساتھ
مشابہت دی اور اسکو دوزخکا درخت ٹھیرایا اور ظاہر فرمادیا کہ بہشت اور دوزخ کی جڑ اسی دنیا سے شروع
ہوتی ہے جیسا کہ دوزخ کے باب میں ایک اور جگہہ فرماتا ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى
الْأَفْئِدَةِ ۝ یعنے دوزخ وہ آگ ہے جو خدا کا غضب اسکا منبع ہے اور گناہ سے بھڑکتی ہے اور پہلے دل پر
غالب ہوتی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس آگ کی اصل جڑ وہ غم اور حسرتیں اور درد ہیں جو دل کو
پکڑتے ہیں کیونکہ تمام روحانی عذاب پہلے دل سے ہی شروع ہوتے ہیں۔ اور پھر تمام بدن پر محیط ہو جاتے ہیں
اور پھر ایک جگہہ فرمایا وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ یعنے جہنم کی آگ کا ایندھن جس سے وہ آگ ہمیشہ افروختہ
رہتی ہے دو چیزیں ہیں ایک وہ انسان جو حقیقی خدا کو چھوڑ کر اور اور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں یا انکی
مرضی سے انکی پرستش کیجاتی ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ
یعنے تم اور تمہارے معبود باطل جو انسان ہو کر خدا کہلاتے رہے جہنم میں ڈالے جائیں گے (۲) دوسرا
ایندھن جہنم کا بت ہیں مطلب یہہ ہے کہ ان چیزوں کا وجود نہ ہوتا تو جہنم بھی نہ ہوتا سو ان تمام آیات سے ظاہر ہے
کہ خدا تعالی کے پاک کلام میں بہشت اور دوزخ اس جسمانی دنیا کی طرح نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا مبدء اور منبع

روحانی امور ہیں ہاں وہ چیزیں دوسرے عالم میں جسمانی شکل پر نظر آئیں گی مگر اس جسمانی عالم سے نہیں ہونگی
اب پھر ہم اصل مطلب کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ خدا کے ساتھ روحانی اور کامل تعلق پیدا ہونے کا
ذریعہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے **اسلام** اور **دعاء فاتحہ** ہے یعنے اول اپنی
تمام زندگی خدا کی راہ میں وقف کر دینا اور پھر اس دعا میں لگے رہنا جو سورہ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھائی
گئی ہے تمام اسلام کا منشا یہ دونوں چیزیں ہیں اسلام اور دعاء فاتحہ دنیا میں خدا تک پہونچنے اور
حقیقی نجات کا پانی پینے کے لئے یہی ایک اعلیٰ ذریعہ ہے بلکہ یہی ایک ذریعہ ہے جو قانون قدرت نے انسان
کی اعلیٰ ترقی اور وصال الٰہی کے لیے مقرر کیا ہے اور وہی خدا کو پاتے ہیں کہ جو اسلام کے مفہوم کی
روحانی آگ میں داخل ہوں اور دعاء فاتحہ میں لگے رہیں اسلام کیا چیز ہے وہی جلتی ہوئی آگ جو ہماری
سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان
اور ہمارے مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے ایسے چشمہ میں داخل ہو کر ہم ایک نئی زندگی کا
پانی پیتے ہیں اور ہماری تمام روحانی قوتیں خدا سے یوں پیوند پکڑتی ہیں جیسا کہ ایک رشتہ دوسرے
رشتہ سے پیوند کیا جاتا ہے بجلی کی آگ کی طرح ایک آگ ہمارے اندر سے نکلتی ہے اور ایک آگ اوپر سے
ہم پر اترتی ہے ان دونوں شعلوں کے ملنے سے ہماری تمام ہوا و ہوس اور غیر اللہ کی محبت بھسم ہو جاتی
ہے اور ہم اپنی پہلی زندگی سے مر جاتے ہیں اس حالت کا نام قرآن شریف کی رو سے اسلام
ہے اسلام سے ہماری نفسانی جذبات کو موت آتی ہے اور پھر دعا سے ہم از سر نو زندہ ہوتے ہیں اس
دوسری زندگی کے لیے الہام الٰہی ہونا ضروری ہے اسی مرتبہ پر پہونچنے کا نام لقاء الٰہی ہے یعنے
خدا کا دیدار اور خدا کا درشن ہے اس درجہ پر پہونچکر انسان کو خدا سے وہ اتصال ہوتا ہے کہ گویا وہ اس
کو آنکھ سے دیکھتا ہے اور اسکو قوت دیجاتی ہے اور اسکے تمام حواس اور تمام اندرونی قوتیں روشن
کی جاتی ہیں اور پاک زندگی کی کشش بڑے زور سے شروع ہو جاتی ہے اسی درجہ پر آکر خدا انسان کی آنکھ
ہو جاتا ہے جسکے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہے جسکے ساتھ وہ بولتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے
جسکے ساتھ وہ حملہ کرتا ہے اور کان ہو جاتا ہے جسکے ساتھ وہ سنتا ہے اور پیر ہو جاتا ہے جسکے ساتھ
وہ چلتا ہے اسی درجہ کی طرف اشارہ ہے جو خدا فرماتا ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ یہ اسکا ہاتھ خدا
کا ہاتھ ہے جو انکے ہاتھوں پر ہے اور ایسا ہی فرماتا ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ

دمی یعنی جو تو نے چلایا تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا۔ غرض اس درجہ پر خدا کے ساتھ کمال اتحاد ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی پاک مرضی روح کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے اور اخلاقی طاقتیں جو کمزور تھیں اس درجہ میں محکم پہاڑوں کی طرح نظر آتی ہیں عقل اور فراست نہایت لطافت پر آجاتی ہے۔ یہ معنے اس آیت کریمہ کے ہیں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ اس مرتبہ میں محبت اور عشق کی نہریں ایسے طور سے جوش مارتی ہیں جو خدا کے لیئے مرنا اور خدا کے لیئے ہزاروں دکھ اٹھانا اور بے آبرو ہونا ایسا آسان ہو جاتا ہے کہ گویا ایک ہلکا سا تنکا توڑنا ہے خدا کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ کون کھینچ رہا ہے ایک غیبی ہاتھ اسکو اٹھائے پھرتا ہے اور خدا کی مرضیوں کا پورا کرنا اسکی زندگی کا اصل الاصول ٹھیر جاتا ہے اس مرتبہ میں خدا بہت ہی قریب دکھائی دیتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ کہ ہم اس سے اسکی رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ایسی حالت میں اس مرتبہ کا آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جسطرح پھل پختہ ہو کر خود بخود درخت پر سے گر جاتا ہے اسیطرح اس مرتبہ کے آدمی کے تمام تعلقات سفلی کالعدم ہو جاتے ہیں اسکا اپنے خدا سے ایک گہرا تعلق ہو جاتا ہے اور وہ مخلوق سے دور چلا جاتا اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات سے شرف پاتا ہے اس مرتبہ کے حاصل کرنے کے لیے اب بھی دروازے کھلے ہیں جیسا کہ پہلے کھلے ہوئے تھے اور اب بھی خدا کا فضل یہ نعمت ڈھونڈنے والوں کو دیتا ہے جیسا کہ پہلے دیتا تھا مگر یہہ راہ محض زبان کی فضولیوں کے ساتھہ حاصل نہیں ہوتی اور فقط بحقیقت باتوں اور لاف وگزاف سے یہہ دروازہ نہیں کھلتا چاہنے والے بہت ہیں مگر پانے والے کم۔ اسکا کیا سبب ہے یہی ہے کہ یہہ مرتبہ سچی سرگرمی سچی جانفشانی پر موقوف ہے۔ باتیں قیامت تک کیا کرو کیا ہو سکتا ہے صدق سے اس آگ پر قدم رکھنا جسکے خوف سے اور لوگ بھاگتے ہیں اس راہ کی پہلی شرط ہے۔ اگر عملی سرگرمی نہیں تو لاف زنی ہیچ ہے اسی بارہ میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۔ یعنے اگر میرے بندے میری نسبت سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو ان کو کہہ کہ وہ تم سے بہت ہی قریب ہے میں دعا کرنیوالے کی دعا سنتا ہوں پس چاہیے کہ وہ دعاؤں سے میرا وصل ڈھونڈیں اور مجھ پر ایمان لاویں تا کامیاب ہوں

اگرچہ اس مضمون کے ختم ہونے ہوتے شام کا وقت قریب آگیا لیکن یہ ابھی پہلے سوال کا جواب تھا۔ اس مضمون سے حاضرین جلسہ کو بلا استثنا احد و دیگر ایسی دلچسپی ہوگئی کہ عام طور سے اگزکٹو کمیٹی سے استدعا کی گئی کہ کمیٹی اس جلسہ کے چوتھے اجلاس کے لیے انتظام کرے جس میں باقی سوالات کا جواب سنایا جاوے کیونکہ حسب اعلان اگزکٹو کمیٹی جلسہ کے تین ہی اجلاس ہونے تھے اور تیسرے اجلاس کے سپیکر پہلے ہی سے مقرر ہو چکے تھے جلسہ کے دن بڑھانے کے لیے موڈریٹر صاحبان کی خاص رضامندی تھی علاوہ ازیں سناتن دھرم کی طرف سے اور آریہ سماج کی طرف سے بھی استدعا تھی کہ انکی طرف سے اور زیادہ ریپریزنٹیشن ہو اسلیے اگزکٹو کمیٹی نے انجمن حمایت اسلام کے سکرٹری اور پریسیڈنٹ صاحب سے جو وہاں موجود تھے چوتھے دن کے لیے استعمال مکان کی اجازت لیکر میر مجلس صاحب کو اطلاع دی کہ وہ چوتھے دن کا اعلان کردیں۔ مضمون ساڑھے پانچ بجے ختم ہوا۔ جسپر ذیل کے الفاظ میں میر مجلس نے آجکے اجلاس کی کارروائی کو ختم کیا۔

"میرے دوستو آپنے پہلے سوال کا جواب جناب مرزا صاحب کی طرف سے سنا ہمیں خاصکر جناب مولوی عبد الکریم صاحب کا مشکور ہونا چاہیے جنھوں نے ایسی قابلیت کے ساتھ اس مضمون کو پڑھا۔ میں آپ کو مژدہ دیتا ہوں کہ آپکے اس فرطِ شوق اور دلچسپی کو دیکھکر جو آپنے مضمون کے سننے میں ظاہر کی اور خصوصاً موڈریٹر صاحبان اور دیگر عمائد و رؤسا کی خاص فرمایش سے اگزکٹو کمیٹی نے منظور کرلیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بقیہ حصّہ مضمون کے لیے وہ چوتھے دن اپنا آخری اجلاس کرے۔ اب نماز مغرب کا وقت قریب آگیا ہے اور میں زیادہ آپکا وقت لینا نہیں چاہتا۔ صرف میں آپ کو کل کا پروگرام سُناتا ہوں کل دس بجے کارروائی جلسہ شروع ہوگی دس بجے سے ۱۱½ بجے تک جناب مولوی مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورنیٹل کالج لاہور ۱۱½ بجے سے ۱۲½ بجے تک جناب سردار جواہر سنگھ صاحب سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی۔ ۱۲½ بجے سے ۱½ بجے تک جناب پنڈت بھانو دت صاحب ۱½ بجے سے ۲ بجے تک وقفہ۔ ۲ بجے سے ۳ بجے تک لالہ کانشی رام صاحب برہمو ۳ بجے سے ۳½ بجے تک سردار راجندر سنگھ صاحب ۳½ سے ۴½ بجے تک مسٹر جی بارلیس صاحب بہادر۔"

اصل میں یہ انکی شان و شوکت جلسہ کی تھی جس سے مخالفین تحریک جلسہ مرعوب ہوگئے چنانچہ کُل کی غلط فہمیاں اب دور ہوگئیں۔ اور چوتھے دن کے اعلان پر عام خواہش مختلف سپیکروں کی طرف سے ہوئے کہ اونہیں بھی موقع بولنے کا دیا جاوے جناب مولوی محمد عبید اللہ صاحب کی طرف سے اطلاع پہونچی کہ اون کا وقت بڑہایا جاوے چنانچہ انکے وقت میں بھی نصف گھنٹہ ازدیاد کیا گیا۔

تیسرا اجلاس

بروز پیر - ۲۸ دسمبر سنہ ۱۸۹۶ء

آج کارروائی جلسے دس بجے شروع ہوجانا تھا - لیکن ابھی ساڑھے آٹھ نہ بجنے پائے تھے کہ خان بہادر جناب شیخ خدا بخش صاحب موڈریٹر اور پہلے اجلاس کے پریسیڈنٹ تشریف فرما ہوئے انکے ہمراہ جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے خان بہادر موصوف نے چند ممبران اگزکٹو کمیٹی سے جو انتظام مکان کے لیے پہلے سے وہاں موجود تھے یہہ بیان کیا کہ جناب مفتی محمد عبد اللہ صاحب جن کا آج وقت ہے وہ چند اتفاقات کے باعث نہیں آسکتے تھے کر سکے اور وہ چاہتے ہیں کہ اُن کا وقت مولوی صاحب (مولوی محمد حسین صاحب) کو دیدیا جاوے لیکن اس امر کا طے کرنا اگزکٹو کمیٹی کے اختیار میں تھا اور اسوقت صرف دو مسلمان ممبر کمیٹی موجود تھے بہر حال خان بہادر نے ان سے استدعا کی کہ وہ اس امر کو کمیٹی سے منظور کرا دیں - ساڑھے نو بجے کے قریب اگزکٹو کمیٹی نے اپنی کارروائی شروع کی حضرت مفتی موصوف صاحب کی زبانی پیغام سے ایک قسم کی مایوسی ہوئی کیونکہ یہہ کمیٹی کا فرض تھا کہ ہر مذہب کی طرف سے مختلف وکیل جلسہ میں پیش کرے چنانچہ سکرٹری صاحب اس تبدیلی کے مخالف تھا لیکن جب مسلمان ممبروں نے اس بات پر زور دیا کہ یہ وقت ہماری قوم کے لیئے ہے اور جب ہمکو اس تبدیلی میں اعتراض نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ تبدیلی نہ ہو - بہر حال بہت بحث کے بعد فیصلہ ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب کو جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب کا وقت دیا جاوے -

مولوی صاحب کی تقریر آج دس بجے شروع ہونی تھی اور اس بات کا عام طور پر اعلان ہوگیا تھا لیکن وقت مقررہ پر آج لوگ بہت ہی کم آئے اسلیئے ٹھیک وقت پر تقریر شروع نہ ہوسکی - ساڑھے دس بجنے میں ابھی کچھ منٹ باقی تھے کہ خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج نے اعلان کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب مولوی عبد اللہ صاحب کی جگہہ بیان فرماویں گے اصل میں آج کے اجلاس کے پریسیڈنٹ جناب رائے بہادر رادھا کشن صاحب کول پلیڈر سابق گورنر جموں تھے لیکن وہ آج تشریف نہ لاسکے اسلیئے انکا کام کرنا نہایت مہربانی سے شیخ صاحب نے قبول فرمایا - جسکے لیے کمیٹی اونکی خاص مشکور ہوئی اب مولوی صاحب سٹیج پر آئے اور انہوں نے تقریر شروع کی -

عالی جناب مولانا وبالفضل اولٰنا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ صاحبان جوایات پیش ہونگا اور یہہ ہی آیت جو مینے پڑہی ہے اون میں سے کوئی آیت یا کوئی تشریح اون مطالب سے باہر نہیں جن مطالب کے واسطے جلسہ شائق ہے ۔ پانچ سوالوں سے باہر کوئی آیت نہیں مینے بعض آیات کی تشریح میں نوٹ بہی کیے تہے ۔ مثلاً پیدائش وغیرہ کیونکہ دیباز انہیں کا بیان تہا ۔ اور پہر اخلاق کا ذکر تہا مثلاً ہمدردی ۔ بہت سا حصہ میرے بیان کا نبوت اور رسول کے متعلق تہا انکے معجزات اور نبوت اگر وہ خارج از بحث سمجہا گیا تو وہ خارج نہ تہا ۔ وہ روحانی حالت کا پہلا درجہ ہے کیونکہ روحانیت کا پہلا درجہ نبوت ہی ۔ نبوت کی بحث روحانیت کی بحث ہی ۔ لہذا میرا کوئی لفظ باہر نہ تہا اب بہی میں وہی شروع کروں گا جس کا اس آیت میں ذکر ہے وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ جسوقت کوئی نشانی لاتے ہیں ۔ جو نشانی روحانیوں کی ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نہ مانیں گے جب تک ہم میں وہ حالت نہ ہو وہ کیوں ممتاز ہے اسکو کیا فوقیت ہے اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اسکا جواب دیا کہ یہ سوال غلط ہے اللہ جانتا ہے کہ کونسے لوگ رسالت کے قابل ہیں ہر شخص لائق رسالت نہیں ہی کے موافق فرمایا وَرَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ ۔ اللہ جسکو چاہتا ہے اسکو مخلوق میں سے چن لیتا ہے چنانچہ مینے مثال دی تہی ۔ کہ اللہ نے مکہیوں میں سے ایک کو چنا ۔ کوئی مکہی یہ نہیں کہتی کہ مجہے کیوں نہیں چنا اسیطرح انسان بہی ہیں ۔ ؎

کلاہ خسروی و بادشاہی
بہر کل کے رسد حاشا و کلا

اس قسم کا سوال کہ میں کیوں نبی نہیں بنا بالکل بے محل ہے ۔ اس موقعہ پر مجہے تشریح انسان کرنی پڑی جسکے لیے ضرور ہے کہ میں انسان کے ہم جنسوں کا بیان کروں ۔ اسلیے نباتات حیوانات کا ذکر ضروری ہے میں نیچے سے اوپر کو درجہ بدرجہ بیان کروں گا ۔

اے صاحبان ۔ پہلے درختوں کی حالت دیکہو یعنے نباتات کی ۔ اللہ تعالی نے درختوں کو وہ فعل ارادہ اور اختیار کا عطا نہیں کیا جو حیوانات میں ہے ۔ اسواسطے انکی پیدائش اور بقا کے اسباب انکے اختیار میں نہیں کوئی بیج بوئے کوئی درخت لگائے ۔ قائم ہوگئے ۔ قائم ہونیکے بعد اونکا نشو و نما و اثمار انکے اختیار میں نہیں

کہ نر درخت مادہ درخت کی طرف توجہ کرے بلکہ انکے لیے مکھیوں کو مامور کیا کہ نر کا تخم مادہ درخت کی طرف لیجائیں۔
اس سے اس آیت کا سر پیدا ہوا سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ یہ قرآن وہ شخص لایا
کہ جسکو لوگ امی کہتے تھے نہ لکھا نہ پڑھا۔ لیکن وہ وہ علوم بتاتا ہے جو زمانہ کو آج نصیب ہوئی وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ
خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ یعنے ہمنے ہر چیز میں جوڑے دو پیدا کیے۔ نر اور مادہ۔ یہ بات
اسوقت سائنس نے بتائی پہلے لوگوں کو معلوم نہ تھی۔ اب معلوم ہوا کہ کس طرح نباتات جفت ہوتے ہیں اس
سے پایا گیا کہ قرآن مجید خدا کی کتاب ہے۔ چونکہ نباتات کے اختیار میں نہ تھا۔ اسلیے اُنکے جفت کے لیے مکھیوں کو
وسیلہ بنایا چونکہ ان میں ارادی فعل نہ تھا اسلیے مٹی اور پانی انکی جڑوں میں پہونچایا اور ریشوں کے ذریعہ ان کی
پرورش کی یہ پیدائش ہے نباتات کی۔ حیوانات انسان کی جنس کے قریب ہیں ان میں پروردگار نے فعل کا ارادہ اور
اختیار حرکت کا مادہ رکھا ہے انکو بقا نوع اور جنس کے لیے انکو الہام ہوا کہ وہ اپنا رزق تلاش کریں اور چلے پھریں
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا جو جاندار چیز ہے اسکا رزق اللہ کی طرف ہے کہ وہ چلیں اور
پھریں اور فرمایا کہ اون کا رزق خود خدا نے پیدا کیا۔ خدا رزاق ہے اور وہ کوشش کرنے والے ہیں اللہ رازق ہے
وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ بہتیرے جانور ہیں جو اپنی روزی اُٹھائے
نہیں ہوئے انکو اور تم کو خدا روزی دیتا ہے ٭ گرمی کا بچاؤ انکو ضروری تھا درختوں کو آزاد کیا۔ انکے واسطے
قدرت نے حجرہ پیدا کی۔ یہ نہیں فرمایا کہ گھر بناو۔ وہ خود وہاں کھڑے ہوئے جہاں دھوپ نہیں سردی
سے اونہیں اون اور ریشم کے ذریعہ بچایا چونکہ ان کا ادراک نہ تھا اسلیے انکو یہہ چیزیں عطا کیں۔ اور
وہ تمہارے لیے بھی مفید ہوئیں۔ جیسے کہ فرمایا وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَ
مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ یہ جانور تمہارے لیے پیدا کیے ان میں تمہارے لیے گرمی ہے انکی ریشم اور جلد سے اور
بعض ان میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ
جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ دوسرا احسان یاد دلایا یہ جو تمہارے ہم جنس ہیں انکے بال اور
ریشم اور چمڑے تمہاری فائدے کے لیے بنائے۔ تم انکے گھر بناتے ہو۔ انکی ریشم اور صوف سے کپڑا بناتے ہو اونکا
لباس انکے اور تمہارے مفید ہوتا ہے ٭ چونکہ ان میں ارادی طاقت تھی۔ انکو درختوں کی طرح نہیں کیا کہ وہ
مکھیوں کے ذریعہ جفت کریں بلکہ ان کو الہام کیا اور سامان جفت کے لیے دیا۔ اس جفت میں ان کو انسان

سے مشابہ کیا - انسان افضل تر ہے اسکا بیان ہوگا جیسے یہ آیات کہتی ہیں - وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ
مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اللہ تعالیٰ انسانوں کو
مخاطب کرتاہے کہ انسان دیکھہ یہہ تمہارے لیے جوڑے اسلیئے پیدا کیئے ہیں کہ تمہاری وحشت دور ہو تم میں
رحم پیدا ہو مودت ہو - اور اسیطرح جانوروں میں بھی رکھا کیونکہ وہ مشتمل تھے یہہ بھی ایک روحانی رحمت ہے
سو حصوں میں سے ایک حصہ رحمت کا یہ ہے کہ حیوان رحمت بچوں کی طرف کرتا ہے - کل رحمت اللہ تعالیٰ قیامت
کو دکھاوے گا - اسیطرح رحمت کا حصہ حیوان کو دیا تو وہ محبت اور اجتماع کرکے اولاد پیدا کرتے ہیں بعض
حیوان پیدا ہوتے ہی چلنے پھرنے لگتے ہیں انکے لیے کوئی مقام نہیں رکھا اور جو جانور چاہتے ہیں کہ
انکے بچوں کی پرورش ہو - ان کو القا کیا کہ وہ گھر بناویں اور بچوں کی پرورش کریں چنانچہ ان میں سے ایک حیوان
کا ذکر ہے وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ
ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ
اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ تیرے پروردگار نے ایک وحی کی شہد کی مکھی کیطرف یعنے الہام طبعی کیا کہ
گھر بنا درختوں میں چھتوں میں - پہاڑوں میں جیسے موقع ہو اور پھر نکل اور پھل کھا اور اللہ کی راہ میں
چل جس میں تو نہ بھولیگی - یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ رستہ نہیں جانتے لیکن قدرت سے راہ نہیں بھولتی - انکے
پیٹوں سے جو چیز نکلتی ہے انکے بچوں کی پرورش ہوتی ہے - مکھی ایسی تھی اسکو اس طرح الہام ہوا - شیر
دینے والوں کو شیر دینے کا القا ہوا جیسے گائے بکری - اس القا میں ہم بھی شریک ہیں ہم پر احسان ہے وَاِنَّ لَكُمْ
فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ
فرمایا تمہارے لیے جانداروں میں عبرت ہے انکے پیٹوں میں گوبر اور خون کے بیچ سے ہم خالص خوشگوار دودہ تمکو
پلاتے ہیں - دودہ کیا ہوتا ہے گوبر ہوتا ہے اوس گوبر سے چھانٹ کر کچھ حصہ جگر کو جا کر خون بنا - دیکھو وہ دودہ نہ
گوبر نہ خون لیکن انسے مرکب وہ تم کھاتے اور پیتے ہو بچوں کو بھی حصہ ملا اور تم کو بھی ۔ جو دودہ پلانے والے
جانور نہ تھے انکو طبعی الہام ہوا کہ وہ دانہ منہ میں رکھکر بچوں کو دیں تاکہ معدہ جلد ہضم کرلے انسان کے قریب
یہہ حیوانات تھے انکو یہ القا ہوئے

انسان میں کل صفات جمادات نباتات اور حیوانات کے تھے علاوہ ازیں اس میں قوت ادراک اور عقل بھی ہے
کہ اسکے اس فعل کا یہ نتیجہ ہوگا یا ایسا قانون وہ بنائے یا ایسا گھر بنے جسکی تشریح میں آگے چلکر کروں گا چونکہ

اسکی قوت ارادی ہے اسلیے الہام ہوا کہ گھر بنائے۔ شہر بنائے۔ مدنی بالطبع ہو۔ اسکی بعض حالتیں نباتاتی اور حیواناتی ہیں اور بعض حالتیں جو جسم کے لیے مختص ہیں کہ شہر میں رہے قانون بنائے۔ اس میں خاص حالت روح کی ہے جس میں یہہ کسیکا شریک نہیں۔

روح کی دو حالتیں ہیں اول ہم جنس سے پیار۔ وہ حیوان میں بھی ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ طبعی ہے یہ بالارادہ ہے۔ بکری میں بھی ہے لیکن انسان میں بالارادہ۔ دوسرا حصہ ہم خالق کے ساتھہ تعلق قدرتاً ہر ایک کو دل میں خیال ہوتا ہے کہ کوئی خدا ہے۔ یہ کوئی کہے کہ تعلیم سے ہے۔ میں آگے چلکر بیان کروں گا۔ لیکن تاہم یہہ روحانیت خاص اسکی ہے اگرچہ ہر ایک چیز تعلیم کا نتیجہ ہو۔

ہم انسان کو دیکھتے ہیں کہ اس میں مختلف صفات ہیں نباتاتی حیوانی وغیرہ تو ہم فکر کرتے ہیں کہ انسان کیا چیز ہے اگر اسکے خط وخال یا وضع قطع کو ہم انسانیت سمجھیں تو یہ خیال غلط ہے۔ قد یا خوبصورتی انسان نہیں بنا سکتی۔ پہاڑ۔ ہاتھی ھبول۔ زیادہ تر انسان کہلانے کے قابل ہیں یہ لازمہ انسانی نہیں اس خیال کو چھوڑ کر جب ہم دیکھتے ہیں کہ جز ئی امور کل امور ہوتے ہیں۔ جز ئی امور خاص خاص کام کرنا۔ کیپر غصہ کرنا۔ رحم کرنا۔ ان صفات کو دیکھیں تو وہ حیوانات کے ساتھہ شریک ہے۔ پہلی صفات میں نباتات دوسری میں حیوانات بھی حیوان۔ پیار اور حملہ کرتے ہیں اگر شہوت کا خیال کیا جاوے تو سب سے بڑھکر شہوت بندر میں ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ صفات انسانی نہیں۔ مثلاً غصہ پیار یہ سب صفات اوروں میں ہیں۔ اس سے بڑھکر ایک اور رای یہہ ہے کہ اس کا عجائب صنعتیں بنانا۔ مثلاً یہہ عمدہ عمدہ گھر بناتا ہے نقشے طیار کرتا ہے۔ لیکن غور کرو اسکی جنس ہی حیوان میں ہے جیسے بیا اور شہد کی مکھی۔ ایسا تو انسان بھی نہیں بنا سکتا۔ جیسے کہ شہد کی مکھی اپنا چھتہ بناتی ہے۔ جو گونہ یعنے مربعہ اگر ہوتا تو جگہہ ضائع ہوتی وہ دخل نہ ہو سکتی۔ گول میں بھی جگہہ ضائع ہوتی مثلث ملتے نہیں۔ اسلیے مسدس شکل کے بنائے جو کہلی بھی رہیں اور ملیں بھی انسان اپنی عجیب صنعتوں سے انسان نہیں اس میں حیوان شریک ہے۔ لیکن جو موٹی سمجھ کے انسان ہیں وہ اسے ہی سمجھتے ہیں کہ وہ کاریگر ہیں انکے لیے یہہ آیت ہے یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ اونہوں نے انسانیت اور روحانیت کو نہیں پہچانا وہ اسیکو زندگی سمجھتے ہیں حالانکہ آیندہ ایک گھر ہے وہ یہاں کی فکر میں ہیں۔ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ فرمایا اے رسول ہمارے روحانیوں کے سلم اونکا خیال نہ کرا نکی اچھی کاریگریوں کی طرف مت جھک ان سے منہ پہیر جو ہمارے ذکر سے منہ پہیریں اور نیکی کی طرف متوجہ نہ ہوں جو عیش

وغیرہ میں پڑے ہیں انکو قرآن ایسی چیزوں سے ہٹاتا ہے۔ بلکہ انسانیت کچھ اور چیز ہے۔ غور کے بعد انسانیت معلوم ہوگی۔ انسان نہ جسم نہ مکان۔ نہ صحت نہ جزئیات وہ کیا ہے ایک بہادری سمجھ آتی ہے لیکن بہادری کا اصول بھی حیوان میں ہے کیونکہ شیر میں بہادری ہے۔ پھر رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ میں یہ تشریح کی گئی ہے کہ بعض حیوانات انسان سے بڑھ گئے ہیں جب یہ صفات نہیں تو وہ کیا ہیں وہ دو ہیں قوت عقلیہ اور قوت عملیہ جسکی بنا سوال متعلقہ کرم پر ہے

ان میں سے ہر ایک کی دو شاخیں ہیں۔ عقل کی دو شاخیں عمل کی دو شاخیں۔ ایک کو نظام دنیا سے تعلق ہے وہ قوت عقلیہ جس سے قاعدے بنا کر نظام دنیا چلاتا وہ ایک ہے جیسے نوکری کرنا قانون بنانا وغیرہ وغیرہ اس قوت عقلیہ کی شاخ جس میں دنیوی کام چلاتا ہے اس میں وہ تمدن اور قانون کا محتاج ہے دوسری شاخ قوت عقلیہ کی غیب الغیب سے تعلق ہے جس میں عقل کا دخل نہیں جیسے میں نے خواب کا بیان کیا تھا۔ خواب ایک ادنیٰ بات ہے اس سے بڑھکر الہام ہے وہ بھی قوت عقلی کی شاخ ہے + قوت عملیہ کی بھی دو شاخیں ہیں ایک ہر ایک فعل ارادے کرنا اور سوچ سے کرنا حیوان گھر بلا سمجھے سوچنے کے بناتے ہیں وہ ایک طبعی فعل ہے کیونکہ انکے فعلوں کا انپر کوئی اثر نہیں انسان پر فعل کا اثر ہوتا ہے جیسے ہمارے افعال ہماری کانشنس پر اثر کرتے ہیں لیکن حیوان پر نہیں + عملی قوت کی دوسری شاخ روحانی کام ہے ایک تو اپنے ہم جنسوں کے ساتھ۔ دوسرا اپنے رب کے ساتھ دونوں قوتوں سے یہ ممتاز ہے اور دونو کی دو شاخیں ہیں + ہم تجربہ انسان کا جب کرتے ہیں ہم دونو حصے دیکھتے ہیں پہلا اپنی زندگی کا اسباب بنانا پھر اپنے ارادہ سے فعل کرنا انسان کے دل میں خیال ہوتا ہے کہ جو فعل کرے گا اسکا نتیجہ ہوگا۔ حیوانات میں نہیں۔ انسان شائستگی کو مدنظر رکھتا ہے حیوان اپنی حاجت لاپرواہی سے کرتا ہے انسان ضرورتوں کو دیکھکر خوبصورتی اور مکان کا لحاظ کرتا اور قاعدے بناتا ہے + دوسری شاخ عقلی جس میں یہ علوم بلا ارادہ حاصل کرتا ہے جیسے الہام اور دوسری شاخ محبت کی اور وہ اس سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ اسکے ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی قوای کی ترتیب کے لیے ایک قانون کی ضرورت ہے یہ محتاج ہے اسباب کا کہ ایک تو لوگوں سے تعلق ہو دوسرا خدا سے یونانی لوگ بھی مانتے تھے کہ انسان مدنی بالطبع ہونے کے لیے قانون کا محتاج تھا۔ اسیلیے وضع قانون کی ضرورت ہوئی اور وہی نبی تھے لیکن حکما اس معرفت کو نہیں پہونچتے اسیلیے وہ انہیں نبی تو نہیں کہتے۔ لیکن وہ مقنن کو جانتے ہیں اور وہ انسان ہونا ہوا۔ چنانچہ یہ آیات ہیں لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اللہ نے فضل مومنوں پر کیا کہ ان میں رسول انہیں میں سے بھیجا۔ وہ نادان کہتے تھے کہ فرشتہ کیوں نہ آیا فرمایا لَوْ جَعَلْنٰهُ

ملکًا لجعلناہ رجلًا وللبسنا علیھم ما یلبسون اگر ہم فرشتہ بھیجتے تو ہم تمہاری طرح کا انسان بناتے تمہاری طاقت نہیں کہ فرشتہ سے بات کرو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ بشکل انسان آیا تو وہ گھبرا اوٹھے میں فرشتہ کی یہاں بحث نہیں کرتا یہ میں بحث کروں گا اگر وقت ملا فرمایا یہ ہمارا احسان ہے کہ ہم نے انسان اور پھر انسانوں میں سے تم میں سے نبی بھیجا۔

یہاں سوال یہ ہوتا ہے۔ اگر انسان اور مقنن کی حاجت ہے تو سب لوگ عقلمند ہو جاویں۔ کیونکہ پارلیمنٹ بھی تو مقنن ہے۔ تو نبی کی کیا ضرورت ہے منکران نبوت بالکل یہی دلیل دیتے ہیں۔ لیکن اسلامی فلاسفروں نے اسی لیے یہ کہا ہے کہ نبی میں خاص بات ہوتی ہے جس سے وہ عزیز ہو جاتا ہے وہ ہے معجزہ۔ شیخ (بو علی سینا) نے بھی شفا میں لکھا ہے کہ نبی کے جسم میں ایک چیز ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں سے متصل ہوتا ہے۔ وہ قائل ہے کہ جو فرشتوں کے علوم ہیں اوس میں آجاتے ہیں دوسرا اسمیں ایسی طاقت ہوتی ہے کہ وہ اس سے دوسرے میں تاثیر کرتے ہیں فلسفیوں کا عقیدہ ہے کہ چار عناصر کا مادہ ایک ہی ہے اگرچہ مختلف صورتیں ہیں۔ جیسے بھیگا ہوا کپڑا ہوا۔ پانی۔ آگ ہو جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی جیسے کام آپ کرتا ہے ویسا ہی اوروں سے کراتا ہے تیسرا امر جو نبی میں ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ فرشتوں کو دیکھتے ہیں اسلیے لوگ انکے معتقد ہوتے ہیں وہ معجزہ دکھاتے ہیں لیکن یہ وہ وقت ہے کہ لوگ معجزہ سے ہنستے ہیں معجزہ مانگتے ہیں۔ لیکن انبیا فوت ہو چکے۔ امت محمدیہ کے بزرگ ختم ہو چکے بیشک وارث انبیا ولی تھے وہ کرامت رکھتے اور برکات رکھتے تھے لیکن وہ نظر نہیں آتے۔ زیر زمین ہو گئے آج اسلام ان کرامت والوں سے خالی ہے اور ہمکو گذشتہ اخبار کی طرف حوالہ کرنا پڑتا ہے۔ ہم نہیں دکھا سکتے۔ اس لیے معجزہ جو ثابت ہوگا تو وہ تعلیم سے ہوگا۔

ہاں تو صاحبو اس سوال کا جواب کہ قانون تو بن رہے ہیں نبی کی کیا حاجت ہے اسکے دو جواب ہیں بقیہ وقت انکی جواب میں لگاؤنگا اگر غور سے سنو گے فائدہ اٹھاؤ گے ایک شخص کو اپنے دین میں شک پڑا ہے۔ قرآن کی بزرگی سے پہلے صاحب نبوت کو ثابت کرنا ہوگا لہذا میں پہلے نبوت عام میں تقریر کروں گا پھر خاص پر۔

ہر ایک مذہب میں تین جماعتیں ہیں۔ اعلے وہ مطمئن ہیں وہ روحانی نور سے مطمئن ہوتے ہیں کچھ اہل عقل ہیں وہ عقلی دلائل سے مطمئن ہیں ادنی عوام الناس انکو شبہ نہیں پڑتا بلا سوچے ایمان رکھتے ہیں بیچ والے لٹکتے ہیں نہ عالم ہیں نہ جاہل انکے لیے ضروری ہے کہ وہ سمجھیں کہ نبوت ضروری ہے۔ پہلا جواب یہ ہے کہ جو لوگ عاقل کہلاتے ہیں مقنن کہلاتے ہیں اپنر کوئی زمانہ ایسا نہ گزرا کہ ان سے پہلے کوئی رسول نہ آیا ہو۔ لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ میں

پرسوں بھی یہ آیت پڑھی تھی یعنے ہر قوم کے لیے ہادی ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا اور تیرا رب کسی بستی کو ہلاک نہیں کرے گا جبتک اسکے صدر میں رسول نہ بھیج لے جب یہ امر ثابت ہوا کہ ہمیشہ سے ہادی تھے تو سمجھو جو قوانین خواہ تمدن کے خواہ اخلاق کے ہیں انسانی عقل نے نہیں بنائے بلکہ وہ محتاج ہے تعلیم الہامی کی عقل کا ذاتی کام نہیں بلکہ سیکھنے سے سیکھی سب سے پہلے آدم نبی تھے جنابِ تحنیٰ فرمایا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا آدم کو سب چیزوں کا نام اور خواص سکھلائے - اور انکے بعد انکی ذریات وقتاً فوقتاً آئی مذہب کو برطرف رکھکر کوئی عقل والا بلا سکھلائے نہیں سیکھ سکتا بلا معلم کوئی کام نہیں کوئی انسان ایسا نہ ملیگا کہ بلا سکھائے کچھ سیکھے جب یہہ حال ہے تمام چیزوں کا تو اخلاقی علوم بلا سکھائے کیسے سیکھ سکتا ہے امام غزالی اور دوسرے حکیم اس بات کے قائل ہیں کہ کل علوم لغت وغیرہ الہامی ہیں * غرضیکہ کل علوم اگرچہ عقل کے ذریعہ ہوں لیکن آسمانی تعلیم سے تھی ہاں شاگرد عقل نے اصل اصول سیکھکر تجربہ اور قیاس سے بہت کچھ اور بڑھایا - لیکن اس قیاس میں خطا ہوا اور خطا نکالنے کے لیے نبی بھیجے تاکہ ان غلطیوں کو دور کریں اسلیے ثابت ہوا کہ کل تعلیمیں الہامی تعلیم کا نتیجہ ہیں باقی غلطی انسان کی ہے میرے جواب کے دو مقدمہ ہیں انسانی عقل خاطی ہے اور الہامی تعلیم یافتہ عقل خاطی نہیں - اگر میں ان دو مقدموں کو ثابت کردوں تو میری دلیل لائق ماننے کے ہے پہلا امر میں سب متفق ہیں کہ انسان مرکب من الخطاء والنسیان ہے اور مثالوں سے پایا جاتا ہے کہ انسان فطرتاً خطا کرتے ہیں بہرحال تائید میں میں اسلام اور عیسائی مذہب کی شہادت پیش کرونگا کہ انسان خطا کرتا ہے * ہمارے ہاں حدیث میں ہے کہ آدم بھولا - اور دانہ کھایا ذریات بھی بھولتی ہے - عیسائیوں کی مقدس کتاب واعظ باب ۷ آیت ۲۰ میں کہا ہے کوئی انسان زمین پر ایسا صادق نہیں کہ نیکی کرے اور خطا نہ کرے - خطا سے بڑھکر عیسائی گناہ کے بھی مقر ہیں - ایوب - یرمیاہ - یسعیا - رومیوں کا خط سب میں لکھا ہے کہ انسان گنہگار رہے یورپ اور یونان سب مانتے ہیں - نام سناتا ہوں - ارسطاطالیس - نکلیموس - اقلیدس جالینوس - سقراطس وغیرہ سب اس بات کا اقراری ہیں کہ انسان غلطی کرتا ہے اب ہم موجودہ عقول کو دیکھتے ہیں پارلیمنٹ کے ممبر اور کونسل کے ممبر قانون بناتے ہیں وہ قانون بناکر اپنی غلطی کے معترف ہوتے ہیں ایک آرٹیکل کھڑا ہوکر ایک امر طے کرتا ہے دوسرا اسکی غلطی نکال دیتا ہے - یونانی اقوال میرے رسالہ میں درج ہیں اور آج کل سائنس کہہ رہی ہے کہ پہلے نتائج غلط ہیں اسلیے یہ مقدمہ بحث کے قابل نہیں -

دوسرا مقدمہ یہہ ہے کہ انبیا علیہم السلام نے غلطی نہیں کی میرا دعوی ہے کہ انبیا کی قوانین ہی غلطی

نہیں ہوئی۔ اونہوںنے کبھی کوئی غلطی نہیں کی۔ کوئی معترف غلطی کا نہیں ہوا۔ نہ ایک دوسرے کے مکذب ہیں ہو بلکہ مصدق۔ اصول ایک ہے سب کا ایک۔ ہاں فروعات وقتاً فوقتاً بدلے گئے ایسی بات کو نسخ کہتے ہیں۔ جو نسخ کے مخالف ہیں وہ اعتراض کرتے ہیں یہ انکی غلطی ہے نبیوں کا احکام کا بدلنا ڈاکٹر کی مثال ہے۔ جو مختلف نسخے بدلتا ہے۔ مسہل۔ تبرید۔ تائید کے نسخے مختلف لکھتا ہے۔ گرم۔ سرد۔ مقوی۔ جیسے ضرورت ہو اسی طرح نبیوں کی مثال ہے۔ مثلاً آدم کے وقت احکام کچہ اور تہے اونکے لڑکے بالوں میں بھائی بہنوں کی شادی ہوتی تہی جب وسعت ہوئی تو قرابت کے بعد شادی ہوئی جس کا سر یہ ہے کہ زوجہ ایک قسم کی فراش ہے اور شوہر اسکا حاکم یا افسر جیسے یہ آیت ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ یعنے مرد افسر ہیں اور عورتیں ماتحت ہیں۔ قدرتاً انسان غالب ہے۔ اگر سوال کریں کہ یورپین عورتیں غالب ہیں۔ تو یوروپین مردوں کا مقابلہ کرو۔ میرا رسالہ شرح ہے مقابلہ کرو یہ لوگ حاجت روائی میں پورے ہیں۔

میں اسوقت جملہ مذاہب کا وکیل نہیں ہوں وکیل اسلام کا ہوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے دکھادونگا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم خطا سے خالی ہے۔ مینے ایک رسالہ عصمت الانبیا لکھا ہے جس میں لکھا ہے کہ کسی نبی نے خطا نہیں کی۔ مینے ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے کہ جو خطا حضرت محمد صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت کرے ایسی خطا کہ جسپر آپ قائم رہے ہوں۔ میں ہزار روپیہ دونگا ہاں لغزش اس میں داخل نہیں ایسی خطا جسپر قائم ہوں ثابت کرو

ایک تو یہ جواب ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ جہاں کہیں قواعد اخلاق میں صحت ہے وہ الہامی باقی غلطی انسانی اس انسانی غلطی کے دور کرنے کے لیے نبی آئے دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض امور تک انسانی عقل نہیں پہونچتی۔ بعض جگہہ بالواسطہ شاگردی سے عقل نے سیکھا ہے۔ لیکن بعض امور میں عقل نہیں پہونچتی۔ اوسے ضرور شاگردی کرنی پڑی ہے اور اس میں کل عقول انسانی اوس کام کو نہیں پہونچتے ہیں۔ وہ کیا۔ میں بتا چکا ہوں انسان کی روحانی صفت جسکا تعلق خدا سے ہے اس تعلق سے اسکو خدا کی ہستی کا خیال پیدا ہوتا ہے کہ خدا ہونا چاہیے دوسرا خیال اوسکی صفات کے متعلق اور تیسرا اسکے ارادہ اور مرضیات کے متعلق ہے۔

ان تین سوالوں میں سے پہلے سوال کا جواب عقل انسانی نہیں دے سکتی وہ صرف یہی بتا سکتی ہے کہ خدا ہونا چاہیئے خدا ہی عقل کا کام نہیں کہ بتائے وہ مشاہدہ چاہتی ہے جیسے دہوئیں کا مشاہدہ کرکے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آگ ہے۔ یہ وجدان آسمانی الہام سے ثابت ہوا۔ یہ انسانی عقل کا کام نہیں کہ وہ خود بتائے۔ یہ خدا کا کام ہے دوسرا سوال صفات کے متعلق اس میں بہی عقل قاصر ہے ہمارے اپنے صفات حادث ہیں۔ ہم خدا کو اپنے جیسا

نہیں سمجھتے ہم کمزور اور ضعیف ہیں قوای کے محتاج ہیں میںنے پچھلی دفعہ بیان کیا تھا کہ خدا تمہارے صفات والا نہیں لیکن ایسا کچھ ہے ۔ مبدا میں مناسبت نہیں فعل میں ہے جیسے اسکا ہاتھ اور ہمارا ہاتھ ۔ اور فعل خواہ مشابہت رکھیں لیکن حقیقت نہیں ۔ صفات الٰہی کو بھی سمجھانا خدا ہی کا کام تھا اب رہا اسکا ارادہ یہاں بھی انسانی عقل قاصر ہے ہمارا تجربہ ہمکو کچھ نہیں کر سکتا ارادہ اپنا بھی خدا خود ہی تبلائے میںنے اسپر اپنے رسالہ میں بحث کی ہے رسالہ دیکھا جاوے ۔

اس جواب پر اعتراض ہوگا ۔ میری غرض یہ تھی کہ ہستی صفات اور ارادہ بیچ الٰہیہ تعلیم آسمانی ہے عقل سے غیر اعتراض اسپر یہ ہے کہ جو نبی بتائے وہ ٹھیک ہے ۔ یہ کیونکر ہم مانیں

اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر امر کا یقین ہماری ذاتی مشاہدہ پر نہیں بہت چیزوں کے علوم ہم سکھانے سے حاصل کرتے ہیں ۔ مگر شرط یہ ہے کہ سکھلانیوالے کا اہل ہونا ہم یقین کریں مثلاً ڈاکٹر کی مثال ہے ڈاکٹر کا سند پانا ۔ اسکا تجربہ ۔ جو ڈاکٹر کہتا ہے مریض وہ قبول کرلیتا ہے اوسکی دوای کھاتا ہے اس سے پھوڑا وغیرہ چیروا تا ہے اسکے علاوہ اور نظائر ۔ صراف اور وکیل کی بھی ہیں ۔ ایک اور شخص ہے جو مدت العمر راستباز اور سچا رہا ہے اگر وہ کہدے کہ فلان جنگل میں شیر ہے اوسکو یقین کرنے والے مان لیتے ہیں ۔ دلیل کے طالب نہیں ہوتے اسیطرح حال ہے روحانی حکیموں کا ۔ جیسے ہم صراف حکیم یا راستباز کے قول کو یقین کر لیتے ہیں اسیطرح گذشتہ تجارب کے لحاظ سے روحانی طبیبوں کے اقوال کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں روحانی حکیموں کو بھی دو سبیل سے مان سکتے ہیں جیسے ڈاکٹر کی بابت کہا جاتا ہے کہ ہم نے تجربہ سے دیکھا ہے ویسا ہی پہلے یہ دیکھنا ہے کہ آیا اس شخص نے کبھی جھوٹ بولا یا ہمیشہ سچا رہا اوسکی گذشتہ لائف دیکھنی چاہیے اور سننی چاہیے نہ دوستوں سے بلکہ دشمنوں سے جس سے معلوم ہو کہ یہ آدمی سچا ہے دوسرا انکی تعلیمات کو دیکھنا اور اس سے ثابت کرنا کہ یہ آدمی کیسا ہے تعلیمات بھی دو قسم پر ہے اول ایسی کہ اوس جیسے ہم نے کبھی نہ دیکھی اور ایسی عمدہ تعلیم کا کوئی نمونہ اور کہیں نہ پایا اسکو عقل نے پہچان لیا ۔ دوسرے جسے وہ عقل نے نہیں پہچانا ۔ یہی شبہ دینے والی بات ہے اسکے بھی دو حصہ ہیں حصہ اول وہ تعلیم ہے جسکو عقل نہیں پہونچی نہ وہاں تک پہونچ سکتی ہے دوسرا حصہ وہ جسکو عقل نے پہلے نہیں لیکن بعد میں پہچانا مثلاً پیشگوئی یا واقعات آیندہ کی خبر سو اللہ تعالیٰ کی صفات اسکا ارادہ مرضیات قسم اول سے ہے اور پیشگوئی قسم دوم سے ہے اول کو عقل نہیں پہونچ سکتی دوسرے کو مان لیگی جب دوسرے کو مانا تو اول کو استدلالاً مان لینا ہوگا مثال اوسکی موجود ہے اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ یعنے اگر تم اس

کتاب کے شک میں ہو تو اسکی مثل لاؤ اور پہر فرمایا قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔

یعنے تمام جنات اور آدمی بہی اوسکی مثل نہ بنا سکینگے اب یہ ایک پیشگوئی ہے تیرہ سو برس سے پوری ہورہی ہے اسکے سچے ہونے پر ہم مان لیتے ہیں کہ رسول کی دوسری باتیں بہی سچی ہیں۔ ایساہی وہ پیشگوئی جو غلبۂ روم کے متعلق ہے رسول مکہ میں بت پرستی سے روکتے تہے اور فارس اور روم کی لڑائی میں فارس والے جیت گئے تہے لیکن اودہر پیشگوئی تہی کہ غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ کہ اگرچہ رومی مغلوب ہوگئے لیکن ایک بضع سنین میں وہ غالب آجاوینگے بضع تین سے دس تک ہوتا ہے صدیق اکبر نے پیشگوئی پر شرط تین سال کی باندہ دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ شرط کو نو تک کردو نو برس میں فارس والے مغلوب ہوگئے۔ عیسائی اعتراض کرتے ہیں کہ تجربہ سے تہا مگر تجربہ سے تحدید یعنے سال مقرر نہیں ہو سکتے۔ اسکی نظیریں اور بہی بہت ہیں مگر وقت تنگ ہے نتیجہ یہ ہے کہ بعض تعلیمات تک عقل نہیں پہونچتی اگرچہ اوسکی آزمایش بعد میں ہو۔ اور بعض تک بالکل نہیں پہونچ سکتی مثلاً اللہ تعالی کو دیکہنا۔ اسی سے تو مذہب کی ضرورت ثابت ہوتی ہے عقل کی بات کو مان لینا کوئی بہادری نہیں ہر ایک مان لیتا ہے بہادری اس بات کے ماننے میں ہے کہ عقل سے بن نہ آوے۔

اللہ تعالی کے احکام دو طرح کے ہیں واقعی اور شتبہ عقلمند تو سب اللہ کے احکام تسلیم کرلیتے ہیں بے وقوف کہتے ہیں کہ بعض میں شبہ ہے لیکن جبکہ نبی کی بہت سی باتیں سچی نکلیں تو جن فرشتہ وغیرہ کا ماننا بہی ایساہی چاہیے جیسے کہ بہت لوگوں نے تسلیم کیا کہ جن وغیرہ کا ماننا ممکن ہے کیونکہ عقل کی باتوں کو صرف ماننا اچہا نہیں۔ کیونکہ ایسے آدمی صرف چند باتوں کو مانتے ہیں اور سب باتوں کو نہیں مانتے ایسا ماننا ٹہیک نہیں اس سے انسان کا ایمان بہت کمزور ہوجاتا ہے۔

جناب مولانا صاحب موصوف نے مقررہ وقت سے زیادہ وقت لیلیا اسلیے کل پروگرام اعلان کردہ کے بموجب کارروائی کرنی مشکل ہوگئی وقت صبح میں سے جو بقیہ وقت دقفہ تک تہا وہ جناب سردار جواہر سنگہ صاحب کو دیا گیا جو سکہ مذہب کی طرف سے پہلے وکیل تہے اور سناتن دہرم کے معزز وکیل پنڈت بہانودت صاحب سے التجا کی گئی کہ وہ ازراہ کرم آج کی جگہہ کل کوئی مناسب وقت قبول فرمادیں جو اونہوں نے قبول فرمایا اب سردار جواہر سنگہ صاحب مناسب الفاظ میں انٹروڈیوس کیے گئے۔ سردار صاحب کی تقریر زبانی تھی

اور اونہوں نے بعد میں قلمبند کرکے بھیجنے کا وعدہ فرمایا جو آج تک بوجہ عدم فرصتی وہ نہیں بھیج سکے اسلیے یہاں ہم رپورٹر جلسہ کے ورباٹیم نوٹس سے تقریر درج کرتے ہیں۔ جسکی نظرثانی سردار صاحب نے خود فرمادی ہے۔

سکھ ازم

عالی جناب والا القاب سردار جواہر سنگھ صاحب سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی لاہور

صاحبان میری گفتگو پانچ سوالوں میں سے صرف پہلے سوال پر ہوگی اگر وقت کے لحاظ سے غور کریں تو سکھ مذہب سب سے آخری مذہب ہے کیونکہ اسکا آغاز ۱۴۶۹ء سے تسلیم کیا گیا ہے۔ گو خالصہ تعلیم کی بنیاد بظاہر گرونانک صاحب سے ہوئی مگر یہ وہی تعلیم ہے جو قدیم سے چلی آتی ہے۔ سب انبیاؤں کی تعلیم جو خدا کے سمجھنے وغیرہ امور کے متعلق ہو اگرچہ نئی معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل یہ سب تعلیمیں وہی پرانی تعلیم ہیں۔ کوئی نئی بات نہیں جب کبھی زمانہ کو ریفارمر (اصلاح) کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالی ریفارمر (مصلح) بھیجدیا کرتا ہے۔

گرونانک ایک ایسے وقت تشریف لائے جب ملک کی سوشل اور مارل حالت بہت ہی گری ہوئی تھی اور ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو لوگوں میں ریفارم پیدا کرے۔ سکھ بلحاظ تعلیم ایک ایسی تعلیم ہے جو گورونانک صاحب سے پہلے بھی سب مذہب کی کتب یعنی قرآن۔ توریت۔ انجیل۔ وید میں پائی جاتی ہے ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی ہمیشہ اللہ تعالی کی طرف سے لوگ آتے رہے جو اصلاح کرتے رہے۔ ہاں گرو نانک صاحب نے ضرورت زمانہ کے مطابق کئی نئی باتیں اس میں شامل کیں انکی تعلیم خاصکر نہایت ہی پوپولر (ہردلعزیز) تھی۔ ہندو مسلمان سب نے اسکو مانا مسٹر میکالف صاحب جو پنجاب میں ڈسٹرکٹ جج رہے ہیں اونہوں نے اسکی نہایت تعریف کی ہے اور ایسا ہی ایک اور عیسائی کا قول ہے کہ گورو صاحب روما میں گئے جہاں پوپ سے ملاقات ہوئی اور وہ خوش ہوئے۔ کم ازکم اس قصہ سے اتنا تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس انگریز کو باوا صاحب سے پیار ہے ہندوستان میں سے بھی عالی جناب حضرت میرزا غلام احمد صاحب جنکی کل عالمانہ تحریر سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو خوش نہ ہوا ہو اور انکی پسندیدگی ہوا ان جیسے فاضل بزرگ نے گورو صاحب اور انکی تعلیم پر اپنی رائے اپنی کتاب **ست بچن** میں یوں دی ہے

"پنجاب میں غالباً ایسا شخص کوئی بھی نہیں ہوگا جو باوا نانک صاحب کے نام سے واقف نہ ہو یا انکی خوبیوں سے بیخبر

ہو اسلیے کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ہم انکی سوانح اور طریق زندگی کی نسبت مفصل تحریر کریں لہذا صرف اس قدر لکھنا کافی ہو کہ باوا صاحب موصوف ہندوؤں کے ایک شریف خاندان میں سے تھے ۹۰۰؁ نوسو ہجری کے اخیر میں پیدا ہوئے اور چونکہ اللہ تعالی کی راہ میں اخلاص رکھتے تھے اسلیے بہت جلد زہد اور پرہیزگاری اور ترک دنیا میں شہرت پا گئے اور ایسی قبولیت کے مرتبہ پر پہنچ گئے کہ درحقیقت ہندوؤں کے تمام گذشتہ اکابر اور کل رشیوں رکھیوں اور دیوتوں میں سے ایک شخص بھی ایسا پیش کرنا مشکل ہے جو انکی نظیر ثابت ہو ہمارا انصاف ہمیں اسبات کے لیے مجبور کرتا ہے کہ ہم اقرار کریں کہ بیشک باوا نانک ان مقبول بندوں میں سے تھے **جنکو خدا تعالے نے اپنے ہاتھہ سے نور کی طرف کھینچا ہے۔**

گرو نانک صاحب کی کلام بلاشبہ ہر دلعزیز تھی۔کیونکہ وہ تمام مذاہب کی محض خوبیوں سے مملو تھی اور انکی تعلیم محض رستی پر مبنی تھی۔سری گرنتھ صاحب جس میں یہ تعلیم درج ہے اس میں اخلاقی اور روحانی تعلیم بہ نسبت جسمانی تعلیم کے زیادہ ہے۔انکے تمام بچن اخلاقی اور روحانی تعلیم سے بھرے ہوئے ہیں کیونکہ جس زمانہ میں گورو نانک صاحب ہوئے اسوقت لوگوں کی تعلیم جسم کی طرف زیادہ رغبت تھی اور روح کی طرف بہت کم تھی۔

اس بات کا ذکر کردینا غیر ضروری نہیں کہ جب کوئی کتاب لکھی جاتی ہے تو مصنف اوسکی تمہید میں اپنا مذہب کسی نہ کسی طور پر ظاہر کردیتا ہے گرنتھ صاحب میں سب سے اول یہ فقرہ ہے "ایک اونکار ست گر پرساد" یعنے ایک خدا سچا گرو اور مہربان * یہ مبارک کلمہ بہت سے مذاہب سے عین متصل ہے۔دسم بادشاہ کے گرنتھ صاحب کے شروع میں بھی ہے "چکر چہن* اور برن جات وغیرہ وغیرہ" مضمون اسکا اور گرو نانک کی تقریر کا ایکہی ہے گو عبارت میں فرق ہے۔

(آمدم برسر مطلب) سوال اول انسان کی جسمانی اور اخلاقی اور روحانی حالات کے متعلق ہے۔حضرت میرزا صاحب نے اپنے مذہب کے لحاظ سے اس سوال کو بہت عمدہ طور پر بیان کیا ہے ہاں انکی ایک بات کو میں نہیں سمجھ سکا۔انگریزی اشتہار میں لفظ فزیکل ہے جسکا ترجمہ اردو اشتہار میں جسمانی ہے مرزا صاحب نے اسکے معنے طبعی لیے ہیں۔حالانکہ لفظ نیچرل کے معنے طبعی ہیں۔

سکھ مذہب کے رو سے ہم لوگ اپنے جسم کو اسیطرح رکھتے ہیں جیسے کہ پیدا ہوئے ہیں۔یعنے بالوں کا کٹوانا یا ختنہ وغیرہ نہیں کرتے۔اسکے متعلق گرنتھ صاحب میں ہے کہ "پرماتمانے جو دیا ہے اسکو رہاؤ" کیونکہ اخلاقی اور روحانی بہت

---

* چکر چہن اور برن جات ات اور پات نہنج | روپ رنگ اور ریکہہ بہیکہہ کو دکہہ نہ سکت کہہ
اچل مورت انبہو پرکاش امتوج کہیجے | کوٹ اندر اندراں شاہ شاہان گنیجے ایڈیٹر

باتوں کا مدار جسم پر ہے اسلیے خالصہ دھرم یہ تعلیم دیتا ہے کہ اے لوگو تم جسم کی اچھی طرح پرورش کرو۔ برت وغیرہ رکھنے سے کمزور نہ بناؤ۔ دنیا چھوڑ کر غار میں جانا ضروری نہیں۔ دنیاداری کرنا ضروری ہے ہمارے گرو صاحبان نے خودخانہ داری کی اگر انسان اپنے جسم کو ٹھیک نہ رکھے تو اسکی روحانی طاقت بہت مفید ثابت نہیں ہوگی۔ مثلاً ایک مریض آدمی بڑے عالم لیکن کمزور لوگوں کے گروہ کو دھمکا سکتا ہے۔ پس خدا کے دیئے ہوئے عضو آنکھ ناک کان وغیرہ نہایت بیش قیمت ہیں چنانچہ باوا نانک صاحب فرماتے ہیں* کہ تم اپنے جسم کے عضووں سے کام لیکر کماؤ اور اپنے ہاتھوں سے دان دو مگر آپنے بلاواسطہ جسمانی پرورش کا ذکر نہیں کیا مثلاً فرمایا کہ آنکھیں صرف دنیا کے حسن دیکھنے کے لیے نہیں دیں بلکہ خدا تعالے کے بے شمار کاموں کو دیکھنے کے لیے۔ پاؤں بری راہ چلنے کے لیے نہیں دیے نیک کاموں کی طرف جانے کیواسطے جیسے باوا صاحب نے کہا "نیک راہ چلو کانوں سے نیک بات سنو چغلی نہ سنو ہاتھوں سے ایسے کام کرو جس سے خدا خوش ہو۔ اگر ایسا کرو گے تمہارا ماتھا خدا کی نگاہ میں اجلا نظر آئیگا گورو گرنتھ کی تعلیم ہے کہ "جامہ# انسانی بار بار ملنے والا نہیں ہے جیسے پکا ہوا آم درخت سے گرتا ہے پھر نہیں لگتا انسان کو فرشتہ بھی رشک سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ انسان اللہ صاحب کی رضامندی میں ترقی کرکے فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے پس اس جسم سے ایسا کام کرو جس سے خدا تعالی کی پرستش کے لائق ہو جاؤ۔

اب اس درجہ کو مکمل کرکے خالصہ دھرم انسان کی توجہ اوپر کی طرف لیجاتا ہے جیسے لکھا ہے "جسکی کرپا# سے یہ انسانی جامہ ملگیا ہے اب تو اسکی طرف دیکھ" اخلاقی تعلق ہونے سے انسان اس درجہ سے بڑھجاتا ہے + پہلی حالت میں انسان خودغرض ہوتا ہے دوسری حالت میں خودغرضی کو دور کرتا ہے" ہم نہیں چنگے برا نہیں کوئی"۔ اس حالت کو جو محسوس کرتا ہے وہی نجات پاتا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ دولت# اور زمین کا جو گمان کرے وہ اندھا ہے جسکو دل میں اللہ غریبی دیتا ہے وہ نجات اور سکھ پاتا ہے جو غرور کرے تنکوں کی طرح جلجاتا ہے۔ جو راجہ لشکر پر بھروسہ کرکے وہ ایک لمحہ میں غارت ہوتا ہے جو اپنے کو طاقت ور سمجھے تباہ ہوتا ہے۔ جو اپنے# آپکو بھلا کہے وہ بھلا نہیں جو

* کہت گھال کچھ ہتھوں دے۔ نانک راہ پچھانے سے + # مانس جنم دلبھ ہے ہوت نہ بار بار۔ جیوں بن پھل پاکے بھوے گرہہر نہ لاگے ڈار # جینہ پرشاد پاد لبہ دہ۔ نانک تلن کی بھگت کریہ + # دہن بھوم کا جو کرے گمان۔ سو مورکہ اندھ اگیان + کرکرپا جسکی ہردی غریبی بسا دے۔ نانک ایمان مکت آگے سکھ پاوے # آپس کو جو بھلا کہاوے۔ تسے بھلائی نکٹ نہ آوے + آپس کو جو جانے نیچا۔ سو وہ گنیئے سب تے اوچا۔ ایڈیٹر

اپنے آپ کو خاک پا سمجھے وہ آدمی نیک ہے۔ سب سے بڑھکر اپنا گورو ماں ہے بعد میں باپ پھر اوستاد جب انسان ایسا خیال کرے تو پھر سمجھتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ ایسا برتاو کرتا ہے جنکے ساتھ اپنا گھر اما خوش ہو وہ بہشت میں ہے جنکے گھر میں امن نہیں وہ گویا سخت تکلیف میں ہیں۔ اس حالت کو ہندوستان کے لوگ مدت مدید سے محسوس کرتے تھے مثلاً جب بن باس میں سیتاجی کو راون چرا کر لیگیا تو راون سے جنگ کرنے میں لچھمن کو ایک برچھی لگی۔ تو وہ بیہوش ہو گئے اس وقت رامچندر جی کہتے ہیں کہ اے بھائی مینے کیا کیا کہ ایک عورت کے لینے میں تجھکو گنوایا پھر ہنومان کی زبانی لڑائی کا حال سنکر رانیاں یہ کہتی ہیں۔ اول لچھمن کی ماں کہتی ہے کہ آج میں سپوت ہوئی کہ میرا بیٹا اپنے بھائی کے پیچھے جنگ میں کام آیا۔ رامچندر کی ماں سنکر کہتی ہے کہ جو لڑائی میں بھاگے اسکے گوشت کو گیدڑ بھی نہیں کھاتے۔ اور رام چندر جی کو ہنومان کی معرفت کہلا بھیجا کہ لچھمن کے بغیر جیتے نہ رہنا آؤ تو دونو آؤ ورنہ وہاں دونوں ہی مرجاؤ + اچھی گھروں میں ایسے نیک خیالات ضروری اور لازمی ہیں اس تمثیل میں ایک اور امر قابل نوٹ یہ بھی ہے کہ جب سیتاجی اپنے زیور جنگل میں پھینک گئی۔ تو انکو پا کر رام چندر جی نے لچھمن جی سے پوچھا لچھمن نے کہا میں انکو نہیں پہچان سکتا کیونکہ مینے انکو کبھی نظر بھر کر نہیں دیکھا سوائے پاؤں کے زیور کے جنکہ میں ہر روز انکے چرنوں کو پرنام کرتا تھا + اخلاق کے اعلے اوستاد گورو گوبند سنگھ صاحب کی اپنی نظیر ہے تاریخ گرو صاحب کہتے ہیں جب ہمنے ہوش سنبھالی ہمارے باپ گرو تیغ بہادر نے کہا کہ اے بیٹا جبتک جان میں جان ہے تبتک یہ کرو کہ تم اپنی اہلیہ سے محبت بڑھاؤ مگر غیر عورت کے پاس خواب میں بھی نہ جانا کیونکہ غیر عورت تباہ کرنے والی ہے۔

اس قسم کے اوپدیش گرنتھ صاحب میں بہت ہیں تاکہ انسان اپنے اوقات گھر میں پیار سے گذارے # "وہ جو اپنے آپ میں برائی کھودے اسکو ساری دنیا دوست نظر آتی ہے جو اپنے کو سب سے نیچا سمجھے وہ سب سے اونچا ہے"۔

جب انسان ایسا عمدہ برتاؤ اپنے قریبوں سے کرتا ہے تو رفتہ رفتہ اسکا برتاؤ اور نیک سلوک پڑوسیوں شہریوں

گوردیو ماتا گوردیو پتا گوردیو سوامی پرمیشر۔ گوردیو سکھا اگیان بھجن گوردیو بندھپ سہودرہ +

سدہ جب تے ہم دھری بچن گوردیو ہمارے۔ پوت ایہی پرن تو وہ پرن جب لگ گھٹ تہارے + نج ناری کے ساتھ نیہو تم نت بڈھیو۔ پر ناری کے سیج بھول سپنے ہوں نہ جائیو + پر ناری کے بیچھے سبھ پاسو ہنگ پاہر # من اپنے تے برا مٹایا۔ پیکیے سگل ساجنا + آپس کو جو جانے نیچا۔ سواوہ گنیئے سب تے اوچا + ایڈیٹر

اور درجہ بدرجہ تمام مخلوق سے بہتر ہو جاتا ہے۔

اس درجہ کے بعد روحانیت کے حاصل کرنے کا درجہ ہے گرنتھ صاحب میں لکھا ہے کہ جسکی* مہربانی سے تو زمین پر آرام لیتا ہے اور بیوی بچہ وغیرہ کے ساتھ مزے میں رہتا ہے آگ پانی سے کام لیتا ہے جس نے تمہیں ہاتھ پاؤں وغیرہ دیے ہیں ایسے مہربان خدا کو چھوڑ کر اگر کسی اور سے پیار کرے تو تو بڑے دکھوں میں پڑے گا بغیر ایشور کے فضل کے وہاں سے نکل نہ سکیگا۔

جہاں* باپ بھائی مدد نہیں کر سکتے وہاں خدا تعالیٰ صرف مدد کرے گا جہاں تمنے اکیلا جانا ہے وہاں صرف خدا ساتھ ہوگا جہاں بے انتہا مسافت اور اندھیرا ہوگا وہاں صرف خدا کی روشنی ہوگی جہاں کوئی واقف نہ ہوگا وہاں صرف خدا ہوگا۔ سب سے اچھا ہے وہ جو سب کا غور سٹ جاوی سب سے عمدہ یہ ہے کہ پرماتما کا نام ورد زبان کرو۔ عابدوں کی سنگت دلکی میل کو دور کرنے والی ہے سب کوشش سے عمدہ خدا نام جپنا ہے۔

اسکے بعد اتصال الٰہی کا درجہ ہے۔

جسکو* خدا چاہتا ہے اپنے لڑ لگا لیتا ہے خدا کے نام کو یاد کرنے والے نیچے درجے والے بھی بہت اونچے درجہ پر چڑھ جاتے ہیں جو خدا کا وصل حاصل کرتا ہے وہی بلند درجہ پاتا ہے۔

* جیہہ پرشاد دہرا دیر سکھ لبہ۔ ست بہرات میت بنتا سنگ ہس ÷ جیہہ پرشاد گرہہ سنگ سکھ لبنا۔ آٹھ پہر سمرن تس رسنا ÷ دینو ہست پاؤ کرن نیتر رسنا۔ تسے تیاگ اور سنگ رچنا* ایسے دکھ موڑھ اندھ باپے۔ نانک کاڈھ لے ہو پربھ آپے ÷ * جیہہ مات پتا سُت میت نہ بھائی۔ من اوہاں نام تیرے سنگ سہائی ÷ جیہہ مارگ تو جات اکیلا۔ ہر کا نام سنگ ہوت سہیلا ÷ * جیہہ مارگ کے گنے جاہ نہ کوسا۔ ہر کا نام اوہاں سنگ توسا ÷ جیہہ پینڈے میں اندھ غبارا۔ ہر کا نام سنگ اجیارا ÷ جہاں پنتھ تیرا کو نہ سنجانو۔ ہر کا نام تہ سنگ پچھانو ÷ جان کا من ہوئے سگل کی رینا۔ اوتم رس تنہ گھٹ گھٹ چینا ÷ آٹھ پہر جو ہر ہر جپنے۔ ہر کا بھگت پرگھٹ نہیں چھپے ÷ سادھ سنگ مکھ اوجل ہوت بیادہ سنگ مل سگلی کھوت ÷ سب تے اوتم ہر کی کتھا۔ نام سنت در دو کھ لتھا ÷ * اگیا او اگیا جاوے۔ نانک جان بہاو تان لیے سمائے ÷ جو جانے تس سدا سکھ ہوئے۔ آپ ملائے لئے پربھ سوئے ÷ سب تے اوتم گنو چنڈالا۔ نانک جیہہ گھٹ بسے گوپالا ÷ پربھ کا سمرن سب تے اونچا۔ پربھ کے سمرن اودھرے موچا ÷ ایڈیٹر

جسم مٹی پانی آگ اور ہوا سے بنا ہے یہ عناصر ایک دوسرے سے درجہ وار لطیف ہیں ان سب کا بنانیوالا خدا ان سب سے زیادہ لطیف ہے اس ترکیب سے گورو صاحب نے لوگوں کو سفلی درجہ سے آسمانی درجہ کی طرف راہ دکھایا ہے۔ نیک بخت اور نیک دل انسان کو خدا کے ساتھ ایسی محبت کرنی چاہیے جیسے گرنتھ صاحب میں لکھا ہے کہ تم ایسی محبت خدا سے کرو جیسے بھوکا اناج سے اور پیاسا پانی سے اور ماں بیٹے سے" اگر انسان خدا کی طرف صداقت سے جای تو خدا اوسکو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ خدا کے سامنے اپنے ماتھے کو بچا کر و قسمت کے حروف مہر کی طرح اولٹا ہونے سے سیدھے ہو جاتے ہیں" پھر لکھا ہے کہ جو تیری مرضی ہو وہی ہو۔ تو سدا سلامت ہے جو تجھے میٹھا لگے وہی اچھا ہے میرے اپنے بس میں نہیں تو ہی مارے تو ہی جلائے۔

جب انسان کی روح خدا کے سامنے ہوتی ہے جو خود روح ہے تو ایک حالت پیدا ہوتی ہے اسوقت "بسر گئی سب اپنی پرائی۔ جب سے سادہ سنگت مت پائی" والی حالت ہوتی ہے اسوقت انسان کا نہ کوئی دشمن اور نہ کوئی دوست رہجاتا ہے * یہ مختصر بیان انسان کی اون حالتوں کا جنکا گرنتھ میں ذکر ہے یہ بیان تمام صفحات گرنتھ میں ہے **جو راگ میں ہونے کے باعث** وید سے مشابہ ہو سکتے ہیں اور خدا کی وحدانیت کے لحاظ سے قرآن شریف سے * خالصہ مذہب کا پرچار بہت کم ہوا ہے لیکن جوں جوں لوگ سنتے ہیں اسکو تسلیم کرتے اور ماننے لگتے ہیں اور ہمیشہ سب نے پسند کیا ہے۔

گورو نانک صاحب میں ایک بات نرالی قسم کی یہ تھی کہ وہ سب کو عمدگی سے اپدیش دیتے جیسا کہ بادشاہ نے جب انکو شراب پینے کے لیے کہا تو جواب دیا کہ ہمنے خدا کے نام کی شراب پی ہوئی ہے جب برہمن نے جنیو پہننے کے لیے کہا تو کہا کہ دیا کی کپاہ لاؤ اور سنتوکھ کا سوت بناؤ جت کی گانٹھ دو اور ست کا بٹ دو تب اس جنیو کو میرے گلے میں ڈالدو تمہارا تاگہ صرف باہر رہتا ہے۔ ایک مسلمان نے نماز کے لیے کہا تو اسیطرح پر جواب دیا اور کہا کہ

---

* جو تدھ بھاوے سائی بھلی کار۔ تو سدا سلامت نرنکار *

\+ دیا کپاہ سنتوکھ سوت جت گنڈھی ست وٹ۔ ایہ جنیو جیا کا ہئی تاں پانڈے گھت * نان ایہ ٹٹے نان مل لگے نان ایہ جلے نہ جائے۔ دھن سو مانس نانکا جو گل چلے پائے۔ ایڈیٹر

ہو۔ ہماری مسجد ہے اور صدق ہمارا مصلے حق حلال ہے اور کرنی کعبہ وغیرہ وغیرہ ہے"

جب انسان اس طرح جسم سے اخلاق اور اخلاق سے روحانی دنیا کو پہونچ جاتا ہے تو انسان کو دکھ سکھ برابر ہو جاتا ہے۔ اور ہر حالت میں انسان راضی رہتا ہے۔ جس* مرنے سے لوگ ڈرتے ہیں میں اس میں راضی ہوں پھر لکھا ہے۔ پانچ# عناصر سے اس جسم کو پیدائش ہے یہ جسم بعد مرنے کے اپنے اپنے عناصر میں ملجاتا ہے۔

جب انسان ان تینوں مرحلوں کو گذر کر اس حالت میں ہوتا ہے کہ انسان کی روح خدا کی روح سے تعلق پیدا کرتی ہے اور تمام دکھ مٹ جاتے ہیں تب انسان کہتا ہے کہ "میں خدا پر قربان ہوں وہ مجھ میں سے ہے اور میں اس میں سے ہوں

آئندہ زندگی میں کیا ہوگا

روح اور جسم دونو خدا کی ملکیت ہیں خدا پورن اور ہر ایک شے میں براجمان ہے جس طرح خدا رکھے اوسیطرح رہنا چاہیے خواہ دوسرا جسم ملتا ہے یا نہیں ملتا ہم میں یہ طاقت نہیں کہ آئندہ کی زندگی کی بابت کچھ رای لگائیں پر ہم یہ کہتے ہیں کہ جس طرح وہ رکھے ہم رہنے کو راضی ہیں۔ جیلنر نا۔ اور اس سے پہلے اور اس سے پیچھے کی بابت گورو صاحب کا یہ قول ہے۔

"جسطرح خدا چاہتا ہے کرتا ہے دوسرے کو مداخلت نہیں ہے" اگر یہ سوال ہے کہ انسان کہاں سے آیا اور کہاں جائیگا تو اسکا جواب یہہ ہے کہ سب کا مالک اللہ تعالی ہے اسکے سوا کوئی رای زنی نہیں کرسکتا"

ذیل کے سوال جواب آبان امور کے اور تصریح ہوتی ہے

سوال کونسی دن تاریخ یا وقت دنیا پیدا ہوئی **جواب** جسنے دنیا بنائی ہے وہی جانتا ہے وقت بنڈدن کو

ہو۔ مہہ میت صدق مصلے حق حلال قرآن۔ سرم سنت شیل روزہ ہو مسلمان + کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نماج۔ تسبیح ساتس بھاوسی نانک رکھے لاج + * جس مرنے تے جگت ڈرے مورے من انند۔ مرنے ہی تے پایئے پورن پرمانند # پانچ تت کو تن رچیو جانوں چتر سجان۔ جیہ تے اوبجے نانکا لین تاہہ تم مان + ایڈیٹر

معلوم نہیں کیونکہ انکی کتابوں میں بھی ذکر نہیں قاضیوں کو معلوم نہیں کیونکہ انکی کتابوں میں ذکر نہیں جوگی بھی نہیں جان سکتے اسکے جاننے میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں ایسی باتوں کے جاننے سے کوئی فائدہ نہیں*

سورسنز آف نالج

یعنی

علم کے ذریعے

علم سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت کے ذرائع ہیں + بیج ماتر سب کو گیان ہے* مگر یہاں مراد معرفت الٰہی سے ہے جو بہر ہو کے آ گیا ہے۔ اسکو اپنی روح کے اندر بسا دیں ان تین طریق سے خدا کی راہ میں آنا اصل راہ ہے گرنتھ صاحب میں لکھا ہے۔

کسی* طریقہ یا کوشش سے اصل گیان نہیں ملتا بلکہ وہ اسکو ملتا ہے جسکے لیے خدا کی درگاہ سے حکم۔ معرفت کے ذریعہ اور بھی لکھے ہیں۔ مثلاً جھوٹ کو چھوڑنا امتیاز پیدا کرنا گیان کی خواہش رکھنا وغیرہ وغیرہ لیکن اصول تو یہ ہے جیسے بیان کیا گیا ہے* جسکو حقیقت کا صاف راہ نظر نہیں آتا اوسکو تب نظر آتا ہے جب اوپر سے خدا کی مہربانی نازل ہو۔ چنانچہ باجہ بھی جسپر وہ مہربانی کرے اسکو کوئی نہیں پوچھتا تب آدمی برہم گیانی بنتا ہے برہم گیانی کے نشان یہ ہیں۔ (۱) جسکے آگے* ہندو مسلمان برابر ہوں جسکا دل کل برہم ہٹ گیا اسکے آگے ہندو مسلمان برابر ہیں

---

* تہت دار نہ جوگی جانے رُت ماہہ نہ کوئی ۔ جان کرتا سرشٹی کو سا جے آپے جانے سوئی +

* بیج تر سرب کو گیان ۔ چیپہ درناں میں جیسے کو ناؤں + برہہ کی آگیا اتم ہتا دے ۔ جیون مکت سوؤ کہاوے + * کاہوں جگت نہ پاپیو دہرم ۔ نانک تس ملے جس لکھا دھر کرم ۔

* جسپر کرپا کری تس اپنا نام دی ۔ بڈبھاگی نانک جن سے + برہم گیانی سدہم درسی ۔ برہم گیانی درشٹ امرت برسی + برہم گیانی کے مستر ستر سمان ۔ برہم گیانی کے ناہیں ابھمان + برہم گیانی اوچے تے اوچا ۔ من اپنے ہے سب تے نیچا + برہم گیانی سے جن بہے ۔ نانک جن پر پربھ آپ کرے + برہم گیانی کی سب اوپر ریتا ۔ برہم گیانی نے کچھ برا نہ بھیا + برہم گیانی سدہن تے نگتا ۔ برہم گیانی تے نرمل جگتا + برہم گیانی کا بھوجن گیان ۔ نانک برہم گیانی کا برہم دھیان ۔ ایڈیٹر

(۲) برہم گیانی کے دوست دشمن برابر ہیں (۳) اس میں تکبر نہیں ہوتا (۴) سب سے اونچی منزل پر ہوکر اوسکا من سب سے نیچا رہتا ہے (۵) جسکو پرمیشر آپ گیانی کرے وہی گیانی ہوتے ہیں (۶) اوس سے بُرا نہیں ہوتا ہے (۷) اوسکی نظر نفرت کی نظر نہیں ہوتی (۸) سب بندوں ہی سکو نجات ہوتی ہے (۹) اوسکی دلیلوں میں شک نہیں (۱۰) اوسکی خوراک معرفت ہی (۱۱) اسکا دھیان پرمیشر ہے۔ فقط

چونکہ مقررہ ٹائم ٹیبل کے مطابق عمل درآمد نہ ہوسکا جیسے کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اور سردار صاحب موصوف کا وقت مقررہ ایکما ایسے وقت پر ختم ہوتا تھا جبکہ صرف نصف گھنٹہ وقفہ میں رہتا تھا علاوہ ازین سردار صاحب کی تقریر بہت ہی عام پسند واقع ہوئی اسلیے سردار صاحب کو نہایت خوشی سے اگزکٹو کمیٹی نے اجازت دی کہ اگر وہ چاہیں تو وقفہ تک اپنی سلسلہ تقریر کو جاری رکھیں چنانچہ آپنے ایسا ہی کیا۔ سردار صاحب ممدوح کی تقریر ایسی برجستہ اور سکھ مذہب کے اصول کے مطابق ایسی مطلب خیز اور محیط تھی کہ اب سکھ کمیونٹی میں سے اور وکلا نے جنکے نام نامی پروگرام میں تھے اس تقریر کو کافی سمجھا اور کسی اور تقریر کی ضرورت نہ سمجھی صرف سردار راجندر سنگھ صاحب نے اپنے مقررہ وقت پر بطور تکملہ کچھ کہنے کی خواہش ظاہر کی جنکی تقریر اپنی جگہہ پر درج کی جاوے گی۔

وقفہ

برہموسماج

عالی جناب لالہ کاشی رام صاحب سکرٹری برہموسماج لاہو و جائنٹ سکرٹری جلسہ مذاہب

جلسہ* اعظم مذاہب جسکی مشہور و معروف بانی کو ہم آج اپنے اس قدیمی شہر میں خیر مقدم کہتے ہیں۔ مذہبی تاریخ میں ایک بھاری یادگار کا واقعہ ہے۔ لیکن یہ واقعہ خواہ کتنا ہی باعظمت کیوں نہ ہو یہ بابو کشیب چندر سین صاحب کے خیالات کا ایک خفیف سا عکس ہے جو انہیں کل اقوام کو مذہبی طور سے اکٹھے کرنے کے متعلق پیدا ہوا۔ اونکے خیال کا کامل طور سے پورا ہوجانا ایک وسیع زمانہ چاہتا ہے لیکن اسکا آغاز اب ضرور ہوگیا اور اس تحریک نے لبرل (آزاد) خیالات کے حق میں ایک تازیانہ کا کام دیا ہے۔ یہ امر دیکھکر دل کو بہت ہی تسکین ہوتی ہے کہ ہماری ملکی بھائی جو سخت قدامت پرست ہیں وہ بھی اس خیال کی قدردانی میں پیچھے نہیں رہے وہ بھی اپنے عزیزانہ اشارہ اوس اعلی شان کی اتباع میں جو عیسائیوں نے امریکہ میں قائم کردی ہے دہرم مہوتسو جسکو پیدا ہوئے ابھی ایک سال ہی گذرا ہے گویا ایک ہلکی سکیل پر امریکہ کی پارلیمنٹ آف ریلجنز کی نقل ہے۔ اسکے مدعا بھی بہت حد تک

* یہ تقریر انگریزی سے ترجمہ کی گئی ہے ۔

اُسی زبردست تحریک سے ملتے جلتے ہیں یعنے یہ کہ مذہبی معاملات میں تحمل اور بُردباری کی روح پیدا کرکے مختلف فرقے کے لوگوں میں سچی مذہبی روح پیدا کی جاوے اور ایک مشترک موقعہ مہیا کیا جاوے جہاں مختلف مذہب کے وکلا تمام تنازعات اور باہمی جھگڑوں کو چھوڑ کر۔ اپنی پوری طاقت اور قابلیت کے ساتھ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں اور اس طرح تمام مہذب اور تعلیم یافتہ اصحاب کو ہر ایک مذہب کے متعلق عمدہ اور قابل اعتبار واقفیت حاصل ہو جاوے جس سے وہ اپنے لیے خود محاسبہ کرکے ہر ایک مذہب کی حقیقت اور اُسکی خوبیوں سے واقف ہو جاویں

مذہب اصل میں اس اعلے نمونہ کی مطابق زندگی بسر کرنا ہے جو ہمنے اپنی زندگی میں تسلیم کر لیا ہے یہ تسلیم محض خیالی طور سے ہی نہیں ہوتی بلکہ اسکا اظہار ہماری شریف ترطبیعت کے افعال سے ہی ہوتا ہے۔ مذہب نہ تو چند معتقدات اور خیالات کے مجموعہ کا ہی نام ہے اور نہ اس سے مراد وہ چند عمدہ طور پر گھڑے ہوئے فقرات ہیں جنکے ذریعہ ہم اظہار معتقدات کرتے ہیں۔ بلکہ اسکا سرچشمہ انسان کی روح کی گہری تہ میں ہے۔ مذہب زندگی کا وہ اصول ہے کہ جس سے ہمارے تمام معتقدات اور خیالات پیدا ہوکر ہماری روح میں عمدہ اور اعلے جوہر حاصل کرنیکی حرکت پیدا کر دیتے ہیں یا ایک ایسی رغبت ہے کہ جس میں نمو اور ترقی کا خاصہ ہے۔ لہذا اسکے تمام فعل بہت وسیع اور محیط ہوا کرتے ہیں تمام انسانی حرکات و سکنات پر اسکا تسلط ہے یہ ایک ایسا جہاز ہے جو ہمیں دنیاوی مصائب اور تکالیف کی طغیانی میں با امن ابدی سلامتی اور خوشی کے کنارہ پر لیجاتا ہے مذہب ایک ایسا طلسم ہے کہ جسکو آگے تمام دروازے کھلجاتے ہیں جس سے زندگی کے تمام نظر آتے ہوئے اختلافات اور تضاد دور ہو جاتے ہیں مذہب کے ہاتھ میں ایک ایسا ساز ہے کہ جسکو تمام سروں کو بجا کر یہ سنسان خاموشی والی جگہوں میں بھی ایک ہم آہنگ نغمہ پیدا کر دیتا ہے مذہب تمام علوم سے پہلے تھا بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام علوم و فنون کی یہ جڑ ہے جس وقت بنی نوع کی نہایت ہی ابتدائی اور طاقت ور نسلیں آزادی سے اُس زمین پر پھرتے تھے جو ابھی انسانی ہل یا کسے اور انسانی حرکت کے نیچے نہیں آئی تھی اُنکے دل بالضرور صحیفہ قدرت کے لاانتہا خوبصورتی اور جلال سے مرعوب ہوتے ہونگے پس یہی تعظیم اور بکرمت کا خیال جو اسطرح وہ ظاہر کرتے ہونگے کُل مذاہب کا سرچشمہ ہے۔ اگرچہ وہ ایمان جو عطیہ الٰہی کے طور پر غیب الغیب چیزوں کے دیکھنے کے بیو ہم میں ہے۔ یا ہماری امید جو ہمیشہ فتحیابی کے بازوؤں پر پرواز کرتی ہے۔ یا نیکی اور سخاوت کا خیال جو گویا زندگی کا کمال یا اسکی تکمیل ہے اگرچہ یہی تین باتیں مذہب کے اعلے اجزا ہیں۔ لیکن پاک اور مقدس زندگی کی جڑ وہی عظمت ہے جو ہمارے دل میں ایک عجیب **طاقت** کے باعث ہے نسل انسان کے ابتدائی مدارج میں جبکہ یکال ترو تازگی اپنے ساتھ رکھتی تھی ایسے انسان پیدا ہوئے تھے جو صحیفہ قدرت کے تمام عجوبوں اور

اور اسراروں کو زیادہ گہری اور باریک نگاہ سے دیکھکر پورے طور پر محسوس کرتے تھے کہ ان تمام مظہرات قدرت کے
پیچھے ایک مکمل طاقت بھی ہے۔ حضرت موسیٰ اور داؤد فلسطین میں اوس یہوواہ کے جلال کی گیت گاتے تھے
جو قادر مطلق اور سب پر حکمراں ہے اس ہمارے جنم بھوم میں بھی ویدک منتروں کے پڑھنے والے ایسی کثرت کے ساتھ
اپنے عظیم الشان الہامی اشعار سناتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب انسان کے لیے ایک طبعی امر ہے اس
عظیم الشان اور بیرون از حد تشریح و بیان دنیا میں رہکر انسان کا یہ طبعی خاصہ ہے کہ وہ اس اعلےٰ تر طاقت کا
پرستار ہوجاوے جس نے اس دنیا کو بنایا ہو۔ اسی خیال اور اصول پر ہماری اس سوسائٹی کا ڈھانچہ ہے کہ جس
کی ماتحت انسان اپنی طبعی حالت کو چھوڑکر خاص مقررہ حدود کے مطابق آباد ہوا ہے۔ اصول شادی و کتخدا-
جس نے بہت کچھ انسان میں انسانیت پیدا کر دی ہے اور جو نہایت درست اور ٹھیک طور پر تقدیس کی نگاہ سے
دیکھا گیا ہے در اصل ان میں مذہبی اصول کی عملدرآمد ہے لہذا مذہب سوسائٹی میں ہمیشہ سے ایک زبردست طاقت
ہے۔ یہ ایک ایسا جوہر ہے کہ جس سے تمام انسان متاثر ہوکر اپنی زندگی کے لیے ایک جاندار اصول حاصل کر لیتے
ہیں۔ اُسنے ہمیشہ زمین پر امن اور انسان کو ساتھ نیک ارادہ اور برتاؤ کی تعلیم دی ہے۔ اور اس سے سوسائٹی
متحد رہ سکتی ہے۔ مذہب عام قومی خیالات کے اندر سرایت کرکے انسان کی رغبت اور میلان اپنے سانچے میں
ڈھال لیتا ہے اسی سے انسانی تاریخ پر دیرپا اثر پیدا ہوا ہے۔ اس امر کی تشریح کے لیے اس سے زیادہ روشن
مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ عرب جیسی خانہ بدوش قوم جو انسانی ترقی میں سب سے پیچھے رہ چکی تھی اونھیں پیغمبر
حضرت محمد صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ ایمان اور جوش پیدا کر دیا ہے کہ صرف ایک نصف صدی میں اسلام
کا جھنڈا مغرب میں ہسپانیہ سے لیکر مشرق میں دریائے سندھ تک آنے لگا۔ ایسے ہی قابل بیان مثال ہمارے
اپنے ملک میں بھی موجود ہے۔ گورو نانک صاحب کا وہ زاہدانہ مذہب تھا جس میں بڑی بردباری تھی اور جس میں تمام
عمدہ مسائل کا انتخاب تھا اوسی مذہب میں آخر مغل بادشاہان کے مظالم سے ایسا زبردست جوش و خروش کی
آگ بھڑک اوٹھی وہی بڑی سلطنت جو اندر اندر ہی ضعیف ہو چکی تھی لیکن بظاہر بڑی شان و شوکت والی
نظر آتی تھی اسکی قسمت میں یہی لکھا ہوا تھا کہ وہ کسی پرجوش مذہبی جماعت کے مانند سے تباہ ہو جو صدیوں تک
غیر قوموں کے تحت رہی ہاں اسی ملک پنجاب میں جو اسلامی تیز بڑھتی ہوئی موجہ کے آگے سب سے پہلے مغلوب
ہوا ایک ایسی قوم پیدا ہو گئی جن میں زاہدوں کا سا مذہبی جوش اور حب وطن والوں کی سی سرگرمی تھی۔

یہ صرف چند ایک ہی ایسی مثالیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی سوسائٹی کو ٹھیک طور پر چلانے اور انسان میں تکمیل پیدا کرنے کے لیے مذہب کس قدر ضروری ہے زندگی کے مصائب اور ابتلاؤں سے رہت اور نجات پانے کے لیے ہم مذہب ہی کی طرف رخ کرتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس مذہب کی تسکین بخش اور راحت دینے والی اصول نہ ہوتے تو زندگی کا رستہ ہمارے لیے کیا یاس افزا ہوتا مذہب ہمیں اُس اعلے اور بہتر زندگی کی امید دلاتا ہے اور اُس سے زیادہ بلند اور وسیع تر حقیقت کا یقین دلاتا ہے بلکہ اُس ذات کے کامل نظارہ کی امید دلاتا ہے جو سب روحوں پر بادشاہ ہے۔ ہم اکثر اس دنیا میں کچھ وقت کے لیے بدی کی ترقی اور نیکی کی ذلت پاتے ہیں جس طرف ہم نگاہ اوٹھاتے ہیں ہمیں موت اور اسکا توام گناہ نظر آتا ہے اگر ہم میں مذہبی زندگی پر چلنے سے امید اور ایمان نہ پیدا ہو جاوے تو یہ غموں اور گناہوں کی زندگی ہرگز ہو گننے کے قابل نہیں۔

دنیا میں ایسے انسان بہت ہی تھوڑے ہیں جو فکر کے ساتھ کبھی آئندہ زندگی کے متعلق سوچتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کے لیے تو موجودہ زندگی ہی سب کچھ ہے جذبات نفس نے انہیں ایسا اندھا کر دیا ہے اور اِس دنیوی زندگی کے ہراساں کر دینے والی تفکرات سے ایسی سخت گھبراہٹ میں ہیں یا اس دنیا کی ناپائدار لذات نے انہیں ایسا سرشار کر رکھا ہے کہ یہ لوگ تھوڑی سی تھوڑی توجہ بھی اس مسئلہ بقا کی طرف نہیں دے سکتے بلکہ اگر ہے بھی کم انہیں اس مسئلے کے حل کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے لیکن ایک پست سے پست زندگی والی پر چند لمحے زندگی میں ایسے گذر جاتے ہیں جس میں نفس لوامہ جو خدا کی بار بار نافرمانبرداریوں میں دبایا گیا ہے جاگ اوٹھتا ہے اور اپنی گم شدہ طاقتوں کو حاصل کر لیتا ہے اسوقت گناہ کا بوجھ بہت ہی بھاری نظر آتا ہے اور کوئی خوفناک نازک واقعہ اونہیں خاک کے برابر کر دیتا ہے اور اُس قہار کا نہ نرم ہونے والا ہاتھ زیادہ زیادہ نزدیک ہوتا نظر آتا ہے ایسے وقت میں ایک سرکش شقی اور گنہگار کو بھی آئندہ زندگی کا سوال بہت ہی اہم اور نازک نظر آنے لگتا ہے جسوقت موت کا رعبناک فرشتہ سامنے آکھڑا ہوتا ہے جبکہ نہ ٹلنے والا قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہوا نظر آتا ہے جبکہ تمام عزیز و اقارب الوداع کہنے کو ہوتے ہیں جبکہ عزیز سے عزیز چیزوں کی بھی قدر و منزلت نگاہ میں نہیں رہتی اسوقت کوئی شخص بھی یہ خیال کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب میں خاک میں خاک ہو جاؤں گا اُسوقت میرا کیا حال ہوگا۔ کیا اس قبر کے بعد کوئی اور عالم بھی ہے کیا میری روح کو ابھی بقا ہے یا اس جسمانی ڈھانچ کے انحلال ہو جانے کے بعد اس نے بھی معدوم ہو جانا ہے۔ اب چونکہ کوئی نہیں جانتا کہ موت کا وقت کونسا ہے اور نہ اسکے آنیکی کسیکو خبر ہے لہذا کسقدر ضروری ہے کہ اس اہم سوال کو بہت جلد غور کر لیا جاوے۔ لیکن

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سب چیزوں کو فنا ہے تو اس میں سے روح کو کیسے بقا حاصل ہوگی یہ بالکل درست ہے کہ ان انگنت دنیاؤں کو ایک نہ ایک دن فنا ہونے والی ہے۔ اگرچہ ہمیں اُس دن کی میعاد یا اسکا طول آج معلوم نہ ہو۔ تو کیا وجہ ہے کہ انسان اس تمام تباہی سے بچ رہے یہ دلائل ہیں جو ناستک خیال کے لوگ پیش کرتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً حقیقی تباہی اور فنا مادہ پر بھی نہیں آسکتی۔ سائنس کے نزدیک نیستی کوئی چیز نہیں۔ موت کیا ہے ایک شکل کی تبدیل۔ ہیئت کا انقلاب۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں انتقال۔ ایڈیسن صاحب کی آخری ایجاد نے ہمکو اس قابل کر دیا ہے کہ ہم ہلکے سے ہلکے آواز کو بھی محفوظ رکھکر جب چاہیں اپنے استعمال لا سکتے ہیں ہلکی سے ہلکی بات جو کان میں کہی گئی ہو ضائع نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم چاہیں تو اپنے تمام و کمال حالت میں وہ پھر پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر مادہ نا فانی ہے اگر ایک چھوٹے سے چھوٹا ذرہ قائم رہ سکتا ہے تو کس طرح یہ روح مر سکتی ہے جو کہ تمام مخلوقات میں سے زیادہ عجیب و غریب ہے اور اس میں اعلے سے اعلیٰ قدرتی طاقتیں اور استعدادیں رکھی گئی ہیں اے انسان اس بات کو جان لے کہ تیرا روح ایک حیرت ناک طریق سے اثر پذیر بنایا گیا ہے تیرے تمام قول اور فعل بلکہ تیرے خفیہ سے خفیہ خیالات اچھے یا بُرے تیری لوح دل پر ایسے منقش ہو جاتے ہیں کہ پھر معدوم نہ ہونگے۔ دیکھ وہ گھنٹہ آنے والا ہے جب یہ تمام نقش تیرے بنانے والے کے سامنے منکشف کیے جاویں گے اور ایک ایک کرکے تجھے دکھائے جاویں گے جس سے تجھے بہت ہی ندامت اور پشیمانی ہوگی۔ اسلیے اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ نہ کوئی آیندہ زندگی ہے نہ بہشت نہ دوزخ اور نہ کوئی روز انصاف ہے مسئلہ بقا پر خواہ ہم کسی پہلو سے غور کریں خواہ ہم اس انسانی عقل کے ذریعہ پرکھیں خواہ الہامی تعلیمات کے طور پر خواہ اسی علوم روحانیات کی روشنی سے جانا جاوے خواہ مادیات کے ذریعہ اس بات کو ماننے کے لیے زبردست ثبوت موجود ہیں کہ انسان کی زمینی زندگی کا خاتمہ اس سے زیادہ اعلے اور شریف تر زندگی کا آغاز ہے جسکا نام ہم نے موت رکھا ہے وہ روح کو ہلاک نہیں کرتی جیسے کہ بعض ہم میں سے نادانی سے خیال کر رہے ہوں بلکہ یہ تو ایک دروازہ ہے اُس آسمانی فضا کا اور رستہ ہے اُس باجلال سلطنت کا جہاں جسم سے الگ ہوئی ہوئی روح موت کا نام نہیں جانتی جہاں وہ اپنی استعدادوں کے مطابق بڑھتی اور نشو نما پاتی ہیں۔ فقط

اس پُر مغز تقریر کے بعد لالہ راجپیداس صاحب جو لاہور میں ایک مشہور فیلسوف اور ریلیجن آف ہارمنی (مذہب نظام کلیت) کے بھاری ایڈوکیٹ ہیں پندرہ منٹ کے لیے حسب تجویز خود اسٹیج پر اظہار خیالات کے لیے تشریف لائے

ریلجن آف ہارمنی

عالیجناب ماسٹر راجمید اس صاحب ایڈوکیٹ ہارمونیکل سوسائٹی

(مذہب نظام کلی)

صاحبان۔ میرا مضمون وہی ہے جو آپ ہر روز سنتے رہے ہیں اولاً میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے موقع دیا گیا۔ بانیان جلسہ کے خاص شکریہ کے بعد انکو اپنی کامیابی پر مبارک باد کہتا ہوں اگر ایسی کوشش جاری رہی تو لوگوں کی عمدہ تقریروں کے ذرائع سے بہت سے فوائد کی امید ہوسکتی ہے مجھے یقین نہ تھا کہ مجھ جیسے نالائق کو بھی اس عظیم الشان جلسہ میں وقت دیا جاوے گا اب چونکہ وقت ملگیا ہے اب مجھے آپ میں سے ہر ایک کی مہربانی کی ضرورت ہے۔ میری تقریر میں اگر کوئی امر پسند خاطر نہ ہو تو بیشک چھوڑ دیا جاوے۔

سب سے پہلے میں پانچویں سوال کے متعلق کچھ عرض کرونگا یعنے علم کے ذرائع کیا ہیں علم سے یہاں مراد گیان یا معرفت یعنے علم الٰہی ہے۔ خدا تعالی غیر محدود ہے محدود صورت میں وہ کبھی نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے تو سب میں ہوتا ہے یہ نہیں کہ کہیں کسی خاص فرد میں محدود ہے ہر ایک چرند پرند۔ انسان۔ مولوی پنڈت پادری غرض سب اوسکی بات سن سکتے ہیں مگر تقاضا انسانی ساتھ ساتھ رہتا ہے علم کے ذریعہ چار ہیں (۱) حواس خمسہ (۲) دلائل منطق سے خدا فرشتہ وغیرہ یہ باتیں سمجھ میں نہیں آسکتیں (۳) شہادت۔ تواریخ۔ خبر۔ دینی ہو یا دنیاوی اخلاقی اشخاص کی سب کی سب باتیں کسی نہ کسی خبر یا تواریخ سے معلوم ہو ہی جاتی ہیں خواہ اُن میں ایک حد تک غلطی بھی ہو (۴) انٹیوشن (وجدان) ہمارے حواس خمسہ بیرونی دنیا کے لیے ہیں لیکن اندرونی دنیا کے لیے بھی ایک حس ہے۔ مصری اگر ہم کھاویں تو کوئی ہمکو نہیں کہہ سکتا کہ ہم نے نمک کھایا ہے ایک حس اندرونی ایسی ہے کہ جس سے ہم معلوم کرتے ہیں کہ خدا ہے جو ہمارے اندر اور باہر اور ہر جگہہ موجود ہے یہ چھٹی حس ہے جسکا نام ہے انٹیوشن جب انسان کامل ہو جاتا ہے تو اسوقت یہ حس حاصل ہو جاتی ہے اسوقت گویا وہ کام بنتا ہے جو حواس خمسہ سے نہیں نکلتا انٹیوشن ایک لطیف جوہر ہے اور نیکی کا مادہ ہے جو پاک روحوں میں ظاہر ہوتا ہے اگرچہ وہ سب میں بیج کے طور پر ہے یہ جوہر سب میں ہے اور صرف غرور اور بدی کے چھوڑنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

جب انسان اپنے آپ کو چھوڑ دے اور رفتہ رفتہ لالچوں سے کنارہ کرے اس یقین سے کہ آدمی نے ایک دن

رہا ہی ہے (جسم سے نہ روح سے) اور تب اسکا کوئی سہارا نہیں اسوقت اوس سے جو روشنی حاصل ہوتی ہے وہی سب دینوں کا سہارا ہے - بس یہی وہ جوہر ہے - اور یہہ ہر ایک دین میں ہے -

پہلا سوال جو دہرم مہوتسو کی کمیٹی نے تجویز کیا ہے وہ انسان کی جسمانی و اخلاقی اور روحانی حالتوں کے متعلق ہے انسان نے جسمانی حالات کی اصلاح کرنے میں بہت ترقی کی زمانہ ان حالات کی خود ریفارم کر رہا ہے اول جب کہیں جانا ہوتا تھا تو چلتے چلتے انسان تنگ جاتا تھا - اب ریل بنگبی ہے - ایسا ہی ان تمام کاموں میں جن میں کسی حصہ جسم کو دخل تھا بہت ترقی ہو رہی ہے اخلاقی حالتیں انسان کی مختلف ہیں - انسان انصاف کو اپنی زندگی سے زیادہ پیار کرتا ہے یہی ایک اخلاقی خوبی ہے - بلکہ انسان تو اخلاقی حالت میں ہی خوش رہنے والا ہے پاکیزگی کا اختیار کرنا اور دنکی خدمت کرنا محبت رکھنا - دوسروں کی خدمت کے لیے آٹھوں پہر طیار رھنا - اور انکی خدمت میں لگجانا - یہی اخلاقی امور ہیں باقی رہی روحانی حالت روحانی انسان وہی ہے جسے موت کا ڈر نہیں جو ہر ایک کتاب کو اپنے لیے کلام مجید جانے - اور سب لوگوں کو اپنا سمجھے سب کتابیں اللہ تعالی کی طرف سے ہیں لیکن خدا کو کتاب نازل کرنے کی ضرورت نہیں - خدا تو ہر پتے میں ہر درخت میں ہر صورت میں ہے مجھ میں بھی خدا کا نور ہے اور آپ میں بھی - تمام مقدس کتابوں میں جو راستی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے - اور اگر کسی کتاب میں غلطی ہے تو وہ خدا کی طرف سے نہیں انسانی غلطی ہے عیسائی موسائی - محمدی - سب ظاہری دیواریں ہیں خدا کے فضل کے چشمے ہر جگہہ جاری ہیں ہر انسان کو اپنا بہائی سمجھو اس اونیسویں صدی میں یونیورسل برادرہڈ (اخوت عامہ) کا اصول جاری ہوا ہے - یعنے سب ایک ہیں - اس میں بڑی راحت ہے - راحت وہ حاصل کرنی چاہیے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہے جو راحت صرف کسی دوسرے میں ہے وہ راحت کام کی نہیں - راحت وہی ہے جو کبھی نہ چھوڑے سکو دوسرا سوال جو اس کانفرنس نے تجویز کیا ہے وہ آیندہ زندگی کے متعلق ہے یہ جو کہا گیا ہے کہ اعمال کی سزا ابدی جہنم ہے - ابدی جہنم کوئی نہیں کوئی شے ایسی نہیں جو ہمکو خدا کی مرضی کے برخلاف کہیں لے جاوے خدا کی مرضی ہمکو آپکے احاطہ کے باہر نہیں کرتی - خدا نے تو ہمکو محدود اور کمزور بنایا تو کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا انسان کو محدود بنا کر غیر محدود سزا دے خدا تعالی منصف اور عادل ہے - لہذا یہ ممکن نہیں کہ ابدی جہنم ہو کوئی آگے کوئی پیچھے سب کے سب آخر کار خدا تک پہونچ جاوینگے اور وہاں جا کر سمجھیں گے کہ ہنوز ابتدا ہی ہے کیونکہ دینی زندگی کبھی تمام نہیں ہوتی - عالم ارواح کی حقیقت کا سمجھنا بیان نہیں ہو سکتا - یہ راز اپنے میں نہیں بلکہ خدا تعالی کے گود میں

سمجھا جاوے گا - اور وہاں روزمرّہ ایک نیا مزہ آویگا اور لوگ آگے آگے جائیں گے اور ترقی کریں گے وہ ترقی لامحدود ہوگی -

تیسرے سوال میں بانیان جلسہ نے زندگی کے اغراض اور اُنکا طریق حصول دریافت کیا ہے زندگی کی بڑی غرضیں تین ہیں - ہر ایک شخص ان تینوں کو چاہتا ہے - میں بھی چاہتا ہوں اور میری بھی خواہش ہے کہ انکو حاصل کروں - ان تینوں میں سے پہلی چیز راحت ہے دولت کے ذریعہ لوگ راحت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس میں خوشی کی تلاش کرتے ہیں - یہ لوگ حواس خمسہ کے غلام ہیں - اصلی خوشی دولت سے نہیں بلکہ وہ تو پاک حالت کا نام ہے - وہ ہمیشہ ساتھ رہتی ہے - دولت کو زندگی کی غرض نہ بناؤ - یہ تو ضرور ملجاوے گی - نیکی اور پاکیزگی میں ہی اصلی خوشی موجود ہے - دولت کے متلاشی نہ بنو - کمال کی تلاش کرو - دوسری غرض راستی ہے - تم کو راستی اور کمال کی تلاش ہونی چاہیے - یہ ضرور ملجاوے گی - کمال کے معنے ہیں کل عمدہ چیزوں میں بڑھنا کل امور میں ترقی کرنا اور بڑہنا - زندگی کامل پانا - ہمیشہ جیتے رہنا تیسری غرض ہے پاکیزگی اس میں ہی کمال حاصل ہونا چاہیے - خدا تعالی کی پاکیزگی غیر محدود ہے - ہماری بھی پاکیزگی ویسی ہونی چاہیے انسان کی روحانی زندگی دنیا پر قائم ہونی چاہیے - یہی بات دنیا میں قائم کرو - اور یہی بات ہے جو تمام دنیا کے نبیوں نے سکھلائی - تم سب کے سب ایک ہو جاؤ - اور مخالفت اور دوئی کو چھوڑ دو - سب لوگ - سب قومیں سب زبانیں میری پیاری ہیں - کوئی برائی نہیں بس یہی **ہارمنی** ہے جسکی ضرورت ہے -

جناب ماسٹر صاحب کے بیٹھنے پر **سردار راجندر سنگھ صاحب** جو سکھ ازم کی طرف سے دوسرے وکیل تھے مناسب الفاظ میں انٹروڈیوس کیے گئے - آپنے کچھ دن ہوئے ہیں کہ ہماری رپورٹر کی لکھی ہوئی تقریر کو نظر ثانی کے لیے واپس منگوایا ہے جو ابھی تک اونہوں نے نہیں بھیجی - اگر اختتام رپورٹ تک آگئی تو بہتر ورنہ ..... اخیر میں رپورٹر کی لکھی ہوئی تقریر درج کی جاوے گی -

سردار صاحب کی بعد مسٹر **جان مارلیس** صاحب عیسائی مذہب کی طرف سی پیش ہوئی - آپ لاہور میں ایک مشہور جرنلسٹ ہیں اس موقعہ پر یہ اظہار کرنا گویا امر واقعہ کا بیان ہے کہ پادری صاحبان نے نہ معلوم کن وجوہ سے اس مقدس تحریک (دہرم مہوتسو) کے ساتھ شرکت رکھنی نہ چاہی لاہور کے معززین کا ایک مختصر ساڈیپوٹیشن ڈاکٹر **یوانگ** صاحب پرنسپل مشن کالج و پادری **ٹنڈل** صاحب - پادری ولیمٹی صاحب اور ایسا ہی دیگر پادری صاحبان کے پاس حاضر ہوا اونہوں نے اس تحریک سے اگرچہ ہمدردی ظاہر کی

لیکن شمولیت کے متعلق کہدیا کہ وہ اپنے خاص کمیٹی کرنے کے بعد جواب دیں گے بعد میں معلوم ہوا کہ پادری صاحبان نے اتفاق اس میں کیا کہ وہ شامل جلسہ نہ ہوسکا گیا ہے کہ انکے خیال میں ایسی تحریکیں انکے مشن کو مفید ثابت نہ ہونگے اور ممکن ہے مضر ہوں۔ لیکن جناب مسٹر ماریس صاحب و مسٹر رو صاحب نے نہایت جوانمردی کے ساتھ شمولیت جلسہ سے ہمیں اعزاز بخشا۔

عیسائیت

والا خطاب جناب مسٹر جے ماریس صاحب بہادر جرنیسٹ لاہور

صاحبان اسوقت بڑے دن کو سب لوگ اپنی اپنی ڈالیاں حاکموں کے پاس لے جاتے ہیں۔ ہمارا بڑا حاکم احکم الحاکمین ہے ہمیں بھی چاہیے کہ اپنی ڈالی خدا تعالے کے پاس بھی لے جاویں۔ جبکہ ہندوستان اپنی نااتفاقی کے باعث بدنام ہے تو یہ ایک بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہم سب ایسے موقع پر دینی تحقیق کے لیے یہاں حاضر ہیں خدا ہمپر ضرور راضی ہوگا کیونکہ ہم سب خدا کے شناخت کے لیے آئے ہیں۔ خدا تعالی ضرور ہماری مدد کرے گا۔ ہم جب ڈالی لاتے ہیں تو اپنے لیے یا اپنی عزت کے لیے نہیں بلکہ حاکم کی خوشنودی کے لیے اسیطرح ہمارے یہاں کی ڈالیاں بھی اپنے احکم الحاکمین کی خوشنودی کے لیے ہونی چاہییں اسوقت ہمارے زمانہ میں یہاں ایک قسم کی عام ضیافت ہو رہی ہے جس میں ہم سب شامل ہیں۔ میں بھی عیسائیت کا کھانا آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جو کہ ایک روحانی غذا ہے۔

جبکہ ہم سب باتوں پر ہر پہلو سے نگاہ ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا کے مذاہب اسوقت ہندوستان میں موجود ہیں۔ اور دنیا میں اور کوئی علاقہ نہیں جہاں تمام مذاہب کے لوگ جمع ہوں۔ یہ امر ملک بہت سی خوبی کی بات ہے۔ کیونکہ بچے سب ایک خیال کے ہوتے ہیں لیکن بڑوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ اختلاف مذاہب سے ایک اور بھی فائدہ ہے۔ کہ ہر ایک مذہب کی تلاش اور تحقیق میں لگا ہے چنانچہ جسطرح یہاں تمام علما آئے ہیں۔ ایسا دنیا میں کسی اور جگہہ نہیں۔ جب ہر ایک اپنی دوربین سے ایک چیز کو دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم سب اسبات کو نہ پہچان جاویں گے جو سب سے عمدہ ہے۔

اس وقت کلکتہ میں نیشنل کانگریس دنیوی فائدہ کے لیے ہو رہی ہے وہاں پر وہ لوگ جمع ہیں جو دنیا کو دین پر ترجیح دیتے ہیں اون تمام خرچ اخراجات کے مقابل جو کانگریس کے لیے ہوا

اور اس سے مقابلہ جو فائدہ ہوگا۔ وہ ایسا نہیں جیسا کہ اسجگہ ہے دین آسمان کی مٹی ہی۔ اور یہہ تمام نیکیوں کی ماں ہے۔ اور تمام خوشیوں کی جڑ ہے۔ اسکے لیے سب کا دل جوش مارتا ہے انسان فطرتاً ہر ایک امر میں خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور سب سے خوبصورت چیز دین ہے اس جلسہ میں جوابات کے لیے جو سوال تجویز ہوئے ہیں۔ وہ پانچوں سوالات کسی نہ کسی طرح مذہب کے متعلق ہیں اور اگر مذہب کو مجموعی طور پر بیان کیا جاوے تو گویا ان پانچوں سوالات کا جواب آجاتا ہے۔ یہہ ایک بڑی ضیافت دین کی ہے اسلیے مجموعی طور پر میں ان سب کا جواب اسجگہ دونگا۔ انسان کیا ہے۔ انسان تو اپنے کو پہچان پھر خدا کو پہچان۔ انسان اپنی ہستی پر وہ طاقت رکھتا ہے کہ کوئی اور شے نہیں رکھتی انسان اشرف المخلوقات ہے۔ ہاتھی کی گردن ایک ہے جو اسے چلا سکتا ہے۔

ہماری مذہب کے مطابق انسان خاک ہے اور خاک سے بنا ہے یہ وہ شے ہے جو انسان پاؤں کے نیچے کچلتا ہے۔ اور یہہ نہایت ہی ذلیل اور نکمی شے بھی ہے۔ خاک اپنی میں کوئی طاقت اور لیاقت نہیں رکھتی خدا کی عین مہربانی تھی جو انسان اشرف المخلوقات بنا سب سے اول ہمیں اپنی اصلیت کو دیکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے کہ اوسنے ایسی جسم اور جان کے دینے میں ہم پر وہ رحم کیا کہ جس کا ہم ہرگز شکر نہیں کر سکتے اب اگر میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ کل اشیاء میری لیے بنائی گئی ہیں انسان کے اندر اللہ تعالے نے تمام چیزیں جمع کر دی ہیں۔ دنیا میں امیر و غریب ہیں۔ اور نہایت افراط تفریط بلحاظ دولت کے پائے جاتے ہیں۔

اگر کسیکو کہا جاوے کہ ہندوستان تمکو دیا جاتا ہے تو وہ کہے گا کہ یہ کیا شے ہے اس کے مقابل میں میں اپنی جان نہیں دے سکتا۔ اگر کسیکو تمام دنیا دی جاوے۔ تب بھی وہ اپنی جان دینا پسند نہیں کرتا۔ اگر اسکو کہا جاوے کہ خدا ہے تو وہ کہے گا کہ اگر میری زندگی نہیں تو خدا نہیں پس ہر ایک شخص میں "میری جان" ایک بیش قیمت چیز ہے۔

پس ہم کیونکر خدا کا شکریہ نہ ادا کریں کیونکہ ہر ایک یہہ سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کے تمام اشیاء ہمارے لیے ہیں۔ پس اگر ہم میں ذرا بھی شک ہے تو کیا ہم خدا کا شکر نہ کریں گے پس اگر ہم میں کروڑوں زبانیں بھی ہوں تو کیا ہم خدا کا شکر ادا کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں کر سکتے۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو ہماری ساری زندگی دعا ہو گی اور خدا کی محبت میں ہم ایسے مگن

ہوجاویں گے کہ ہر وقت شکر گذاری ہوگی۔

لیکن اسکے علاوہ ہمارے لیے ایک اور خوشی کا مقام بھی ہے جو آسمان پر ہے سو جیسا کہ ہم کرینگے ویسا ہی ہم پاویں گے ؎ گندم از گندم بروید جو ز جو۔

جبکہ ہم یہ سب مانتے ہیں اور ہم جان بوجھکر لالچ میں پڑ جاتے ہیں تو ایک گناہ بھی اگر ہم کریں تو ہم خداوند کے بڑے ہی گنہگار ٹھیریں گے۔ اگر اپنے باپ کو کوئی گالی دیوے تو کیسی شرم کی بات ہوگی۔ انسان گویا جب گناہ کرتا ہے تو اپنے آپ کو خدا کے درجہ میں رکھتا ہے۔

انسان کی زندگی کا **ایم** (مدعا) کیا ہے حصول خوشی۔ ہر ایک کہتا ہے کہ "میری خوشی" ہونی چاہیے۔ اسی میں سب گناہ ہے اپنی خوشی کو ہم اپنا خدا بنا لیتے ہیں۔ ہماری خوشی خدا کی خوشی ہونی چاہیے۔ "میں ہیں" کرنے میں سب برائی ہے "میں نہ میں نہ" (مینا) کرنے میں پرندہ کو عزت ہوتی ہے جب انسان اپنے آپ کو چھوڑ دیتا ہے تب فائدہ اوٹھا سکتا ہے۔ باقی تمام اشیا خدا کے لیے کام کرتی ہیں۔ لیکن انسان اپنے بھائی کے لیے بھی کام نہیں کرسکتا۔

اکسیر وہ ہے کہ ذرا سی چیز سارے انگہ کو سونا کر دیتی ہے یہی حال ہے اگر ہم خدا کی طرف خیال کرلیں۔ ہم غلطی سے اپنی نظر کو صرف اپنے تک رکھتے ہیں۔ ہمارے گناہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم گویا خدا کو اوتار کر اوسکے تخت پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ پس عیسائیوں کا خیال یہ ہے کہ ہماری سزا لا انتہا ہوگی میں اتنا بیان اور کرتا ہوں کہ کل خرابیوں کی جڑ محبت ہے۔ جبکہ وہ محبت خود غرضی کی ہو۔ لیکن یہ محبت ہی جو ہماری بیماریوں کی جڑ ہے۔ جب انسان کی محبت نیچے کی طرف ہو تو وہ گناہ کرتا ہے لیکن جب یہ محبت خدا کی طرف لگجاوے تو وہ ہر ایک گناہ سے بچا لیتی ہے جب ہم بسبب گناہ کے بے حد سزا کے قابل ہیں۔ دنیا میں سب یہی کہتے ہیں کہ ہم سب ناخوش ہیں لیکن خدا نے ہمکو ان تکلیفوں کے لیے نہیں بنایا۔ کیا ہم لعنتی ہونے کے لیے بنائے گئے ہیں بیشک ایسے گنہگار ہوکر ہم امید نہیں کرسکتے۔ کہ خدا ہم سے پیار کرتا ہو خدا نے اپنی محبت سے جسم لیا اور یسوع میں ظاہر ہوا۔ ہم مان نہیں سکتے کہ خدا آسمان پر مزے اوڑاوے اور ہم یہاں تکلیف اوٹھائیں۔ یسوع کو ہم خدا کی محبت کا مجسم ہونا مانتے ہیں اور تثلیث اس طرح کہ جہان خدا کی دانائی مکمل ہے اور دانائی سے ہم پیدا کیے گئے ہیں اسلیے اسکے تمام کام پاک ہیں۔ سو جب تمام کام پاک ہونے چاہییں تو ضرور ہے کہ

اس میں محبت ہو۔ سوہم دیکھتے ہیں کہ خدا میں تین شے ہیں۔ دانائی پاکیزگی محبت۔ اس تثلیث کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ یہ تینوں اکٹھے ہیں۔ اور الگ الگ نہیں ہو سکتے۔ فقط

تقریر پریسیڈنٹ

صاحبان آج کی کارروائی مسٹر ہارپس صاحب کی تقریر پر ختم ہوتی ہے۔ کل ہمارا آخری اجلاس ہے جسکا پروگرام یہ ہے۔ ۹ ½ سے ۱۲ بجے تک جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بقیہ جوابات ۱۲ بجے سے ۱ بجے تک مسٹر رو صاحب۔ ۱ بجے سے ۱ ½ تک دقفہ ۱ ½ سے ۲ ½ تک پنڈت گوپی ناتھ صاحب سکرٹری سناتن دہرم سبھا ۲ ½ سے ۳ ½ تک پنڈت بھانودت صاحب ۳ ½ سے ۴ ½ تک مسٹر درگا پرشاد صاحب ۴ ½ سے اختتام تک تقریر سکرٹری و موڈریٹر صاحبان اور خاتمہ تقریر جناب حکیم نور الدین صاحب بھیروی امید ہے کہ آپ کل ٹھیک وقت پر تشریف لاویں گے۔

چوتھا اجلاس

بروز منگل بتاریخ ۲۹ ماہ دسمبر سنہ ۱۸۹۶ء

آج ہمارا آخری اجلاس تھا مختلف فرقوں کیطرف سے عام طور پر درخواست ہونے لگی کہ اُنکے وکلا کو تقریر کا موقعہ دیا جاوے لیکن موجودہ حالات کے ماتحت ان درخواستوں پر کاربند ہونا محالات سے تھا تاہم جسقدر تقریریں ضروری تھیں انکے لیے بھی روزمرہ کے اوقات پورے نہ تھے۔ اسلیے مناسب یہی سمجھا گیا کہ کارروائی ساڑھے نو بجے صبح شروع ہو۔ لیکن دسمبر کے ساڑھے نو بجے صبح کے وقت حاضرین کا جمع ہو جانا بہت دشوار تھا۔ لیکن مجبوراً ایسا کرنا پڑا اور پروگرام بھی ایسلیے اس طور پر بنایا گیا کہ یہ دشواری دور ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ابھی نو نہ بجنے پائے تھے کہ عام طور پر معمول رونق اور ہجوم شائقین کا شروع ہو گیا سوا نو بجے پر اگزکٹو کمیٹی نے اپنی معمولی کارروائی کرکے سردار جواہر سنگھ صاحب کو موڈریٹروں میں سے آج کے دن کے پریسیڈنٹ تجویز کیے گئے جس امر کا اعلان پریسیڈنٹ صاحب اگزکٹو کمیٹی نے کیا۔ سردار جواہر سنگھ صاحب نے نہایت ہی موزون الفاظ میں حاضرین کو حضرت مرزا صاحب کے گذشتہ مضمون کیطرف توجہ دلاکر مولوی عبد الکریم صاحب کو انٹروڈیوس کیا۔ جو جناب مرزا صاحب کیطرف سے مضمون کے خطیب تھے۔ جنہوں نے نہایت طلاقت و فصاحت کے ساتھ مضمون پڑہا۔

تقریر حضرت میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

دوسرا سوال

سوالات مستفسرہ میں سے یہہ ہے کہ موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے

سو اس سوال کے جواب میں یہہ گذارش ہے کہ موت کے بعد جو کچھ انسان کی حالت ہوتی ہے درحقیقت وہ کوئی نئی حالت نہیں ہوتی بلکہ وہی دنیا کی زندگی کی حالتیں زیادہ صفائی سے کھل جاتی ہیں جو کچھ انسان کے عقائد اور اعمال کی کیفیت صالحہ یا غیر صالحہ ہوتی ہے وہ اس جہان میں مخفی طور پر اسکے اندر ہوتی ہے اور اس کا تریاق یا زہر ایک چھپی ہوئی تاثیر انسانی وجود پر ڈالتا ہے مگر آنے والے جہان میں ایسا نہیں رہیگا گا بلکہ وہ تمام کیفیات کھلا کھلا اپنا چہرہ دکھلائینگی اسکا نمونہ عالم خواب میں پایا جاتا ہے کہ انسان کے بدن پر جس قسم کی مواد غالب ہوتے ہیں عالم خواب میں اسی قسم کی جسمانی حالتیں نظر آتی ہیں جب کوئی تیز تپ چڑھنے کو ہوتا ہے تو خواب میں اکثر آگ اور آگ کے شعلے نظر آتے ہیں اور بلغمی تپوں اور ریزش اور زکام کے غلبہ میں اپنے تئیں پانی میں دیکھتا ہے غرض جسطرح کی بیماریوں کے لیے بدن نے طیاری کی ہو وہ کیفیتیں تمثل کے طور پر خواب میں نظر آجاتی ہیں پس خواب کے سلسلہ پر غور کرنے سے ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ عالم ثانی میں بھی یہی سنت اللہ ہے کیونکہ جسطرح خواب ہم میں ایک خاص تبدیلی پیدا کرکے روحانیات کو جسمانی طور پر تبدل کرکے دکھلاتا ہے اُس عالم میں بھی یہی ہوگا اور اُسدن ہمارے اعمال اور اعمال کے نتائج جسمانی طور پر ظاہر ہونگے اور جو کچھ ہم اس عالم سے مخفی طور پر ساتھہ لیجائیں گے وہ سب اُس دن ہمارے چہرہ پر نمودار نظر آئے گا اور جیسا کہ انسان جو کچھ خواب میں طرح طرح کے تمثلات دیکھتا ہے اور کبھی گمان نہیں کرتا کہ یہ تمثلات ہیں بلکہ اُنہیں واقعی چیزیں یقین کرتا ہے ایسا ہی اُس عالم میں ہوگا بلکہ خدا تمثلات کے ذریعہ سے اپنی نئی قدرت دکھائیگا چونکہ وہ قدرت کامل ہے پس اگر ہم تمثلات کا

نام بھی نہ لیں اور یہہ کہیں کہ خدا کی قدرت سے وہ ایک نئی پیدائش ہے تو یہ تقریر بہت درست اور واقعی اور صحیح ہے خدا فرماتا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ یعنے کوئی نفس نیکی کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں جو اُسکے لیے مخفی ہیں سو خدا نے ان تمام نعمتوں کو مخفی قرار دیا جن کا دنیا کی نعمتوں میں نمونہ نہیں یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کی نعمتیں ہم پر مخفی نہیں ہیں اور ہم دودھ اور انار اور انگور وغیرہ کو جانتے ہیں اور ہمیشہ یہ چیزیں کہاتے ہیں سو اس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں اور ہیں اور ان کو ان چیزوں سے صرف نام کا اشتراک ہے پس جس نے بہشت کو دنیا کی چیزوں کا مجموعہ سمجھا اُس نے قرآن شریف کا ایک حرف بھی نہیں سمجھا اس آیت کی شرح میں جو ابھی میں نے ذکر کی ہے ہمارے سید و مولی نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بہشت اور اسکی نعمتیں وہ چیزیں ہیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ دلوں میں کبھی گذریں حالانکہ ہم دنیا کی نعمتوں کو آنکھوں سے بھی دیکھتے ہیں اور کانوں سے بھی سنتے ہیں اور دل میں بھی وہ نعمتیں گذرتی ہیں پس جبکہ خدا اور رسول اسکا ان چیزوں کو ایک نرالی چیزیں بتلاتا ہے تو ہم قرآن سے دور جا پڑتے ہیں اگر یہہ گمان کریں کہ بہشت میں بھی دنیا کا ہی دودھ ہوگا کہ گایوں اور بھینسوں سے دوہا جاتا ہے گویا دودھ دینے والے جانوروں کے وہاں ریوڑ کے ریوڑ موجود ہونگے اور درختوں پر شہد کی مکھیوں نے بہت سے چھتے لگائے ہوئے ہونگے اور فرشتے تلاش کر کے وہ شہد نکالیں گے اور نہروں میں ڈالیں گے کیا ایسے خیالات اس تعلیم سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں جس میں یہہ آیتیں موجود ہیں کہ دنیا نے ان چیزوں کو کبھی نہیں دیکھا اور وہ چیزیں روح کو روشن کرتی ہیں اور خدا کی معرفت بڑہاتی ہیں اور روحانی غذائیں ہیں۔ گو ان غذاؤں کا تمام نقشہ جسمانی رنگ پر ظاہر کیا گیا ہے مگر ساتھ ساتھ بتایا گیا ہے کہ انکا سرچشمہ روح اور راستی ہے۔ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیت سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو نعمتیں بہشت میں دیجائیں گی ان نعمتوں کو دیکھ کر بہشتی لوگ اُن کو شناخت کر لیں گے کہ یہی نعمتیں ہمیں پہلے بھی ملی تہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا یعنے جو لوگ ایمان لانے والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں جن میں ذرہ فساد نہیں انکو خوشخبری دے کہ وہ اُن بہشتوں کے وارث ہیں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں جب وہ عالم آخرت میں اُن درختوں کے اُن پھلوں ہی سے جو دنیا کی زندگی میں ہی اُن کو مل چکے تھے پائیں گے

تو کہیں گے کہ یہہ تو وہ پہل ہیں جو پہلے بھی دیے گئے تھے کیونکہ وہ ان پہلوں کو ان پہلے پہلوں سے مشابہ پائیں گے۔ اب یہہ گمان کہ پہلے پہلوں سے مراد دنیا کی جسمانی نعمتیں ہیں بالکل غلطی ہے اور آیت کے بدیہی معنے اور اسکے منطوق کے بالکل برخلاف ہے بلکہ اللہ جل شانہ اس آیت میں یہہ فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے اونہوں نے اپنے ہاتھہ سے ایک بہشت بنایا ہے جس کے درخت ایمان اور جسکی نہریں اعمال صالحہ ہیں اسی بہشت کا وہ آیندہ بھی پہل کہائیں گے اور وہ پہل زیادہ نمایاں اور شیریں ہوگا اور چونکہ وہ روحانی طور پر اسی پہل کو دنیا میں کہا چکے ہوں گے اسلیے دوسری دنیا میں اس پہل کو پہچان لیں گے اور کہیں گے کہ یہہ تو وہی پہل معلوم ہوتے ہیں کہ جو پہلے ہمارے کہانے میں آچکے ہیں اور اس پہل کو اس پہلی خوراک سے مشابہ پائیں گے سو یہہ آیت صریح بتلا رہی ہے کہ جو لوگ دنیا میں خدا کی محبت اور پیار کی غذا کہاتے تھے اب جسمانی شکل پر وہی غذا ان کو ملی گی اور چونکہ وہ پریت اور محبت کا مزہ چکھہ چکے تھے اور اُس کیفیت سے آگاہ تھے اس لیے انکی روح کو وہ زمانہ یاد آجائیگا کہ جب وہ گوشوں اور خلوتوں میں اور رات کے اندہیروں میں محبت کے ساتھہ اپنے محبوب حقیقی کو یاد کرتے اور اس یاد سے لذت اٹھاتے تھے غرض اس جگہہ جسمانی غذاؤں کا کچھ ذکر نہیں اور اگر کسیکے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ جبکہ روحانی طور پر عارفوں کو یہ غذا دنیا میں مل چکی تھی تو پہر یہہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی نعمتیں ہیں کہ نہ دنیا میں کسی نے دیکھیں نہ سنیں اور نہ کسی کے دل میں گذریں اور اس صورت میں ان دونوں آیتوں میں تناقض پایا جاتا ہے تو اسکا جواب یہہ ہے کہ تناقض اس صورت میں ہوتا کہ جب اس آیت میں دنیا کی نعمتیں مراد ہوتیں لیکن اس جگہہ دنیا کی نعمتیں مراد نہیں ہیں جو کچہ عارف کو معرفت کے رنگ میں ملتا ہے وہ درحقیقت دوسرے جہان کی نعمت ہوتی ہے جسکا نمونہ شوق دلانے کے لیے پہلے ہی دیا جاتا ہے یاد رکہنا چاہیے کہ باخدا آدمی دنیا میں سے نہیں ہوتا اسی لیے تو دنیا اُس سے بغض رکہتی ہے۔ بلکہ وہ آسمان سے ہوتا ہے اسلیے آسمانی نعمت اُسکو ملتی ہے دنیا کا آدمی دنیا کی نعمتیں پاتا ہے اور آسمان کا آسمانی نعمتیں حاصل کرتا ہے۔ سو یہہ بالکل سچ ہے کہ وہ نعمتیں دنیا کے کانوں اور دنیا کے دلوں اور دنیا کی آنکہوں سے چہپائے گئے لیکن جسکی دنیوی زندگی پر موت آجائے اور وہ پیالہ روحانی طور پر اُسکو پلایا جائے جو آگے جسمانی طور پر پیا جائیگا اُسکو وہ پیالہ اسوقت یاد آجائیگا جب کہ وہی پیالہ جسمانی طور پر اُسکو دیا جائیگا لیکن یہہ بھی سچ ہے کہ وہ اس نعمت سے جو دنیا کی آنکہہ اور کان وغیرہ کو بے خبر سمجہے گا۔ چونکہ وہ دنیا میں سے نہیں تہا اگرچہ دنیا میں تہا اسلیے وہ بہی گواہی دیگا کہ دنیا کی نعمتوں سے

پہلا دقیقہ معرفت

وہ نعمت نہیں ہے نہ دنیا میں کسی آنکھ نے ایسی نعمت دیکھی نہ کان نے سنی اور نہ دل میں گذری۔ لیکن دوسری زندگی میں اسکے نمونے دیکھے جو دنیا میں سے نہیں تھے بلکہ وہ آنے والے جہان کی ایک خبر تھی اور اسی سے اسکا رشتہ اور تعلق تھا دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا اب قاعدہ کلی کے طور پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ موت کے بعد جو حالتیں پیش آتی ہیں قرآن شریف نے انہیں **تین** قسم پر منقسم کیا ہے اور عالم معاد کے متعلق یہ **تین** قرآنی معارف ہیں جنکو ہم جدا جدا اس جگہہ ذکر کر دیتے ہیں۔

(۱) **اول یہہ دقیقہ معرفت ہے** کہ قرآن شریف بار بار یہی فرماتا ہے کہ عالم آخرت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کے تمام نظارے اسی دنیوی زندگی کے اظلال و آثار ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا یعنے ہم نے اسی دنیا میں ہر ایک شخص کے اعمال کا اثر اسکی گردن سے باندھ رکھا ہے اور انہیں پوشیدہ اثروں کو ہم قیامت کے دن ظاہر کر دیں گے اور ایک کھلے کھلے اعمالنامہ کی شکل پر دکھا دیں گے اس آیت میں جو طائر کا لفظ ہے تو واضح ہو کہ طائر اصل میں پرندہ کو کہتے ہیں پھر استعارہ کے طور پر اس سے مراد عمل بھی لیا گیا ہے۔ کیونکہ ہر یک عمل نیک ہو یا بد ہو وہ وقوع کے بعد پرندہ کی طرح پرواز کر جاتا ہے اور مشقت یا لذت اسکی کالعدم ہو جاتی ہے اور دل پر اسکی کثافت یا لطافت باقی رہجاتی ہے یہ قرآنی اصول ہے کہ ہر ایک عمل پوشیدہ طور پر اپنے نقوش جماتا رہتا ہے جسطور کا انسان کا فعل ہوتا ہے اسکے مناسب حال ایک خدا تعالیٰ کا فعل صادر ہوتا ہے اور وہ فعل اس گناہ کو یا اسکی نیکی کو ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ اسکے نقوش دل پر منہ پر آنکھوں پر کانوں پر ہاتھوں پر پیروں پر لکھے جاتے ہیں اور یہی پوشیدہ طور پر ایک اعمالنامہ ہے جو دوسری زندگی میں کھلے طور پر ظاہر ہو جائے گا۔ اور پھر ایک دوسری جگہ بہشتیوں کے بارہ میں فرماتا ہے يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ یعنے اس دن بھی ایمانی نور جو پوشیدہ طور پر مومنوں کو حاصل ہے کھلے کھلے طور پر انکے آگے اور انکے داہنے ہاتھ پر دوڑتا نظر آئے گا۔ پھر ایک اور جگہہ بدکاروں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۔ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۔ یعنے دنیا کی کثرت حرص و ہوا نے تمہیں آخرت کی تلاش سے روک رکھا یہانتک کہ تم قبروں میں جا پڑے

دنیا سے دل مت لگاؤ تم عنقریب جان لوگے کہ اس سے دل لگانا اچھا نہیں پھر میں کہتا ہوں کہ عنقریب تم جان لوگے کہ دنیا سے دل لگانا اچھا نہیں اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہو تو تم دوزخ کو اسی دنیا میں دیکھ لوگے پھر برزخ کے عالم میں یقین کی آنکھوں کے ساتھ دیکھو گے پھر عالم حشر اجساد میں پوری مواخذہ میں آجاؤگے اور وہ عذاب تم پر کامل طور پر وارد ہو جائیگا اور صرف قال ہی نہیں بلکہ حال ہی تمہیں دوزخ کا علم حاصل ہو جائیگا ۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ اسی جہان میں بدکاروں کے لیے جہنمی زندگی پوشیدہ طور پر ہوتی ہے اور اگر غور کریں تو اپنے دوزخ کو اسی دنیا میں دیکھ لیں گے اور اس جگہ اللہ تعالیٰ نے **علم کو تین درجوں پر تقسیم کیا** یعنے **علم الیقین ۔ عین الیقین ۔ حق الیقین** ۔ اور عام کے سمجھنے کے لیے ان تینوں علموں کی یہ مثالیں ہیں کہ اگر مثلاً ایک شخص دور سے کسی جگہ بہت سا دھواں دیکھے اور پھر دھوئیں سے ذہن منتقل ہو کر آگ کی طرف چلا جائے اور آگ کے وجود کا یقین کر لے اس خیال سے کہ دھوئیں اور آگ میں ایک تعلق لاینفک اور ملازمت تامہ ہے جہاں دھواں ہوگا ضرور ہے کہ آگ بھی ہو پس اس علم کا نام علم الیقین ہے ۔ اور پھر جب آگ کے شعلے دیکھ لے تو اس علم کا نام عین الیقین ہے اور جب اس آگ میں آپ ہی داخل ہو جائے تو اس علم کا نام حق الیقین ہے ۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جہنم کے وجود کا علم الیقین تو اسی دنیا میں ہو سکتا ہے تو پھر عالم برزخ میں عین الیقین حاصل ہوگا اور عالم حشر اجساد میں وہی علم حق الیقین کے کامل مرتبہ تک پہنچیگا ۔

اس جگہ واضح رہے کہ قرآنی تعلیم کی رو سے تین عالم ثابت ہوتے ہیں اول دنیا جسکا نام عالم کسب اور نشاءِ اولیٰ ہے اسی دنیا میں انسان اکتساب نیکی یا بدی کا کرتا ہے اور اگر عالم بعث میں نیکوں کے واسطے ترقیات ہیں مگر وہ محض خدا کے فضل سے ہیں انسان کے کسب کو ان میں دخل نہیں (۲) اور دوسری عالم کا نام برزخ ہے اصل میں لفظ برزخ لغت عرب میں اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو دو چیزوں کے درمیان واقعہ ہو سو چونکہ یہ زمانہ عالم بعث اور عالم نشاءِ اولیٰ میں واقعہ ہے اسلیے اسکا نام برزخ ہے لیکن یہ لفظ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا کی بنا پڑی عالم درمیانی پر بولا گیا ہے اسلیے اس لفظ میں عالم درمیانی کے وجود پر ایک عظیم الشان شہادت مخفی ہے ہم **منن الرحمٰن** میں ثابت کر چکے ہیں کہ عربی کے الفاظ وہ الفاظ ہیں جو خدا کے منہ سے نکلے ہیں اور دنیا میں فقط یہی ایک زبان ہے جو خدائے قدوس کی زبان ہے قدیم اور تمام علوم کا سرچشمہ اور تمام زبانوں کی ماں اور خدا کی وحی کا پہلا اور آخری تخت گاہ ہے خدا کی وحی کا پہلا تخت گاہ اسلیے کہ تمام عربی خدا کا کلام تھا جو قدیم سے خدا کے ساتھ تھا پھر وہی کلام دنیا

میں اُترا اور دنیا نے اس سے اپنی بولیاں پائیں اور آخری تخت گاہ خدا کا اسلئے لغت عربی ٹھیری کہ آخری کتاب خدا تعالیٰ کی جو قرآن شریف ہے عربی میں نازل ہوئی سو برزخ عربی لفظ ہے جو مرکب ہے بَرَز‌خ اور برز سے جس کے معنے یہ ہیں کہ طریق کسب اعمال ختم ہو گیا اور ایک مخفی حالت میں پڑ گیا - برزخ کی حالت وہ حالت ہے کہ جبکہ یہ ناپائدار ترکیب انسانی تفرق پذیر ہو جاتی ہے اور روح الگ اور جسم الگ ہو جاتا ہے اور جیسا کہ دیکھا گیا ہے جسم کسی گڑھے میں ڈالدیا جاتا ہے اور روح بھی ایک قسم کے گڑھے میں پڑ جاتی ہے جس پر لفظ زخ کا دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ افعال کسب خیر یا شر پر قادر نہیں ہو سکتی کہ جو جسم کے تعلقات سے اس سے صادر ہو سکتے تھے یہ تو ظاہر ہے کہ ہماری روح کی عمدہ صحت جسم پر موقوف ہے دماغ کے ایک خاص حصہ پر چوٹ لگنے سے حافظہ جاتا رہتا ہے اور دوسرے حصہ پر آفت پہونچنے سے قوت متفکرہ رخصت ہوتی ہے اور تمام ہوش و حواس رخصت ہو جاتے ہیں اور دماغ میں جب کسی قسم کا تشنج ہو جائے یا ورم پیدا ہو یا خون کوئی اور مادہ ٹھر جائے اور کسی سدہ تام یا غیر تام کو پیدا کرے تو غشی یا مرگی یا سکتہ معًا لاحق حال ہو جاتا ہے پس ہمارا قدیم کا تجربہ ہمیں یقینی طور پر سکھلاتا ہے کہ ہماری روح بغیر تعلق جسم کے بالکل نکمی ہے سو یہ بات بالکل باطل ہے کہ ہم ایسا خیال کریں کہ کسی وقت میں ہماری مجرد روح جسکے ساتھ جسم نہیں ہے کسی خوشحالی کو پا سکتی ہے اگر ہم قصہ کے طور پر اسکو قبول کریں تو کریں لیکن معقولی طور پر اسکے ساتھ کوئی دلیل نہیں ہم بالکل سمجھ نہیں سکتے کہ وہ ہماری روح جو جسم کے ادنیٰ ادنیٰ خلل کے وقت بیکار ہو کر بیٹھ جاتی ہے وہ اس وقت کیونکر کامل حالت پر رہیگی جبکہ بالکل جسم کے تعلقات سے محروم کی جائیگی کیا ہر روز ہمیں تجربہ نہیں سمجھاتا کہ روح کی صحت کے لیے جسم کی صحت ضروری ہے جب ایک شخص ہم میں سے پیر فرتوت ہو جاتا ہے تو ساتھ ہی اسکی روح بھی بڈھی ہو جاتی ہے اسکا تمام علمی سرمایہ بڑھاپے کا چور چرا کرلے جاتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے لِکَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا یعنے انسان بڈھا ہو کر ایسی حالت تک پہونچ جاتا ہے کہ پڑھ پڑھا کر پھر جاہل بنجاتا ہے پس ہمارا یہ تمام مشاہدہ اس بات پر کافی دلیل ہے کہ روح بغیر جسم کے کچھ چیز نہیں پھر یہ خیال بھی انسان کو حقیقی سچائی کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگر روح بغیر جسم کے کچھ چیز ہوتی تو خدا تعالیٰ کا یہ کام لغو ٹھیرتا کہ اسکو خواہ نخواہ جسم فانی سے پیوند دیدیتا - اور پھر یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو غیر متناہی ترقیات کے لیے پیدا کیا ہے پس جس حالت میں انسان اس مختصر زندگی کی ترقیات کو بغیر رفاقت جسم کے حاصل نہیں کر سکا تو کیونکر امید رکھیں کہ ان نامتناہی ترقیات کو جو نا پیدا کنار ہیں بغیر رفاقت جسم کے خود بخود حاصل کرلیگا سو ان

تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح کے افعال کاملہ صادر ہونے کے لیے اسلامی اصول کی رو سے جسم کی رفاقت روح کے ساتھ دائمی ہے گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے مگر عالم برزخ میں مستعار طور پر ہر ایک روح کو کسیقدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کے لیے جسم ملتا ہے وہ جسم اس جسم کے قسم میں سے نہیں ہوتا بلکہ ایک نور سے یا ایک تاریکی سے جیسا کہ اعمال کی صورت ہو جسم طیار ہوتا ہے گویا کہ اُس عالم میں انسان کی عملی حالتیں جسم کا کام دیتی ہیں ایسا ہی خدا کے کلام میں بار بار ذکر آیا ہے اور بعض جسم نورانی اور بعض جسم ظلمانی قرار دیے ہیں جو اعمال کی روشنی یا اعمال کی ظلمت سے طیار ہوتے ہیں اگرچہ یہ راز ایک نہایت دقیق راز ہے مگر غیر معقول نہیں انسان کامل اسی زندگی میں ایک نورانی وجود اس کثیف جسم کے علاوہ پا سکتا ہے اور عالم مکاشفات میں اسکی بہت مثالیں ہیں اگرچہ ایسے شخص کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے جو صرف ایک موٹی عقل کی حد تک ٹھیرا ہوا ہے لیکن جنکو عالم مکاشفات میں سے کچھ حصہ ہے وہ اس قسم کے جسم کو جو اعمال سے طیار ہوتا ہے تعجب اور استبعاد کی نگہ سے نہیں دیکھینگے بلکہ اس مضمون سے لذت اٹھائینگے غرض یہ جسم جو اعمال کی کیفیت سے ملتا ہے یہی عالم برزخ میں نیک و بد کی جزا کا موجب ہو جاتا ہے **میں اس میں صاحب تجربہ ہوں مجھے کشفی طور پر عین بیداری میں بارہا بعض مردوں کی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے** اور مینے بعض فاسقوں اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھا کہ گویا وہ دھوئیں سے بنایا گیا ہے غرض میں اس کوچہ سے ذاتی واقفیت رکھتا ہوں **اور مین زور سے کہتا ہوں** کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ایسا ہی ضرور مرنے کے بعد ہر ایک کو ایک جسم ملتا ہے خواہ نورانی خواہ ظلمانی انسان کی یہ غلطی ہوگی اگر وہ ان نہایت باریک معارف کو صرف عقل کے ذریعہ سے ثابت کرنا چاہے بلکہ جاننا چاہیے کہ جیسا کہ آنکھ شیریں چیز کا مزہ نہیں بتلا سکتی اور نہ زبان کسی چیز کو دیکھ سکتی ہے ایسا ہی وہ علوم معاد جو پاک مکاشفات سے حاصل ہو سکتے ہیں صرف عقل کے ذریعہ سے ان کا عقدہ حل نہیں ہو سکتا خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں مجہولات کے جاننے کے لیے علیحدہ علیحدہ وسائل رکھے ہیں پس ہر ایک چیز کو اسکے وسیلہ کے ذریعہ سے ڈھونڈو تب اُسے پالوگے۔ ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدا نے ان لوگوں کو جو بدکاری اور گمراہی میں پڑ گئے اپنے کلام میں مردہ کے نام سے موسوم کیا ہے اور نیکوکاروں کو زندہ قرار دیا ہے اس میں بھید یہ ہے کہ جو لوگ خدا سے غافل رہے انکی زندگی کے اسباب جو کھانا پینا اور شہوتوں کی پیروی تھی منقطع ہو گئے اور روحانی غذا میں انکو کچھ حصہ نہ تھا پس وہ درحقیقت مر گئے اور وہ صرف عذاب

اٹھانے کے لیئے زندہ ہوں گے اسی بھید کی طرف اللہ جل شانہ نے اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے وَمَن يَّاتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى یعنے جو شخص مجرم بنکر خدا کے پاس آئیگا تو اسکا ٹھکانا جہنم ہے وہ اس میں نہ مریگا اور نہ زندہ رہیگا مگر جو لوگ خدا کے محبوب ہیں وہ موت سے نہیں مرتے کیونکہ انکا پانی اور ان کی روٹی انکے ساتھ ہوتی ہے پھر برزخ کے بعد وہ زمانہ ہے جسکا نام عالم بعث ہے اس زمانہ میں ہر ایک روح نیک ہو یا بد صالح ہو یا فاسق ایک کھلا کھلا جسم حاصل کریگی اور یہ دن خدا کی ان پوری تجلیات کے لیے مقرر کیا گیا ہے جس میں ہر ایک انسان اپنے رب کی ہستی سے پورے طور پر واقف ہو جائیگا اور ہر ایک شخص اپنے جزا کے انتہائی نقطہ تک پہونچیگا۔ یہ تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ خدا سے یہ کیونکر ہو سکیگا کیونکہ وہ ہر ایک قدرت کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ یعنے کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسکو ایک قطرہ پانی سے پیدا کیا جو رحم میں ڈالا گیا تھا پھر وہ ایک جھگڑنے والا آدمی بنگیا ہمارے لیے باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدایش بھول گیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ جبکہ ہڈیاں بھی سلامت نہیں رہیں گی تو پھر انسان نئے سرے زندہ ہوگا ایسی قدرت والا کون ہے جو اسکو زندہ کریگا ان کو کہہ وہی کرے گا جسنے پہلے اوسکو پیدا کیا تھا اور وہ ہر ایک قسم سے اور ہر ایک راہ سے زندہ کرنا جانتا ہے اسکے حکم کی یہ شان ہے کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو صرف یہی کہتا ہے کہ ہو بس وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے پس وہ ذات پاک ہے جسکی ہر ایک چیز پر بادشاہی ہے اور تم سب اُسی کی طرف رجوع کروگے۔ سو ان آیات میں اللہ جل شانہ نے فرمادیا ہے کہ خدا کے آگے کوئی چیز انہونی نہیں جس نے ایک قطرہ حقیر سے انسان کو پیدا کیا کیا وہ دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے عاجز ہے۔

اسجگہ ایک اور سوال ناواقفوں کیطرف سے ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس حالت میں تیسرا عالم جو عالم بعث ہے مدت دراز کے بعد آئیگا تو اس صورت میں ہر ایک نیک و بد کے لیے عالم برزخ

صرف بطور حوالات کے ہوا جو ایک عبث معلوم ہوتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ایسا سمجھنا سراسر غلطی ہے جو بخبر نا واقفی سے پیدا ہوتی ہے بلکہ خدا کی کتاب میں نیک و بد کی جزا کے لیے دو مقام پائے جاتے ہیں ایک عالم برزخ جس میں مخفی طور پر ہر ایک شخص اپنی جزا پائیگا بُرے لوگ مرنے کے بعد ہی جہنم میں داخل ہونگے نیک لوگ مرنیکے بعد ہی جنت میں آرام پائیں گے چنانچہ اس قسم کی آئتیں قرآن شریف میں بکثرت ہیں کہ بمجرد موت کی ہر ایک انسان اپنے اعمال کی جزا دیکھہ لیتا ہے جیسا کہ خدا تعالی ایک بہشتی کے بارہ میں خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ یعنے اسکو کہا گیا تو بہشت میں داخل ہو اور ایسا ہی ایک دوزخی کی خبر دیکر فرماتا ہے فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ یعنے ایک بہشتی کا ایک دوست ایک دوزخی تہا جب وہ دونوں مر گئے تو بہشتی حیران تہا کہ میرا دوست کہاں ہے پس اسکو دکہلایا گیا کہ وہ جہنم کے درمیان ہے سو جزا سزا کی کارروائی تو بلا توقف شروع ہو جاتی ہے اور دوزخی دوزخ میں اور بہشتی بہشت میں جاتے ہیں مگر اسکے بعد ایک اور تجلی اعلی کا دن ہے جو خدا کی ایک بڑی حکمت نے اس دن کے ظاہر کرنے کا تقاضا کیا ہے کیونکہ اس نے انسان کو پیدا کیا تا وہ اپنی خالقیت کے ساتہہ شناخت کیا جائے اور پہر وہ سب کو ہلاک کریگا تاکہ وہ اپنی قہاریت کے ساتہہ شناخت کیا جائے۔ اور پہر ایک دن سب کو کامل زندگی بخشکر ایک میدان میں جمع کرے گا تاکہ وہ اپنی قادریت کے ساتہہ پہچانا جائے اب جاننا چاہیے کہ دقائق مذکورہ میں سے یہ پہلا دقیقہ معرفت تہا جسکا بیان ہوا

دوسرا دقیقہ معرفت

اور **دوسرا دقیقہ معرفت** جسکو عالم معاد کے متعلق قرآن شریف نے ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عالم معاد میں وہ تمام امور جو دنیا میں روحانی تہے جسمانی طور پر متمثل ہونگے خواہ عالم معاد میں برزخ کا درجہ ہو یا عالم بعث کا درجہ اس بارہ میں جو کچہ خدا تعالی نے فرمایا ہے اس میں سے ایک یہ آیت ہے مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا یعنے جو شخص اس جہان میں اندہا ہوگا وہ دوسرے جہان میں بہی اندہا ہوگا اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اس جہان کی روحانی نابینائی اُس جہان میں جسمانی طور پر مشہود اور محسوس ہوگی ایسا ہی دوسری آیت میں فرماتا ہے خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ یعنے اس جہنمی کو پکڑو اور اسکی گردن میں طوق ڈالو پہر دوزخ میں اسکو جلاؤ پہر ایسی زنجیر میں جو پیمائش میں ستر گز ہے اسکو داخل کرو جاننا چاہیے کہ ان آیات میں ظاہر فرمایا ہے کہ دنیا کا روحانی عذاب عالم معاد میں جسمانی طور پر نمودار ہوگا چنانچہ طوق گردن دنیا کی خواہشوں کا جس نے انسان کے سر کو زمین کیطرف جہکا رکہا تہا وہ عالم ثانی میں ظاہری صورت

پر نظر آجائیگا اور ایسا ہی دنیا کی گرفتاریوں کی زنجیر پیروں میں پڑی ہوئی دکھائی دیں گی اور دنیا کی خواہشوں کی سوزشوں کی آگ ظاہر ظاہر بھڑکی ہوئی نظر آئیگی فاسق انسان دنیا کی زندگی میں ہوا و ہوس کا ایک جہنم اپنے اندر رکھتا ہے اور ناکامیوں میں اُس جہنم کی سوزشوں کا احساس کرتا ہے پس جبکہ اپنی فانی شہوات سے دور ڈالا جائیگا اور ہمیشہ کی نا امیدی طاری ہوگی تو خدا تعالیٰ ان حسرتوں کو جسمانی آگ کے طور پر اس پر ظاہر کریگا جیسا کہ وہ فرماتا وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ یعنے ان میں اور انکی خواہشوں کی چیزوں میں جدائی ڈالی جائیگی اور یہی عذاب کی جڑ ہوگی اور پھر یہہ جو فرمایا کہ ستر گز کی زنجیر میں اسکو داخل کرو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک فاسق لبا اوقات ستر برس کی عمر پالیتا ہے بلکہ اسکو ایسے ستر برس بھی ملتے ہیں کہ خوردسالی کی عمر۔ اور پیرفرتوت ہونیکی عمر الگ کرکے پھر اسقدر صاف اور خالص حصہ عمر کا اس کو ملتا ہے جو عقلمندی اور محنت اور کام کے لائق ہوتا ہے لیکن وہ بدبخت اپنی عمدہ زندگی کے ستر برس دنیا کی گرفتاریوں میں گذارتا ہے اور اُس زنجیر سے آزاد ہونا نہیں چاہتا سو خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ وہی ستر برس جو اُس نے گرفتاری دنیا میں گذارے تھے عالم معاد میں ایک زنجیر کی طرح متمثل ہو جائیں گے جو ستر گز کی ہوگی ہر ایک گز بجائے ایک سال کے ہے۔ اس جگہہ یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے بندہ پر کوئی مصیبت نہیں ڈالتا بلکہ وہ انسان کے اپنے ہی بُرے کام اسکے آگے رکھدیتا ہے۔ پھر اسی اپنی سنت کے اظہار میں خدا تعالیٰ ایک اور جگہہ فرماتا ہے اِنْطَلِقُوْا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ یعنے اے بدکارو گمراہو سہ گوشہ سایہ کی طرف چلو جسکی تین شاخیں ہیں جو سایہ کا کام نہیں دے سکتیں اور نہ گرمی سے بچا سکتی ہیں اس آیت میں تین شاخوں سے مراد قوت سبعی اور بہیمی اور وہمی ہے جو لوگ ان تینوں قوتوں کو اخلاقی رنگ میں نہیں لاتے اور ان کی تعدیل نہیں کرتے انکی یہ قوتیں قیامت میں اس طرح پر نمودار کی جائیں گی کہ گویا تین شاخیں بغیر پتوں کے کھڑی ہیں اور گرمی سے بچا نہیں سکتیں اور وہ گرمی سے جلیں گے پھر ایسا ہی خدا تعالیٰ اپنے اسی سنت کے اظہار کے لیے بہشتیوں کے حق میں فرماتا ہے يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ یعنے اس روز تو دیکھے گا کہ مومنوں کا یہ نور جو دنیا میں پوشیدہ طور پر ہے ظاہر ظاہر انکے آگے اور انکے داہنے طرف دوڑتا ہوگا اور پھر ایک اور آیت میں فرماتا ہے يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وجوه
وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ یعنے اُس دن بعض منہ سیہ ہو جائیں گے اور بعض سفید اور نورانی ہو جائیں گے

اور پھر ایک اور آیت میں فرماتا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى یعنے وہ بہشت جو پرہیزگاروں کو دیا جائے گا اوسکی مثال یہہ ہے کہ جیسے ایک باغ ہے اُس میں اس پانی کی نہریں ہیں جو کبھی متعفن نہیں ہوتا اور نیز اس میں اُس دودہ کی نہریں ہیں جسکا کبھی مزہ نہیں بدلتا اور نیز اس میں اس شراب کی نہریں ہیں جو سراسر سرور بخش ہے جسکے ساتھ خمار نہیں اور نیز اس میں اس شہد کی نہریں ہیں جو نہایت صاف ہے جسکے ساتھ کوئی کثافت نہیں اس جگہ صاف طور پر فرمایا کہ اس بہشت کو مثالی طور پر یوں سمجھ لو کہ ان تمام چیزوں کی اس میں نہریں ہیں وہ زندگی کا پانی جو عارف دنیا میں روحانی طور پر پیتا ہے اس میں ظاہری طور پر موجود ہے اور وہ روحانی دودہ جس سے وہ شیر خوار بچہ کی طرح روحانی طور پر دنیا میں پرورش پاتا ہے بہشت میں ظاہر ظاہر دکہائی دیگا اور وہ خدا کی محبت کی شراب جس سے وہ دنیا میں روحانی طور پر ہمیشہ مست رہتا تھا اب بہشت میں ظاہر ظاہر اسکی نہریں نظر آئیں گی اور وہ حلاوت ایمانی کا شہد جو دنیا میں روحانی طور پر عارف کے منہ میں جاتا تھا وہ بہشت میں محسوس اور نمایاں نہروں کی طرح دکہائی دیگا اور ہر ایک بہشتی اپنی نہروں اور اپنے باغوں کے ساتھ اپنی روحانی حالت کا اندازہ برہنہ کر کے دکہلا دیگا اور خدا بھی اس دن بہشتیوں کے لیے حجابوں سے باہر آجائیگا غرض روحانی حالتیں مخفی نہیں رہیں گی بلکہ جسمانی طور پر نظر آئیں گی تیسرا دقیقہ معرفت کا یہ ہے کہ عالم معاد میں ترقیات غیر متناہی ہونگی اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنے جو لوگ دنیا میں ایمان کا نور رکھتے ہیں ان کا نور قیامت کو انکے آگے اور انکی دہنی طرف دوڑتا ہوگا وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ اے خدا ہمارے نور کو کمال تک پہونچا اور اپنی مغفرت کے اندر ہمیں لے لے تو ہر چیز پر قادر ہے اس آیت میں یہہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ ہماری نور کو کمال تک پہونچا یہ ترقیات غیر متناہیہ کی طرف اشارہ ہے یعنے ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا پھر دوسرا کمال نظر آئے گا اسکو دیکھکر پہلے کمال کو ناقص پائیں گے پس کمال ثانی کے حصول کے لیے التجا کریں گے اور جب وہ حاصل ہوگا تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا ان پر ظاہر ہوگا پھر اسکو دیکھکر پہلے کمالات کو ہیچ سمجھیں گے اور اسکی خواہش کریں گے یہی

تیسرا دقیقہ معرفت

ترقیات کی خواہش ہے جو اتمم کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے۔

غرض اسیطرح غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائیگا تنزل کبھی نہیں ہوگا اور نہ کبھی بہشت سے نکالے جائیں گے بلکہ ہر روز آگے بڑھیں گے نہ پیچھے اور یہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ اپنی مغفرت چاہیں گے اس جگہ سوال یہ ہے کہ جب بہشت میں داخل ہوگئے تو پھر مغفرت میں کیا کسر رہگئی۔ اور جب گناہ بخشے گئے تو پھر استغفار کی طرف کونسی حاجت رہی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مغفرت کے اصل معنے یہ ہیں نا ملائم اور ناقص حالت کو نیچے دبانا اور ڈھانکنا سو بہشتی اسبات کی خواہش کرینگے کہ کمال تام حاصل کریں اور سراسر نور میں غرق ہوجائیں وہ دوسری حالت کو دیکھکر پہلی حالت کو ناقص پائیں گے پس چاہیں گے کہ پہلی حالت نیچے دبائی جائے پھر تیسرے کمال کو دیکھکر یہ آرزو کرینگے کہ دوسرے کمال کی نسبت مغفرت ہو یعنی وہ حالت ناقصہ نیچے دبائی جائے اور مخفی کی جائے اسی طرح غیر متناہی مغفرت کے خواہشمند رہیں گے یہ وہی لفظ مغفرت اور استغفار کا ہے جو بعض نادان بطور اعتراض ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیش کیا کرتے ہیں سو ناظرین نے اس جگہہ سے سمجھ لیا ہوگا کہ یہی خواہش استغفار فخر انسان ہے جو شخص کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور پھر ہمیشہ کے لیے استغفار اپنی عادت نہیں پکڑتا وہ کیڑا ہے نہ انسان اور اندھا ہے نہ سوجاکھا اور ناپاک ہے نہ طیب۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن شریف کی رو سے دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال و آثار ہیں کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے کہ جو دوسری جگہہ سے آوے یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جسمانی طور پر متمثل ہونگے مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال و آثار ہونگے ہم لوگ ایسی بہشت کے قائل نہیں ہیں کہ صرف جسمانی طور پر ایک زمین میں درخت لگائے گئے ہوں اور نہ ایسی دوزخ کے ہم قائل ہیں جس میں درحقیقت گندھک کے پتھر ہیں۔ بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت و دوزخ انہیں اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے

کہ دنیا مین زندگی کے مدعا کیا ہین اور ان کا حصول کسطرح ہوتا ہے

اس سوال کا جواب یہہ ہے

کہ اگرچہ مختلف الطبائع انسان اپنی کوتہ فہمی یا پست ہمتی سے مختلف طور کے مدعا اپنی زندگی کے لیے ٹھیراتے ہیں اور فقط دنیا کے مقاصد اور آرزوں تک چلکر آگے ٹھیر جاتے ہیں مگر وہ مدعا جو خدا تعالے اپنی **پاک کلام** میں بیان فرماتا ہے یہ ہے فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنے میں نے جن اور انسان کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری پرستش کریں پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا کے لیے ہوجانا ہے یہہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اپنی زندگی کا مدعا اپنے اختیار سے آپ مقرر کرے کیونکہ انسان نہ اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے واپس جائیگا بلکہ وہ ایک مخلوق ہے اور جس نے اُسے پیدا کیا اور تمام حیوانات کے نسبت عمدہ اور اعلے قوی اسکو عنایت کیے اُسی نے اسکی زندگی کا ایک مدعا ٹھیرا رکھا ہے خواہ کوئی انسان اس مدعا کو سمجھے یا نہ سمجھے مگر انسان کی پیدایش کا مدعا بلاشبہ خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا میں فانی ہوجانا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالی قرآن شریف مین ایک اور جگہہ فرماتا ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا یعنے وہ دین جس میں خدا کی معرفت صحیح اور اسکی پرستش احسن طور پر ہے وہ اسلام ہے اور اسلام انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے اور خدا نے انسان کو اسلام پر پیدا کیا اور اسلام کے لیے پیدا کیا ہے یعنے یہ چاہا ہے کہ انسان اپنے تمام قوی کے ساتھ اسکی پرستش اور اطاعت اور محبت میں لگ جاوے اسی وجہ سے اس قادر کریم نے انسان کو تمام قوی اسلام کے مناسب حال عطا کیے ہیں ان آیتوں کی تفصیل بہت بڑی ہے اور ہم کسی قدر

پہلے سوال کے تیسرے حصہ میں لکھہ بہی چکے ہیں لیکن اب ہم مختصر طور پر صرف یہہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کو جو کچہ اندرونی اور بیرونی اعضا دیئے گئے ہیں یا جو کچہ قوتیں عنایت ہوئی ہیں اصل مقصود ان سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا کی محبت ہے اسیوجہ سے انسان دنیا میں ہزاروں شغلوں کو اختیار کرکے پہر بہی بجز خدا کے اپنی سچی خوشحالی کسی میں نہیں پاتا بڑا دولتمند ہوکر بڑا عہدہ پاکر بڑا تاجر بنکر بڑی بادشاہی تک پہونچکر بڑا فلاسفر کہلاکر آخر ان دنیوی گرفتاریوں سے بڑی حسرتوں کے ساتھہ جاتا ہے اور ہمیشہ دل اسکا دنیا کے استغراق سے اسکو ملزم کرتا رہتا ہے اور اسکے مکروں اور فریبوں اور ناجائز کاموں میں کبہی اسکا کانشنس اس سے اتفاق نہیں کرتا ایک دانا انسان اس مسئلہ کو اس طرح بہی سمجہ سکتا ہے کہ جس چیز کے قویٰ ایک اعلیٰ سے اعلیٰ کام کرسکتے ہیں اور پہر آگے جاکر ٹہیر جاتے ہیں وہی اعلیٰ کام اس کی پیدائش کی علت غائی سمجہی جاتی ہے مثلاً بیل کا کام اعلیٰ سے اعلیٰ کلبہ رانی یا آب پاشی یا بار برداری ہے اس سے زیادہ اسکی قوتوں میں کچہ ثابت نہیں ہوا سو بیل کی زندگی کا مدعا یہی تین چیزیں ہیں اس سے زیادہ کوئی قوت اس میں پائی نہیں جاتی مگر جب ہم انسان کی قوتوں کو ٹٹولتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ کونسی قوت ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے اعلیٰ برتر کی اس میں تلاش پائی جاتی ہے۔ یہانتک کہ وہ چاہتا ہے کہ خدا کی محبت میں ایسا گداز اور محو ہو کہ اسکا اپنا کچہ بہی نہ رہے سب خدا کا ہوجائے وہ کہانے اور سونے وغیرہ طبعی امور میں دوسرے حیوانات کو اپنا شریک غالب رکہتا ہے صنعت کاری میں بعض حیوانات اُس سے بہت بڑہے ہوئے ہیں بلکہ شہد کی مکہیاں بہی ہر ایک پہول کا عطر نکالکر ایسا شہد نفیس پیدا کرتی ہیں کہ اب تک اس صنعت میں انسان کو کامیابی نہیں ہوئی پس ظاہر ہے کہ انسان کا اعلیٰ کمال خدا تعالیٰ کا وصال ہے لہذا اسکی زندگی کا اصل مدعا یہی ہے کہ خدا کی طرف اسکے دل کی کہڑکی کہُلے ہاں اگر یہہ سوال ہو کہ یہہ مدعا کیونکر اور کسطرح حاصل ہوسکتا ہے اور کن وسائل سے انسان انکو پاسکتا ہے پس واضح ہو کہ سب سے پہلا وسیلہ جو اس مدعا کے پانے کے لیے شرط ہے وہ یہہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو صحیح طور پر پہچانا جائے اور سچے خدا پر ایمان لایا جائے کیونکہ اگر پہلا قدم ہی غلط ہے اور کوئی شخص مثلاً کسی پرند یا چرند یا عناصر یا انسان کے بچہ کو خدا سمجہ بیٹہا ہے تو پہر دوسرے قدموں میں اسکے راہ راست پر چلنے کی کیا امید ہے سچا خدا اس کے ڈہونڈہنے والوں کو مدد دیتا ہے مگر مردہ مردہ کو کیونکر مدد دے سکتا ہے اس میں اللہ جلشانہ نے خوب تمثیل فرمائی ہے اور وہ یہہ ہے لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ

لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۚ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ یعنے دعا کرنے کے لائق وہی سچا خدا ہے جو ہر ایک بات پر قادر ہے اور جو لوگ اسکے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی انکو جواب نہیں دے سکتے انکی مثال ایسی ہے کہ جیسا کوئی پانی کی طرف ہاتھ پھیلا دے کہ اے پانی میرے منہ میں آجا تو کیا وہ اسکے منہ میں آجائیگا ہرگز نہیں سو جو لوگ سچے خدا سے بے خبر ہیں انکی تمام دعائیں باطل ہیں دوسرا وسیلہ خدا تعالےٰ کے اس حسن و جمال پر اطلاع پانا ہے جو باعتبار کمال تام کے اس میں پایا جاتا ہے کیونکہ حسن ایک ایسی چیز ہے جو بالطبع دل اسکی طرف کھینچا جاتا ہے اور اسکے مشاہدہ سے طبعًا محبت پیدا ہوتی ہے سو حسن ذات باریتعالی اسکی وحدانیت اور اسکی عظمت اور بزرگی اور صفات ہیں جیسا کہ قرآن شریف نے یہہ فرمایا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ یعنے خدا اپنی ذات اور صفات اور جلال میں ایک ہے کوئی اسکا شریک نہیں سب اسکی حاجتمند ہیں ذرہ ذرہ اس سے زندگی پاتا ہے اور وہ کل چیزوں کے لیے مبدء فیض ہے اور آپ کسی سے فیض یاب نہیں وہ نہ کسیکا بیٹا ہے اور نہ کسیکا باپ اور کیونکر ہو کہ اسکا کوئی ہم ذات نہیں قرآن نے بار بار خدا کا کمال پیش کرکے اور اسکی عظمتیں دکھلا کے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ایسا خدا دلوں کا مرغوب ہے نہ کہ مردہ اور کمزور اور کم رحم اور کم قدرت ۔

تیسرا وسیلہ جو مقصود حقیقی تک پہنچنے کے لیے دوسرے درجہ کا زینہ ہے خدا تعالی کے احسان پر اطلاع پاتا ہے کیونکہ محبت کی محرک دو ہی چیزیں ہیں حسن یا احسان اور خدا تعالی کی احسانی صفات کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں پایا جاتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کیونکہ ظاہر ہے کہ احسان کامل اس میں ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں کو محض نابود سے پیدا کرے اور پھر ہمیشہ اسکی ربوبیت ان کے شامل حال ہو اور وہی ہر ایک چیز کا آپ سہارا ہو اور پھر اسکی تمام قسم کی رحمتیں اسکے بندوں کے لیے ظہور میں آئی ہوں اور اسکا احسان بے انتہا ہو جسکا کوئی شمار نہ کر سکے سو ایسے احسانوں کو خدا تعالی نے بار بار جتلایا ہے جیسا کہ ایک اور جگہہ فرماتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا یعنے اگر خدا تعالےٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز گن نہیں سکوگے ۔

چوتھا وسیلہ خدا تعالی نے اصل مقصود کے پانے کے لیے دعا کو ٹھہرایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنے تم دعا کرو میں قبول کرونگا اور بار بار دعا کے لیے رغبت دلائی ہے تا

تا انسان اپنی طاقت سے نہیں بلکہ خدا کو خدا کی طاقت سے پاوے۔

پانچواں وسیلہ اصل مقصود کے پانے کے لیے خدا تعالیٰ نے مجاہدہ ٹھیرایا ہے یعنے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی طاقتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی عقل کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اُس کو ڈھونڈا جائے جیسا کہ وہ فرماتا ہے جَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنے اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنے نفسوں کو مع انکے تمام طاقتوں کے خدا کی راہ میں خرچ کرو اور جو کچھ ہم نے عقل اور علم اور فہم اور ہنر وغیرہ تم کو دیا ہے وہ سب کچھ خدا کی راہ میں لگاؤ۔ جو لوگ ہمارے راہ میں ہر ایک طور سے کوشش بجا لاتے ہیں ہم انکو اپنی راہیں دکھا دیا کرتے ہیں۔

چھٹا وسیلہ اصل مقصود کے پانے کے لیے استقامت کو بیان فرمایا گیا ہے یعنے اس راہ میں ماندہ اور عاجز نہ ہو اور تھک نہ جائے اور امتحانوں سے ڈر نہ جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ یعنے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنے طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے انپر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔ اسجگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ استقامت سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرض خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہانتک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کرے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے۔ اسوقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں ذلت پر خوش ہو جائیں موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لیے کسی

دوسرے دوست کا انتظار کریں کہ وہ سہارا دے نہ اسوقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بیکس اور کمزور ہونیکے اور کسی تسلی کے نہ پانیکے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہرچہ بادا باد کہکر گردن کو آگے رکھدیں اور قضا و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمایش کا حق پورا ہو جائے یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے یہی وہ چیز ہے جسکی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آرہی ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہ اس دعا میں اشارہ فرماتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنے اے ہمارے خدا ہمیں استقامت کی راہ دکھلا وہی راہ جسپر تیرا انعام اکرام مترتب ہوتا ہے اور تو راضی ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف اس دوسری آیت میں اشارہ فرمایا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ اے خدا اس مصیبت میں ہمارے دل پر وہ سکینت نازل کر جس سے صبر آجائے اور ایسا کر کہ ہماری موت اسلام پر ہو جاننا چاہیئے کہ دکھوں اور مصیبتوں کے وقت میں خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے دل پر ایک نور اُتارتا ہے جس سے وہ قوت پاکر نہایت اطمینان سے مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں اور حلاوت ایمانی سے ان زنجیروں کو بوسہ دیتے ہیں جو اسکی راہ میں انکے پیروں میں پڑیں جب باخدا آدمی پر بلائیں نازل ہوتی ہیں اور موت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے رب کریم سے خواہ نخواہ کا جھگڑا شروع نہیں کرتا کہ مجھے ان بلاؤں سے بچا کیونکہ اسوقت عافیت کی دعا میں اصرار کرنا خدا تعالیٰ سے لڑائی اور موافقت تامہ کے مخالف ہے بلکہ سچا محب بلا کے اُترنے سے اور آگے قدم رکھتا ہے اور ایسے وقت میں جان کو ناچیز سمجھکر اور جان کی محبت کو الوداع کہکر اپنے مولیٰ کی مرضی کا بکلی تابع ہو جاتا ہے اور اسکی رضا چاہتا ہے اسی کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ یعنی خدا کا پیارا بندہ اپنی جان خدا کی راہ میں دیتا ہے اور اسکے عوض میں خدا کی مرضی خرید لیتا ہے وہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمت خاص کے مورد ہیں غرض وہ استقامت جس سے خدا ملتا ہے اسکی یہی روح ہے جو بیان کی گئی جسکو سمجھنا ہو سمجھے۔

ساتواں وسیلہ اصل مقصود کے پانے کے لیے راستبازوں کی صحبت اور انکے کامل نمونوں کو دیکھنا ہے پس جاننا چاہیئے کہ انبیاء کی ضرورتوں میں سے ایک یہ بھی ضرورت ہے کہ انسان طبعاً کامل نمونہ کا محتاج ہے اور کامل نمونہ شوق کو زیادہ کرتا ہے اور ہمت کو بڑھاتا ہے اور جو نمونہ کا پیرو نہیں وہ سست

ہوتا ہے اور بہک جاتا ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنی تم اُن لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو راستباز ہیں ان لوگوں کی
راہیں سیکھو جنپر تم سے پہلے فضل ہو چکا ہے۔

آٹھواں وسیلہ خدا تعالی کی طرف سے پاک کشف اور پاک الہام اور پاک خوابیں ہیں چونکہ خدا تعالے
کی طرف سفر کرنا ایک نہایت دقیق در دقیق راہ ہے اور اسکے ساتھ طرح طرح کے مصائب اور دکھ لگے
ہوئے ہیں اور ممکن ہے کہ انسان اس نادیدہ راہ میں بھولجائے یا نا امیدی طاری ہو اور آگے قدم بڑھانا
چھوڑ دے اسلیے خدا تعالی کی رحمت نے چاہا کہ اپنی طرف سے اس سفر میں ساتھ ساتھ اسکو تسلی دیتی رہے اور
اسکی دلدہی کرتی رہے اور اسکی کمرہمت کو باندھتی رہے اور اسکے شوق کو زیادہ کرے سو اسکی سنت اس
راہ کے مسافروں کے ساتھ اس طرح پر واقعہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے کلام اور الہام سے انکو تسلی دیتا
اور ان پر ظاہر کرتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تب وہ قوت پاکر بڑے زور سے اس سفر کو طے کرتے ہیں چنانچہ
اس بارے میں وہ فرماتا ہے لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ اسیطرح اور بھی کئی
وسائل ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائے ہیں مگر افسوس کہ ہم اندیشہ طول کی وجہ سے انکو بیان
نہیں کر سکتے فقط



چوتہا سوال

یہہ ہے

کہ زندگی مین اور زندگی کے بعد عملی شریعت کا فعل کیا ہے

اسکا جواب

وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خدا کی سچی اور کامل شریعت کا فعل جو اس زندگی میں انسان کے دل پر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اسکو وحشیانہ حالت سے انسان بناوے اور پہر انسان سے با اخلاق انسان بناوے اور پہر با اخلاق انسان سے باخدا انسان بنادے اور نیز اس زندگی میں عملی شریعت کا ایک فعل یہ ہے کہ شریعت حقہ پر قائم ہو جانے سے ایسے شخص کا بنی نوع پر یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ درجہ بدرجہ ان کے حقوق کو پہچانتا ہے اور عدل اور احسان اور ہمدردی کی قوتوں کو اپنے اپنے محل پر استعمال کرتا ہے اور جو کچھ خدانے اسکو علم اور معرفت اور مال اور آسائش میں سے حصہ دیا ہے سب لوگوں کو حسب مراتب ان نعمتوں میں شریک کر دیتا ہے وہ تمام بنی نوع پر سورج کی طرح اپنی تمام روشنی ڈالتا ہے اور چاند کی طرح حضرت اعلیٰ سے نور پا کر وہ نور دوسروں تک پہونچاتا ہے وہ دن کی طرح روشن ہوکر نیکی اور بہلائی کی راہیں لوگوں کو دکہاتا ہے وہ رات کی طرح ہر ایک ضعیف کی پردہ پوشی کرتا ہے اور تہکوں ماندوں کو آرام پہونچاتا ہے وہ آسمان کی طرح ہر ایک حاجت مند کو اپنے سایہ کے نیچے جگہہ دیتا ہے اور وقتوں پر اپنے فیض کی بارشیں برساتا ہے وہ زمین کی طرح کمال انکسار سے ہر ایک کی آزمائش کے لیے بطور فرش کے ہو جاتا اور سب کو اپنی کنار عاطفت میں لے لیتا اور طرح طرح کے روحانی میوے انکے لیے پیش کرتا ہے سو یہی کامل شریعت کا اثر ہے کہ کامل شریعت پر قائم ہونیوالا حق اللہ اور حق العباد کو کمال کے نقطہ تک پہنچا

دیتا ہے خدا میں وہ محو ہو جاتا ہے اور مخلوق کا سچا خادم بنجاتا ہے یہ تو عملی شریعت کا اس زندگی میں اثر ہے مگر زندگی کے بعد جو اثر ہے وہ یہ ہے کہ خدا کا روحانی اتصال اس روز کھلے کھلے دیدار کے طور پر اس کو نظر آئیگا اور خلق اللہ کی خدمت جو اُسنے خدا کی محبت میں ہو کر کی جسکا محرک ایمان اور اعمال صالحہ کی خواہش تھی وہ بہشت کے درختوں اور نہروں کی طرح متمثل ہو کر دکھائی دیگی اس میں خدا تعالیٰ کا فرمان یہ ہے وَالشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ۝ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۝ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

یعنے قسم ہے سورج کی اور اسکی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی جب پیروی کرے سورج کی یعنے سورج سے نور حاصل کرے اور پھر سورج کی طرح اس نور کو دوسروں تک پہونچاوے اور قسم ہے دن کی جب سورج کی صفائی دکھلا دے اور راہوں کو نمایاں کرے اور قسم ہے رات کی جب اندھیرا کرے اور اپنے پردہ تاریکی میں سب کو لے لے اور قسم ہے آسمان کی اور اس علت غائی کی جو آسمان کی اس بنا کا موجب ہوئی اور قسم ہے زمین کی اور اس علت غائی کی جو زمین کی اس قسم کی فرش کا موجب ہوئی اور قسم ہے نفس کی اور نفس کے اس کمال کی جس نے ان سب چیزوں کے ساتھ اسکو برابر کر دیا یعنے وہ کمالات جو متفرق طور پر ان چیزوں میں پائے جاتے ہیں کامل انسان کا نفس ان سب کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اور جیسے یہ تمام چیزیں علیحدہ علیحدہ نوع انسان کی خدمت کر رہی ہیں کامل انسان ان تمام خدمات کو اکیلا بجا لاتا ہے جیسا کہ میں ابھی لکھہ چکا ہوں اور پھر فرماتا ہے کہ وہ شخص نجات پا گیا اور موت سے بچ گیا جس نے اس طرح پر نفس کو پاک کیا یعنے سورج اور چاند اور زمین وغیرہ کی طرح خدا میں محو ہو کر خلق اللہ کا خادم بنا۔ یاد رہے کہ حیات سے مراد حیات جاودانی ہے جو آیندہ کامل انسان کو حاصل ہو گی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عملی شریعت کا پھل آیندہ زندگی میں حیات جاودانی ہے جو خدا کے دیدار کی غذا سے ہمیشہ قائم رہیگی اور پھر فرمایا کہ وہ شخص ہلاک ہو گیا اور زندگی سے ناامید ہو گیا جس نے اپنے نفس کو خاک میں ملا دیا اور جن کمالات کی اسکو ستعدادیں دی گئی تھیں ان کمالات کو حاصل نہ کیا اور گندی زندگی بسر کر کے واپس گیا اور پھر مثال کے طور پر فرمایا کہ ثمود

کا قصہ اُس بدبخت کے قصہ سے مشابہ ہے اونہوں نے اُس اونٹنی کو زخمی کیا جو خدا کی اونٹنی کہلاتی تھی اور اپنے
چشمہ سے پانی پینے سے اسکو روکا سو اس شخص نے درحقیقت خدا کی اونٹنی کو زخمی کیا اور اسکو اُسکے چشمہ سے
محروم رکھا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کا نفس خدا کی اونٹنی ہے جس پر وہ سوار ہوتا ہے یعنی
انسان کا دل الٰہی تجلیات کی جگہہ ہے اور اس اونٹنی کا پانی خدا کی محبت اور معرفت ہے جس سے وہ جیتی ہے اور
پھر فرمایا کہ ثمود نے جب اونٹنی کو زخمی کیا اور اسکو اسکے پانی سے روکا تو ان پر عذاب نازل ہوا اور خدا تعالیٰ
نے اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ انکے مرنے کے بعد انکے بچوں اور بیواؤں کا کیا حال ہوگا سو ایسا ہی جو شخص
اس اونٹنی یعنے نفس کو زخمی کرتا ہے اور اسکو کمال تک پہونچانا نہیں چاہتا اور پانی پینے سے روکتا ہے
وہ بھی ہلاک ہوگا۔

اسجگہہ یاد رہے کہ خدا کا سورج اور چاند وغیرہ کی قسم کھانا ایک نہایت دقیق حکمت پر مشتمل ہے جس سے
ہمارے اکثر مخالف ناواقف ہونیکی وجہ سے اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ خدا کو قسموں کی کیوں ضرورت پڑی اور
اس نے مخلوق کی کیوں قسمیں کھائیں لیکن چونکہ اُنکی سمجھ زمینی ہے نہ آسمانی اسلیئے وہ معارف حقہ کو سمجھ
نہیں سکتے سو واضح ہو کہ قسم کھانے سے اصل مدعا یہ ہوتا ہے کہ قسم کھانے والا اپنے دعوی کے لیے ایک گواہی
پیش کرنا چاہتا ہے کیونکہ جسکے دعوی پر کوئی اور گواہ نہیں ہوتا وہ بجائے گواہ کے خدا تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے
اسلیئے کہ خدا عالم الغیب ہے۔ اور ہر ایک مقدمہ میں وہ پہلا گواہ ہے گویا وہ خدا کی گواہی اس طرح پیش کرتا
ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اس قسم کے بعد خاموش رہا اور اس پر عذاب نازل نہ کیا تو گویا اسنے اس شخص کے بیان
پر گواہوں کی طرح مہر لگادی اسلیئے مخلوق کو نہیں چاہیئے کہ دوسری مخلوق کی قسم کھاوے کیونکہ مخلوق
عالم الغیب نہیں اور نہ جھوٹی قسم پر سزا دینے پر قادر ہے مگر خدا کی قسم ان آیات میں ان معنوں سے
نہیں جیسا کہ مخلوق کی قسم میں مراد لی جاتی ہے بلکہ اس میں یہ سنت اللہ ہے کہ خدا کے دو قسم کے کام ہیں ایک
بدیہی جو سب کی سمجھ میں آسکتے ہیں اور ان میں کسیکو اختلاف نہیں اور دوسرے وہ کام جو نظری ہیں جن پر
دنیا غلطیاں کھاتی ہے اور باہم اختلاف رکھتی ہے سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ بدیہی کاموں کی شہادت
سے نظری کاموں کو لوگوں کی نظر میں ثابت کرے۔ پس یہ تو ظاہر ہے کہ سورج اور چاند اور دن اور رات
اور آسمان اور زمین میں وہ خواص درحقیقت پائے جاتے ہیں جنکو ہم ذکر کر چکے ہیں مگر جو اس قسم کے
خواص انسان کے نفس ناطقہ میں موجود ہیں ان سے ہر ایک شخص آگاہ نہیں سو خدا نے اپنے بدیہی کاموں

کو نظری کاموں کے کھولنے کے لیے بطور گواہ کے پیش کیا ہے گویا وہ فرماتا ہے کہ اگر تم اُن خواص سے شک میں ہو جو نفس ناطقہ انسانی میں پائے جاتے ہیں تو چاند اور سورج وغیرہ میں غور کرو کہ ان میں بدیہی طور پر یہ خواص موجود ہیں اور تم جانتے ہو کہ انسان ایک عالم صغیر ہے جسکے نفس میں تمام عالم کا نقشہ اجمالی طور پر مرکوز ہے پھر جبکہ یہ ثابت ہے کہ عالم کبیر کے بڑے بڑے اجرام یہ خواص اپنے اندر رکھتے ہیں اور اسیطرح پر مخلوقات کو فیض پہونچا رہے ہیں تو انسان جو ان سب سے بڑا کہلاتا ہے اور بڑے درجہ کا پیدا کیا گیا ہے وہ کیونکر ان خواص سے خالی اور بے نصیب ہوگا نہیں بلکہ اس میں بھی سورج کی طرح ایک علمی اور عقلی روشنی ہے جسکے ذریعہ سے وہ تمام دنیا کو منور کر سکتا ہے اور چاند کی طرح وہ حضرت اعلیٰ سے کشف اور الہام اور وحی کا نور پاتا ہے اور دوسروں تک جنہوں نے انسانی کمال ابھی تک حاصل نہیں کیا اُس نور کو پہونچاتا ہے پھر کیونکر کہہ سکتے ہو کہ نبوت باطل ہے اور تمام رسالتیں اور شریعتیں اور کتابیں انسان کی مکاری اور خود غرضی ہے۔ یہ بھی دیکھتے ہو کہ کیونکر دن کے روشن ہونے سے تمام راہیں روشن ہو جاتی ہیں تمام نشیب و فراز نظر آجاتے ہیں سو کامل انسان روحانی روشنی کا دن ہے اسکے چڑھنے سے ہر ایک راہ نمایاں ہو جاتی ہے وہ سچی راہ کو دکھلا دیتا ہے کہ کہاں اور کدھر ہے کیونکہ راستی اور سچائی کا وہی دن روشن ہے ایسا ہی یہ بھی مشاہدہ کر رہے ہو کہ رات کیسی تھکوں ماندوں کو جگہ دیتی ہے تمام دن کے شکستہ کوفتہ مزدور رات کے کنار عاطفت میں بخوشی سوتے ہیں اور محنتوں سے آرام پاتے ہیں اور رات ہر ایک کے لیے پردہ پوش بھی ہے ایسا ہی خدا کے کامل بندے دنیا کو آرام دینے کے لیے آئے ہیں خدا سے وحی اور الہام پانیوالے تمام عقلمندوں کو جانکاہی سے آرام دیتے ہیں انکے طفیل سے بڑے بڑے معارف آسانی کے ساتھ حل ہو جاتے ہیں ایسا ہی وہ خدا کی وحی انسانی عقل کی پردہ پوشی کرتی ہے جیسا کہ رات پردہ پوشی کرتی ہے اسکی ناپاک خطاؤں کو دنیا پر ظاہر ہونے نہیں دیتی کیونکہ عقلمند وحی کی روشنی کو پاکر اندر ہی اندر اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لیتے ہیں اور خدا کے پاک الہام کی برکت سے اپنے تئیں پردہ دری سے بچا لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ افلاطون کی طرح اسلام کے کسی فلاسفر نے کسی بت پر مرغ کی قربانی نہ چڑھائی چونکہ افلاطون الہام کی روشنی سے بے نصیب تھا اسلیے دھوکا کھا گیا اور ایسا فلاسفر کہلا کر یہ مکروہ اور احمقانہ حرکت اس سے صادر ہوئی مگر اسلام کے حکما کو ایسے ناپاک اور احمقانہ حرکتوں سے ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نے بچا لیا اب دیکھو کیسا ثابت ہوا کہ الہام عقلمندوں کا رات کی طرح

پردہ پوش ہے یہ بھی آپ لوگ جانتے ہیں کہ خدا کے کامل بندے آسمان کی طرح ہر ایک درماندہ کو اپنے سایہ
میں لے لیتے ہیں خاصکر اُس ذات پاک کے انبیا اور الہام پانے والے عام طور پر آسمان کی طرح فیض کی بارشیں
برساتے ہیں ایسا ہی زمین کی خاصیت بھی اپنے اندر رکھتے ہیں اُنکے نفس نفیس سے طرح طرح کے علوم عالیہ
کے درخت نکلتے ہیں جنکے سایہ اور پھل اور پھول سے لوگ فائدہ اوٹھاتے ہیں سو یہ کھلا کھلا قانون قدرت
جو ہماری نظر کے سامنے ہے اُسی چھپے ہوئے ایک قانون کا ایک گواہ ہے جسکی گواہی کو قسموں کے پیرایہ
میں خدا تعالیٰ نے ان آیات میں پیش کیا ہے سو دیکھو یہ کس قدر پُرحکمت کلام ہے جو قرآن شریف میں پایا
جاتا ہے یہ اُسکے منہ سے نکلا ہے جو ایک امی اور بیابان کا رہنے والا تھا اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا تو اس طرح
عام عقلیں اور وہ تمام لوگ جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں اُسکے اس دقیق نکتہ معرفت سے عاجز آکر اعتراض کی صورت میں
اسکو نہ دیکھتے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جب ایک بات کو کسی پہلو سے بھی اپنی مختصر عقل کے ساتھ نہیں
سمجھ سکتا تب ایک حکمت کی بات کو جائے اعتراض ٹھیرا لیتا ہے اور اسکا اعتراض اس بات کا گواہ ہو جاتا ہے
کہ وہ دقیقہ حکمت عام عقلوں سے برتر و اعلےٰ تھا تب ہی تو عقلمندوں نے عقلمند کہلا کر پھر بھی اوسپر اعتراض
کر دیا مگر اب جو یہ راز کھل گیا تو اب اسکے بعد کوئی عقلمند اسپر اعتراض نہیں کرے گا بلکہ اسی سے لذت اُٹھائے گا
یاد رہے کہ قرآن شریف نے وحی اور الہام کی سنت قدیمہ پر قانون قدرت سے گواہی لانے کے لیے ایک
اور مقام میں بھی اسی قسم کی قسم کھائی ہے اور وہ یہ ہے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْأَرْضِ ذَاتِ
الصَّدْعِ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ یعنے اُس آسمان کی قسم ہے جسکی طرف سے بارش
آتی ہے اور اس زمین کی قسم ہے جو بارش سے طرح طرح کی سبزیاں نکالتی ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام
اور اسکی وحی ہے اور وہ باطل اور حق میں فیصلہ کرنے والا ہے اور عبث اور بیہودہ نہیں یعنے بیوقت
نہیں آیا موسم سینہ کی طرح آیا ہے اب خدا تعالے نے قرآن کے ثبوت کے لیے جو اسکی وحی ہے ایک کھلے
کھلے قانون قدرت کو قسم کے رنگ میں پیش کیا یعنے قانون قدرت میں ہمیشہ یہ بات مشہود اور مرئی
ہے کہ ضرورتوں کے وقت آسمان سے بارش ہوتی ہے اور تمام مدار زمین کی سرسبزی کا آسمان
کی بارش پر ہے اگر آسمان سے بارش نہ ہو تو رفتہ رفتہ کنوئیں بھی خشک ہو جاتے ہیں پس در اصل زمین
کے پانی کا وجود بھی آسمان کی بارش پر موقوف ہے اسی وجہ سے جب کبھی آسمان سے پانی برستا ہے تو زمین
کے کنوؤں کا پانی چڑھ آتا ہے ؟ ! کیوں چڑھ آتا ہے اسکا یہی سبب ہے کہ آسمانی پانی زمین کے پانی کو

اوپر کی طرف کھینچتا ہے یہی رشتہ وحی اللہ اور عقل میں ہے وحی اللہ یعنے الہام الٰہی آسمانی پانی ہے اور
یہہ پانی ہمیشہ آسمانی پانی سے جو الہام ہے تربیت پاتا ہے اور اگر آسمانی پانی یعنے وحی ہونا بند ہو جاوے
تو یہہ زمینی پانی بھی رفتہ رفتہ خشک ہو جاتا ہے کیا اسکے واسطے یہہ دلیل کافی نہیں کہ جب ایک زمانہ دراز
گذر جاتا ہے اور کوئی الہام یافتہ زمین پر پیدا نہیں ہوتا تو عقل مندوں کی عقلیں نہایت گندی اور
خراب ہو جاتی ہیں جیسے زمینی پانی خشک ہو جاتا ہے سڑ جاتا ہے

اسکے سمجھنے کے لیے اس زمانہ پر ایک نظر ڈالنا کافی ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف
لانے سے پہلے اپنا رنگ تمام دنیا میں دکھلا رہا تھا چونکہ اسوقت حضرت مسیحؑ کے زمانہ کو چھہ سو برس گذر گئے تھے
اور اس عرصہ میں کوئی الہام یافتہ پیدا نہیں ہوا تھا اسلیئے تمام دنیا نے اپنی حالت کو خراب کر دیا تھا ہر ایک ملک
کی تاریخیں پکار پکار کر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مگر آپکے ظہور سے پہلے تمام دنیا میں
خیالات فاسدہ پھیل گئے تھے ایسا کیوں ہوا تھا اور اسکا کیا سبب تھا یہی تو تھا کہ الہام کا سلسلہ مدتوں تک
بند ہو گیا تھا آسمانی سلطنت صرف عقل کے ہاتھ میں تھی پس اس ناقص عقل نے کن کن خرابیوں میں لوگوں کو ڈالا
کیا اس سے کوئی ناواقف بھی ہے دیکھو الہام کا پانی جب مدت تک نہ برسا تو تمام عقلوں کا پانی کیسا خشک ہو گیا سو
ان قسموں میں یہی قانون قدرت اللہ تعالیٰ پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم غور کر کے دیکھو کہ کیا خدا کا یہہ محکم اور
دائمی قانون قدرت نہیں کہ زمین کی تمام سرسبزی کا مدار آسمان کا پانی ہے سو اس پوشیدہ قانون قدرت کیلیے جو
الہام الٰہی کا سلسلہ ہے یہہ کھلا کھلا قانون قدرت بطور گواہ کے ہے سو اس گواہ سے فائدہ اٹھاؤ اور صرف عقل
کو اپنا رہبر مت بناؤ کہ وہ ایسا پانی نہیں ہے جو آسمانی پانی کے سوا موجود رہ سکے جسطرح آسمانی پانی کا یہہ خاصہ
ہے کہ خواہ کسی کنوئیں میں اسکا پانی پڑے یا نہ پڑے وہ اپنی ایک طبعی خاصیت سے تمام کنوؤں کے پانی کو اوپر کو چڑھاتا
ہے ایسا ہی جب خدا کا ایک الہام یافتہ دنیا میں ظہور فرماتا ہے تو خواہ کوئی عقلمند اسکی پیروی کرے یا نہ کرے مگر اس
الہام یافتہ کے زمانہ میں خود عقلوں میں ایسی روشنی اور صفائی آجاتی ہے کہ پہلے اس سے موجود تھی لوگ خواہ نخواہ
حق کی تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور غیب سے ایک حرکت انکی قوۃ متفکرہ میں پیدا ہو جاتی ہے سو یہ تمام عقلی ترقی
اور دلی جوش اس الہام یافتہ کے قدم مبارک سے پیدا ہو جاتا ہے اور بالخاصیت زمین کے پانیوں کو اوپر اٹھاتا ہے جب
تم دیکھو کہ مذہب کی جستجو میں ہر ایک شخص کھڑا ہو گیا ہے اور زمینی پانی کو کچھ ابال آیا ہے تو اٹھو اور خبردار ہو جاؤ
اور یقیناً سمجھو کہ آسمان سے زور کا مینہ برسا ہے اور کسی دل پر الہامی بارش ہو گئی ہے ۔

پانچواں سوال

یہہ ہے

کہ علم کے ذریعے کیا کیا ہیں

اس سوال کے جواب میں واضح ہو کہ اس بارے میں جسقدر قرآن شریف نے مبسوط طور پر ذکر فرمایا ہے اس کے ذکر کرنے کی تو اس جگہہ کسیطرح گنجایش نہیں لیکن بطور نمونہ کسیقدر بیان کیا جاتا ہے سو جاننا چاہیے کہ قرآن شریف نے علم کو تین قسم پر قرار دیا ہے۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔ جیسا کہ ہم پہلے اس سے سورہ الھکم التکاثر کی تفسیر میں ذکر کر چکے ہیں اور بیان کر چکے ہیں کہ علم الیقین وہ ہے کہ شے مقصود کا کسی واسطہ کے ذریعہ سے نہ بلاواسطہ پتہ لگایا جاوے جیسا کہ ہم دہوئیں سے آگ کے وجود پر استدلال کرتے ہیں ہمنے آگ کو دیکہا نہیں مگر دہوئیں کو دیکہا ہے کہ جس سے ہمیں آگ کے وجود پر یقین آیا سو یہہ علم الیقین ہے اور اگر ہمنے آگ کو ہی دیکہہ لیا ہے تو یہہ بموجب بیان قرآن شریف یعنی سورۃ الھکم التکاثر کے علم کے مراتب میں سے عین الیقین کے نام سے موسوم ہے اور اگر ہم اُس آگ میں داخل ہوگئے ہیں تو اس علم کے مرتبہ کا نام قرآن شریف کے بیان کی رو سے حق الیقین ہے سورہ الھکم التکاثر کے اب دوبارہ لکہنے کی ضرورت نہیں ناظرین اُس موقع سے اس تفسیر کو آپ دیکہہ لیں اب جاننا چاہیئے کہ پہلی قسم کا جو علم ہے یعنے علم الیقین اسکا ذریعہ عقل اور منقولات ہیں اللہ تعالی دوزخیوں سے حکایت کرکے فرماتا ہے قَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ یعنے دوزخی کہیں گے کہ اگر ہم عقل مند ہوتے اور مذہب اور عقیدہ کو معقول طریقوں سے آزماتے یا کامل عقلمندوں اور محققوں کی تحریروں اور تقریروں کو توجہ سے سنتے تو آج دوزخ میں نہ پڑتے یہ آیت اس دوسری آیت کے موافق ہے جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا

اِلَّا وُسْعَهَا یعنے خدا تعالیٰ انسانی نفوس کو انکی وسعت علمی سے زیادہ کسی بات کو قبول کرنے کے لیے تکلیف نہیں دیتا اور وہی عقیدے پیش کرتا ہے جن کا سمجھنا انسان کے حد استعداد میں داخل ہے تا اُسکے حکم تکلیف مالا یطاق میں داخل نہ ہوں اور ان آیات کا اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان کانوں کے ذریعہ سے بھی علم الیقین حاصل کر سکتا ہے مثلاً ہمنے لندن تو نہیں دیکھا صرف دیکھنے والوں سے اس شہر کا وجود سنا ہے مگر کیا ہم شک کر سکتے ہیں کہ شاید ان سب نے جھوٹ بولدیا ہوگا یا مثلاً ہمنے عالمگیر بادشاہ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ عالمگیر کی شکل دیکھی ہے مگر کیا ہمیں اسبات میں کچھ بھی شبہ ہے کہ عالمگیر چغتائی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا پس ایسا یقین کیوں حاصل ہوا اس کا جواب یہی ہے کہ صرف سماع کے تواتر سے پس اس میں کچھ شک نہیں کہ سماع بھی علم الیقین کے مرتبہ تک پہونچاتا ہے نبیوں کی کتابیں اگر سلسلہ سماع میں کچھ خلل نہ رکھتی ہوں وہ بھی ایک سماعی علم کا ذریعہ ہیں لیکن اگر ایک کتاب آسمانی کتاب کہلاکر تو پھر مثلاً پچاس ساٹھ نسخہ اسکے پائے جائیں اور بعض بعض کے مخالف ہوں تو گو کسی فریق نے یقین بھی کر لیا کہ ان میں سے صرف دو چار صحیح ہیں اور باقی جعلی اور وضعی لیکن محقق کے لیے ایسا یقین جو کسی کامل تحقیقات پر مبنی نہیں بیہودہ ہوگا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سب کتابیں اپنے تناقض کی وجہ سے ردی اور ناقابل اعتبار قرار دیجائیں گی اور ہرگز جائز نہیں ہوگا کہ ایسے متناقض بیانات کو کسی علم کا ذریعہ ٹھیرایا جائے کیونکہ علم کی یہہ تعریف ہے کہ ایک یقینی معرفت عطا کرے اور مجموعہ متناقضات میں یقینی معرفت کا پایا جانا ممکن نہیں اسجگہ یاد رہے کہ قرآن شریف صرف سماع کی حد تک محدود نہیں ہے کیونکہ اس میں انسانوں کے سمجھانے کے لیے بڑے بڑے معقول دلائل ہیں اور جسقدر عقاید اور اصول اور احکام اُسنے پیش کیے ان میں سے کوئی بھی ایسا امر نہیں جس میں زبردستی اور تحکم ہو جیسا کہ اس نے خود فرما دیا ہے کہ یہہ سب عقاید وغیرہ انسان کی فطرت میں پہلے سے منقوش ہیں اور قرآن شریف کا نام ذکر رکھا ہے جیسا کہ فرماتا ہے هٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ یعنے یہ قرآن بابرکت کوئی نئی چیز نہیں لایا بلکہ جو کچھ انسان کی فطرت اور صحیفہ قدرت میں بھرا پڑا ہے اس کو یاد دلاتا ہے اور پھر ایک جگہہ فرماتا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنے یہ دین کوئی بات جبر سے منوانا نہیں چاہتا بلکہ ہر ایک بات کے دلائل پیش کرتا ہے ماسوا اسکے قرآن میں دلوں کو روشن کرنے کے لیے ایک روحانی خاصیت بھی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ یعنے قرآن اپنی خاصیت سے تمام بیماریوں کو دور کرتا ہے اسلیئے اسکو منقولی کتاب نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کے معقول دلائل

اپنے ساتھ رکھتا ہے اور ایک چمکتا ہوا نور اس میں پایا جاتا ہے ایسا ہی عقلی دلائل جو صحیح مقدمات سے مستنبط ہوئی ہوں بلاشبہ علم الیقین تک پہونچاتے ہیں اسی کی طرف اللہ جل شانہ آیات مندرجہ ذیل میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ. الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ یعنے جب دانشمند اور اہل عقل انسان زمین اور آسمان کے اجرام کی بناوٹ میں غور کرتے اور رات دن کی کمی بیشی کے موجبات اور علل کو نظر عمیق سے دیکھتے ہیں انہیں اس نظام پر نظر ڈالنے سے خدا تعالی کے وجود پر دلیل ملتی ہے پس وہ زیادہ انکشاف کے لیے خدا سے مدد چاہتے ہیں اور اسکو کھڑے ہوکر اور بیٹھکر اور کروٹ پر لیٹ کر یاد کرتے ہیں جس سے انکی عقلیں بہت صاف ہوجاتی ہیں پس جب وہ ان عقلوں کے ذریعہ سے اجرام فلکی اور زمین کی بناوٹ احسن اور اولی میں فکر کرتے ہیں تو بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ ایسا نظام ابلغ اور محکم ہرگز باطل اور بے سود نہیں بلکہ صانع حقیقی کا چہرہ دکھلا رہا ہے پس وہ الوہیت صانع عالم کا اقرار کرکے یہ مناجات کرتے ہیں کہ یا الہی تو اس سے پاک ہے کہ کوئی تیرے وجود سے انکار کرکے نالائق صفتوں سے تجھے موصوف کرے سو تو ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا یعنے تجھ سے انکار کرنا عین دوزخ ہے اور تمام آرام اور راحت تجھ میں اور تیری شناخت میں ہے جو شخص کہ تیری سچی شناخت سے محروم رہا وہ درحقیقت اسی دنیا میں آگ میں ہے۔

ایسا ہی ایک علم کا ذریعہ انسانی کانشنس بھی ہے جسکا نام خدا کی کتاب میں انسانی فطرت رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا یعنے خدا کی فطرت جسپر لوگ پیدا کیے گئے ہیں۔ اور وہ نقش فطرت کیا ہے یہی کہ خدا کو واحد لاشریک خالق الکل مرنے اور پیدا ہونے سے پاک سمجھنا اور ہم کانشنس کو علم الیقین کے مرتبہ پر اسلیے کہتے ہیں کہ گو بظاہر اس میں ایک علم سے دوسرے علم کی طرف انتقال نہیں پایا جاتا جیسا کہ دھوئیں کے علم سے آگ کے علم کی طرف انتقال پایا جاتا ہے لیکن ایک قسم کے باریک انتقال سے یہ مرتبہ خالی نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز میں خدا نے ایک نامعلوم خاصیت رکھی ہے جو بیان اور تقریر میں نہیں آسکتی لیکن اس چیز پر نظر ڈالنے اور اسکا تصور کرنے سے بلاتوقف اس خاصیت کی طرف ذہن منتقل ہوجاتا ہے غرض وہ خاصیت اس وجود کو ایسی لازم پڑی ہوتی ہے جیسا کہ آگ کو دھواں لازم ہے مثلاً جب ہم خدا تعالی کی ذات کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ کیسی ہونی چاہیے۔ آیا خدا ایسا

ہونا چاہیے کہ ہماری طرح پیدا ہو اور ہماری طرح دکھ اٹھاوے اور ہماری طرح مرے تو معاً اس تصور سے ہمارا دل دکھتا اور کانشنس کانپتا ہے اور اس قدر جوش دکھلاتا ہے کہ گویا اس خیال کو دھکے دیتا ہے اور بول اٹھتا ہے کہ وہ خدا جس کی طاقتوں پر تمام امیدوں کا مدار ہے وہ تمام نقصانوں سے پاک اور کامل اور قوی چاہیئے اور جب ہی کہ خدا کا خیال ہمارے دل میں آتا ہے معاً توحید اور خدا میں دھوئیں اور آگ کی طرح بلکہ اس سے بہت زیادہ ملازمت تامہ کا احساس ہوتا ہے لہذا جو علم ہمیں ہمارے کانشنس کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے وہ علم الیقین کے مرتبہ میں داخل ہے لیکن اس پر ایک اور مرتبہ ہے جو عین الیقین کہلاتا ہے اور اس مرتبہ سے اس طور کا علم مراد ہے کہ جب ہمارے یقین اور اس چیز میں جس پر کسی نوع کا یقین کیا گیا ہے کوئی درمیانی واسطہ نہ ہو مثلاً جب ہم قوت شامہ کے ذریعہ سے ایک خوشبو یا بدبو کو معلوم کرتے ہیں اور یا ہم قوت ذائقہ کے ذریعہ سے شیریں یا نمکین پر اطلاع پاتے ہیں یا قوت حاسہ کے ذریعہ سے گرم یا سرد کو معلوم کر لیتے ہیں تو یہ تمام معلومات ہماری عین الیقین کی قسم میں داخل ہیں مگر عالم ثانی کے بارے میں ہمارا علم الٰہیات تب عین الیقین کی حد تک پہونچتا ہے کہ جب خود بلا واسطہ ہم الہام پاویں خدا کی آواز کو اپنے کانوں سے سنیں اور خدا کے صاف اور صحیح کشفوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں ہم بیشک کامل معرفت کو حاصل کرنے کے لیئے بلا واسطہ الہام کے محتاج ہیں اور اس کامل معرفت کے ہم اپنے دل میں بھوکھ اور پیاس بھی پاتے ہیں اگر خدا تعالے نے ہمارے لیے پہلے سے اس معرفت کا سامان میسر نہیں کیا تو یہ پیاس اور بھوکھ ہمیں کیوں لگا دی ہے کیا ہم اس زندگی میں جو ہمارے آخرت کے ذخیرہ کے لیے یہی ایک پیمانہ ہے اس بات پر راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم اس سچے اور کامل اور قادر اور زندہ خدا پر صرف قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں ایمان لاویں یا محض عقلی معرفت پر کفایت کریں جو اب تک ناقص اور نا تمام معرفت ہے کیا خدا کے سچے عاشقوں اور حقیقی دلدادوں کا دل نہیں چاہتا کہ اس محبوب کے کلام سے لذت حاصل کریں کیا جنہوں نے خدا کے لیے تمام دنیا کو برباد کیا دل کو دیا جان کو دیا وہ اس بات پر راضی ہو سکتے ہیں کہ صرف ایک دھندلی سی روشنی میں کھڑے رہ کر مرتے رہیں اور اس آفتاب صداقت کا منہ نہ دیکھیں کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اس زندہ خدا کا انا الموجود کہنا وہ معرفت کا مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اگر دنیا کے تمام فلاسفروں کی خود تراشیدہ کتابیں ایک طرف رکھیں اور ایک طرف انا الموجود خدا کا کہنا تو اسکے مقابل وہ تمام دفتر ہیچ ہیں جو فلاسفر کہلا کر آپ اندھے رہے وہ ہمیں کیا سکھائیں گے غرض اگر خدا تعالی نے حق کے طالبوں کو کامل معرفت

دینے کا ارادہ فرمایا ہے تو ضرور اس نے اپنے مکالمہ اور مخاطبہ کا طریق کھلا رکھا ہے اس بارے میں الہ جلشانہ
قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنے اے
خدا ہمیں وہ استقامت کی راہ بتلا جو راہ اُن لوگوں کی ہے جنپر تیرا انعام ہوا ہے اسجگہہ انعام سے مراد
الہام اور کشف وغیرہ آسمانی علوم ہیں جو انسان کو براہ راست ملتے ہیں ایسا ہی ایک دوسری جگہہ فرماتا
ہے اِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا
وَاَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ یعنے جو لوگ خدا پر ایمان لاکر پوری پوری استقامت اختیار
کرتے ہیں اُنپر خدا تعالی کے فرشتے اُترتے ہیں اور یہہ الہام اُنکو کرتے ہیں کہ تم کچھ خوف اور غم نہ کرو تمہارے
لیے وہ بہشت ہے جسکے بارے میں تمہیں وعدہ دیا گیا ہے سو اس آیت میں بھی صاف لفظوں میں فرمایا ہے
کہ خدا تعالی کے نیک بندے غم اور خوف کیوقت خدا سے الہام پاتے ہیں اور فرشتے اتر کر انکی تسلی کرتے ہیں
اور پھر ایک اور آیت میں فرمایا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ یعنے خدا کے دوستوں
کو الہام اور خدا کے مکالمہ کے ذریعہ سے اس دنیا میں خوشخبری ملتی ہے اور آیندہ زندگی میں بھی ملے گی
لیکن اس جگہہ یاد رہے کہ الہام کے لفظ سے اس جگہہ یہ مراد نہیں ہے کہ سوچ اور فکر کی کوئی بات دل میں پڑ
جائے جیسا کہ جب شاعر شعر کے بنانے میں کوشش کرتا ہے یا ایک مصرع بناکر دوسرا سوچتا رہتا ہے تو
دوسرا مصرع دل میں پڑتا ہے سو یہ دل میں پڑجانا الہام نہیں ہے بلکہ یہ خدا کے قانون قدرت کی موافق
اپنے فکر اور سوچ کا ایک نتیجہ ہے جو شخص اچھی باتیں سوچتا ہے یا بری باتوں کے لیے فکر کرتا ہے
اسکی تلاش کے موافق کوئی بات ضرور اسکے دل میں پڑجاتی ہے۔ ایک شخص مثلاً نیک اور راستباز
آدمی ہے جو سچائی کی حمایت میں چند شعر بناتا ہے اور دوسرا شخص جو ایک گندہ اور پلید آدمی ہے اپنے
شعروں میں جھوٹ کی حمایت کرتا ہے اور راستبازوں کو گالیاں نکالتا ہے تو بلاشبہ یہہ دونو کچھ
نہ کچھ شعر بنالیں گے بلکہ کچھ تعجب نہیں کہ وہ راستبازوں کا دشمن جو جھوٹ کی حمایت کرتا ہے بباعث
دائمی مشق کے اسکا شعر عمدہ ہو سو اگر صرف دل میں پڑجانیکا نام الہام ہے تو پھر ایک بدمعاش شاعر جو
راستبازی اور راستبازوں کا دشمن اور ہمیشہ حق کی مخالفت کے لیے قلم اوٹھاتا اور افتراؤں سے
کام لیتا ہے خدا کا ملہم کہلائیگا دنیا میں ناولوں وغیرہ میں جادو بیانیاں پائی جاتی ہیں اور تم دیکھتے
ہو کہ اسطرح سراسر باطل مگر مسلسل مضمون لوگوں کے دلوں میں پڑتے ہیں پس کیا ہم ان کو الہام کہہ

سکتے ہیں بلکہ اگر الہام صرف دل میں بعض باتوں کے پڑنے کا نام ہے تو ایک چور بھی ملہم کہلا سکتا ہے کیونکہ وہ بسا اوقات فکر کرکے اچھے اچھے طریق نقب زنی کے نکال لیتا ہے اور عمدہ عمدہ تدبیریں ڈاکہ مارنے اور خون ناحق کرنے کی اسکے دل میں گذر جاتی ہیں تو کیا لائق ہے کہ ہم ان تمام ناپاک طریقوں کا نام الہام رکھدیں ہرگز نہیں بلکہ یہ اُن لوگوں کا خیال ہے جنکو ابتک اس سچے خدا کی خبر نہیں جو آپ خاص مکالمہ سے دلوں کو تسلی دیتا اور ناواقفوں کو روحانی علوم سے معرفت بخشتا ہے الہام کیا چیز ہے وہ پاک اور قادر خدا کا ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ یا اس کے ساتھ جسکو برگزیدہ کرنا چاہتا ہے ایک **زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ ہے** سو جب یہ مکالمہ اور مخاطبہ کافی اور تسلی بخش سلسلہ کے ساتھ شروع ہو جائے اور اس میں خیالات فاسدہ کی تاریکی نہ ہو اور نہ غیر مکتفی اور چند بے سروپا لفظ ہوں اور کلام لذیذ اور پر حکمت اور پر شوکت ہو تو وہ خدا کا کلام ہے جس سے وہ اپنے بندہ کو تسلی دینا چاہتا ہے اور اپنے تئیں اسپر ظاہر کرتا ہے ہاں کبھی ایک کلام محض امتحان کے طور پر ہوتا ہے اور پورا اور بابرکت سامان ساتھ نہیں رکھتا اس میں خدا تعالیٰ کے بندہ کو اسکی ابتدائی حالت میں آزمایا جاتا ہے تا وہ ایک ذرہ الہام کا مزہ چکھکر پھر واقعی طور پر اپنا حال وقال سچے ملہموں کی طرح بناوے یا ٹھوکر کھاوے پس اگر وہ حقیقی راستبازی صدیقوں کی طرح اختیار نہیں کرتا تو اس نعمت کے کمال سے محروم رہجاتا ہے اور صرف بیہودہ لاف زنی اسکے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ کروڑہا نیک بندوں کو الہام ہوتا رہا ہے مگر انکا مرتبہ خدا کے نزدیک ایک درجہ کا نہیں بلکہ خدا کے پاک نبی جو پہلے درجہ پر کمال صفائی سے خدا کا الہام پانے والے ہیں وہ بھی مرتبہ میں برابر نہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یعنے بعض نبیوں کو بعض نبیوں پر فضیلت ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ الہام محض فضل ہے اور فضیلت کے وجود میں اسکو دخل نہیں بلکہ فضیلت اس صدق اور اخلاص اور وفاداری کے قدر پر ہے جسکو خدا جانتا ہے ہاں الہام بھی اگر اپنی بابرکت شرائط کے ساتھ ہو تو وہ بھی ان کا ایک پھل ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر اس رنگ میں الہام ہو کہ بندہ سوال کرتا ہے اور خدا اسکا جواب دیتا ہے اسیطرح ایک ترتیب کے ساتھ سوال وجواب ہو اور الٰہی شوکت اور نور الہام میں پایا جاوے اور علوم غیب یا معارف صحیحہ پر مشتمل ہو تو وہ خدا کا الہام ہے خدا کے الہام میں یہ ضروری ہے کہ جس طرح ایک دوست دوسرے دوست سے ملکر باہم ہم کلام ہوتا ہے اسیطرح رب اور اسکے بندہ میں ہم کلامی واقعہ ہو اور جب یہ کسی امر میں سوال کرے تو اسکے جواب میں ایک کلام لذیذ فصیح خدا تعالیٰ کی طرف سے سنے جس

میں اپنے نفس اور فکر اور غور کا کچھ بھی دخل نہ ہو اور وہ مکالمہ اور مخاطبہ اسکے لیے موہبت ہو جائے تو وہ خدا کا کلام ہے اور ایسا بندہ خدا کی جناب میں عزیز ہے مگر یہ درجہ کہ الہام بطور موہبت ہو اور زندہ اور پاک الہام کا سلسلہ ایسے بندہ سے خدا کا حاصل ہو اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ ہو کسیکو نہیں ملتا بجز اُنلوگوں کے جو ایمان اور اخلاص اور اعمال صالح میں ترقی کریں اور نیز اس چیز میں جسکو ہم بیان نہیں کر سکتے۔ سچا اور پاک الہام الوہیت کے بڑے بڑے کرشمے دکھلاتا ہے بارہا ایک نہایت چمکدار نور پیدا ہوتا ہے اور ساتھ اسکے پر شوکت اور ایک چمکدار الہام آتا ہے اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ ملہم اس ذات سے باتیں کرتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے دنیا میں خدا کا دیدار یہی ہے کہ خدا سے باتیں کرے مگر اس ہمارے بیان میں انسان کی وہ حالت داخل نہیں ہے جو کسیکی زبان پر بے ٹھکانہ کوئی لفظ یا فقرہ یا شعر جاری ہو اور ساتھ اسکے کوئی مکالمہ اور مخاطبہ نہ ہو بلکہ ایسا شخص خدا کے امتحان میں گرفتار ہے کیونکہ خدا اس طریق سے بھی سست اور غافل بندوں کو آزماتا ہے کہ کبھی کوئی فقرہ یا عبارت کسی کے دل پر یا زبان پر جاری کی جاتی ہے اور وہ شخص اندھے کی طرح ہوتا ہے نہیں جانتا کہ وہ عبارت کہاں سے آئی خدا سے یا شیطان سے سو ایسے فقرات سے استغفار لازم ہے لیکن اگر ایک صالح اور نیک بندہ کو بے حجاب مکالمہ الٰہی شروع ہو جائے اور مخاطبہ اور مکالمہ کے طور پر ایک کلام روشن لذیذ پُر معنے پر حکمت پوری شوکت کیساتھ اسکو سنائی دے اور کم سے کم بارہا اسکو ایسا اتفاق ہوا ہو کہ خدا میں اور اس میں عین بیداری میں دس مرتبہ سوال وجواب ہوا ہو اُس نے سوال کیا خدا نے جواب دیا پھر اسیوقت عین بیداری میں اُس نے کوئی اور عرض کی خدا نے اسکا بھی جواب دیا پھر گذارش عاجزانہ کی خدا نے اسکا بھی جواب عطا فرمایا ایسا ہی دس مرتبہ تک خدا میں اور اسمیں باتیں ہوتی رہیں اور خدا نے بارہا ان مکالمات میں اسکی دعائیں منظور کی ہوں عمدہ عمدہ معارف پر اسکو اطلاع دی ہو آنے والے واقعات کی اسکو خبر دی ہو اور اپنے برہنہ مکالمہ سے بار بار کے سوال وجواب میں اسکو مشرف کیا ہو تو ایسے شخص کو خدا تعالے کا بہت شکر کرنا چاہیے اور سب سے زیادہ خدا کی راہ میں فدا ہونا چاہیے کیونکہ خدا نے محض اپنے کرم سے اسکو اپنے تمام بندوں میں سے چن لیا اور ان صدیقوں کا اسکو وارث بنا دیا جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں یہ نعمت نہایت ہی نادر الوقوع اور خوش قسمتی کی بات ہے جسکو ملی اسکے بعد جو کچھ ہے وہ ہیچ ہے اس مرتبہ اور اس مقام کے لوگ اسلام میں ہمیشہ ہوتے رہے ہیں اور ایک اسلام ہی ہے جس میں خدا بندہ سے قریب ہو کر اس سے باتیں کرتا اور اسکے اندر بولتا ہے

وہ اسکے دل میں اپنا تخت بناتا اور اسکے اندر سے اُسے آسمان کی طرف کھینچتا ہے اور اسکو وہ سب نعمتیں عطا فرماتا ہے جو پہلوں کو دی گئیں افسوس اندھی دنیا نہیں جانتی کہ انسان نزدیک ہوتا ہوتا کہاں تک پہنچ جاتا ہے وہ آپ تو قدم نہیں اٹھاتے اور جو قدم اٹھائے تو یا تو اسکو کافر ٹھیرایا جاتا ہے اور یا اسکو معبود ٹھہرا کر خدا کی جگہ دیجاتی ہے یہ دونو ظلم ہیں ایک افراط سے ایک تفریط سے پیدا ہوا مگر عقلمند کو چاہیے کہ وہ کم ہمت نہ ہو اور اس مقام اور اس مرتبہ کا انکاری نہ ہے اور نہ صاحب اس مرتبہ کی کسر شان کرے اور نہ اسکی پوجا شروع کرے اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ وہ تعلقات اس بندہ سے ظاہر کرتا ہے کہ گویا اپنی الوہیت کی چادر اسپر ڈالدیتا ہے اور ایسا شخص خدا کے دیکھنے کا آئینہ بنجاتا ہے یہی بھید ہے جو ہماری نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا غرض یہہ بندوں کے لیے انتہائی تنبیہ ہے اور اسپر تمام سلوک ختم ہوجاتے ہیں اور پوری تسلی ملتی ہے میں بنی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اسوقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جسکی میں نے یہہ تعریفیں کیں ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جسکے میں نے اسوقت تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈھنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی قبول کرنے والوں کو اُس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں جسکا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانیوالے تھوڑے ہیں میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جسکے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا کاش جو مینے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو مینے سنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے وہ میل اُتارنیوالا پانی جس سے تمام شکوک دور ہوجاتے ہیں وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہوجاتا ہے خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جسکا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں جسکی روح میں سچائی کی طلب ہے وہ اٹھے اور تلاش کرے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر روحوں میں سچی تلاش پیدا ہو اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں مگر یہ راہ کس طریق سے کھلیگی اور حجاب کس دوا سے اوٹھیگا میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مُہر لگا چکی ہیں سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مُہر

نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے اور یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھہ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسیطرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھہ سکیں۔

میں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کُھلی کُھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔

اے عزیزو اے پیارو کوئی انسان خدا کے ارادوں میں اس سے لڑائی نہیں کر سکتا یقیناً سمجھو کہ کامل علم کا ذریعہ خدا تعالے کا الہام ہے جو خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا پھر بعد اُسکے اس خدا نے جو دریائی فیض ہے یہ ہرگز نہ چاہا کہ آئندہ اس الہام کو مہر لگا دے اور اسطرح پر دنیا کو تباہ کرے بلکہ اسکے الہام اور مکالمہ اور مخاطبہ کی ہمیشہ دروازے کھلے ہیں۔ ہاں انکو انکی راہوں سے ڈھونڈو تب وہ آسانی سے تمہیں ملینگے وہ زندگی کا پانی آسمان سے آیا اور اپنے مناسب مقام پر ٹھیرا اب تمہیں کیا کرنا چاہیے تا تم اس پانی کو پی سکو یہی کرنا چاہیے کہ افتاں و خیزاں اس چشمہ تک پہنچو پھر اپنا منہ اس چشمہ کے آگے رکھدو تا اس زندگی کے پانی سے سیراب ہو جاؤ انسان کی تمام سعادت اسی میں ہے کہ جہاں اُس کو روشنی کا پتہ ملے اسیطرف دوڑ پڑے اور جہاں اس گم گشتہ دوست کا نشان پیدا ہو اسی راہ کو اختیار کرے دیکھتے ہو کہ ہمیشہ آسمان سے روشنی اُترتی اور زمین پر پڑتی ہے اسیطرح ہدایت کا سچا نور آسمان سے ہی اترتا ہے انسان کی اپنی ہی باتیں اور اپنی ہی اٹکلیں سچا گیان اسکو بخش نہیں سکتیں کیا تم خدا کو بغیر خدا کی تجلی کے پا سکتے ہو کیا تم بغیر اس آسمانی روشنی کے اندھیرے میں دیکھہ سکتے ہو اگر دیکھہ سکتے ہو تو شاید اس جگہہ بھی دیکھہ لو مگر ہماری آنکھیں گو بینا ہوں تاہم آسمانی روشنی کی محتاج ہیں اور ہمارے کان گو شنوا ہوں تاہم اس ہوا کے حاجتمند ہیں جو خدا کی طرف سے چلتی ہے وہ خدا سچا خدا نہیں ہے جو خاموش ہے اور سارا مدار ہماری اٹکلوں پر ہے بلکہ کامل اور زندہ خدا وہ ہے جو اپنے وجود کا آپ پتہ دیتا رہا ہے اور اب بھی اس نے یہی چاہا ہے کہ آپ اپنے وجود کا پتہ دیوے آسمانی کھڑکیاں کھلنے کو ہیں عنقریب صبح صادق ہونیوالی ہے مبارک وہ جو اُٹھہ بیٹھیں اور اب سچے خدا کو ڈھونڈیں وہی خدا جسپر کوئی گردش اور مصیبت نہیں آتی جسکے جلال کی چمک پر کبھی حادثہ نہیں پڑتا قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنے خدا ہی ہے جو ہر دم آسمان کا نور اور

زمین کا نور ہے اُسی سے ہر ایک جگہ روشنی پڑتی ہے آفتاب کا وہی آفتاب ہے زمین کے تمام جانداروں کی وہی جان ہے سچا زندہ خدا وہی ہے مبارک وہ جو اسکو قبول کرے۔

تیسرا علم کا ذریعہ وہ امور ہیں جو حق الیقین کے مرتبہ پر ہیں اور وہ تمام شدائد اور مصائب اور تکالیف ہیں جو خدا کے نبیوں اور راستبازوں کو مخالفوں کے ہاتھ سے یا آسمانی قضا و قدر سے پہونچتی ہیں اور اس قسم کے دُکھوں اور تکلیفوں سے وہ تمام شرعی ہدایتیں جو محض علمی طور پر انسان کے دل میں تھیں آبپاش ہو کر عملی رنگ میں آجاتی ہیں اور پھر عمل کی زمین سے نشوونما پاکر کمال تام کو پہونچ جاتی ہیں اور عمل کرنیوالوں کا اپنا ہی وجود ایک نسخہ مکمل خدا کی ہدایتوں کا ہو جاتا ہے اور وہ تمام اخلاق عفو اور انتقام اور صبر اور رحم وغیرہ جو صرف دماغ اور دل میں بھرے ہوئے تھے اب تمام اعضا کو عملی نزاولت کی برکت سے اُن سے حصہ ملتا ہے اور وہ تمام جسم پر وارد ہو کر اپنے نقش و نگار سے بھر جاتے ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ط اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۔ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ یعنے ہم تمہیں خوف اور فاقہ اور مال کے نقصان اور جان کے نقصان اور کوشش کے ضائع جانے اور اولاد کے فوت ہونے سے آزمائیں گے یعنے یہ تمام تکلیفیں قضا و قدر کے طور پر یا دشمن کے ہاتھ سے تمہیں پہونچیگی سو اُن لوگوں کو خوشخبری ہو جو مصیبت کے وقت صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے ہیں اور خدا کی طرف رجوع کریں گے ان لوگوں پر خدا کا درود اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے کمال تک پہونچ گئے ہیں یعنے محض اس علم میں کچھ شرف اور بزرگی نہیں جو صرف دماغ اور دل میں بھرا ہوا ہو بلکہ حقیقت میں علم وہ ہے کہ دماغ سے اُتر کر تمام اعضا اس سے متادب اور رنگین ہو جائیں اور حافظہ کی یادداشتیں عملی رنگ میں دکھائی دیں سو علم کے مستحکم کرنے اور اسکے ترقی دینے کا یہ بڑا ذریعہ ہے کہ عملی طور پر اسکی نقوش اپنے اعضا میں جمالیں کوئی ادنیٰ علم بھی عملی نزاولت کی بغیر اپنے کمال کو نہیں پہونچتا مثلاً مدت دراز سے ہمارے علم میں یہ بات ہے کہ روٹی پکانا نہایت ہی سہل بات ہے اور اس میں کوئی زیادہ باریکی نہیں صرف اتنا ہے کہ آٹا گوندھ کر اور بقدر ایک ایک روٹی کے اس آٹے کے پیڑے

بنادیں اور اُن کو دونوں ہاتھوں کے باہم ملانے سے چوڑے کر کے توے پر ڈالدیں اور ادہر ادہر پہیر کر
اور آگ پر سینک کر رکھہ لیں روٹی پک جائیگی یہ تو ہماری صرف علمی لاف و گذاف ہے لیکن جب ہم نا
تجربہ کاری کی حالت میں پکانے لگیں گے تو اول تو ہم پر یہی مصیبت پڑیگی کہ آٹے کو اسکے مناسب قوام
پر رکھہ سکیں بلکہ یا تو پتھر سا رہے گا اور یا پتلا ہو کر گلگلوں کے لائق ہوجائے گا اور اگر مر کر اور تھک تھک کر
گوندہ بھی لیا تو روٹی کا یہ حال ہوگا کہ کچھ جلے گی اور کچھ کچی رہے گی بیچ میں ٹمیا رہے گی اور کئی طرف
سے کان نکلے ہوئے ہونگے حالانکہ پچاس برس تک ہم پکتی ہوئی دیکھتے رہے غرض مجرد علم کی شامت
سے جو عملی مشق کے نیچے نہیں آیا کئی سیر آٹے کا نقصان کرینگے پھر جبکہ ادنے ادنے سے بات میں ہمارے
علم کا یہ حال ہے تو بڑے بڑے امور میں بجز عملی مزاولت اور مشق کے صرف علم پر کیونکر بھروسہ رکہیں سو خدا
تعالی ان آیتوں میں یہ سکہاتا ہے کہ جو مصیبتیں میں تم پر ڈالتا ہوں وہ بہی علم اور تجربہ کا ذریعہ ہیں یعنے
اُن سے تمہارا علم کامل ہوتا ہے اور پہر آگے فرماتا ہے کہ تم اپنے مالوں اور جانوں میں بہی آزمائے جاؤگے
لوگ تمہارے مال لوٹیں گے تمہیں قتل کریں گے اور تم یہودیوں اور عیسائیوں اور مشرکوں کے ہاتھہ سے بہت
ہی ستائے جاؤگے وہ بہتکچہ ایذا کی باتیں تمہارے حق میں کہیں گے پس اگر تم صبر کروگے اور بیجا باتوں سے
بچوگے تو یہ ہمت اور بہادری کا کام ہوگا ـ ان تمام آیات کا مطلب یہ ہے کہ بابرکت علم وہی ہوتا ہے
جو عمل کے مرتبہ میں اپنی چمک دکہاوے اور منحوس علم وہ ہے جو صرف علم کی حد تک رہے کبھی عمل تک
نوبت نہ پہونچے

جاننا چاہیے کہ جس طرح مال تجارت سے بڑہتا اور پہولتا ہے ایسا ہی علم عملی مزاولت سے اپنے
روحانی کمال کو پہونچتا ہے ـ سو علم کو کمال تک پہونچانے کا بڑا ذریعہ عملی مزاولت ہے مزاولت سے علم
میں نور آجاتا ہے اور یہہ بہی سمجھو کہ علم کا حق الیقین کے مرتبہ تک پہونچنا اور کیا ہوتا ہے یہی تو ہے
کہ عملی طور پر ہر ایک گوشہ اسکا آزمایا جائے چنانچہ اسلام میں ایسا ہی ہوا جو کچھ خدا تعالے نے قرآن کے
ذریعہ سے لوگوں کو سکہایا انکو یہہ موقع دیا کہ عملی طور پر اس تعلیم کو چمکاویں اور اسکے نور سے پر ہوجاویں
اسی غرض سے خدا تعالی نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح کو دو حصہ پر منقسم کردیا ایک حصہ دکہوں
اور مصیبتوں اور تکلیفوں کا اور دوسرا حصہ فتحیابی کا تا مصیبتوں کے وقت میں وہ خلق ظاہر ہوں جو
مصیبتوں کے وقت ظاہر کرتے ہیں اور فتح اور اقتدار کے وقت میں وہ خلق ثابت ہوں جو بغیر اقتدار

کے ثابت نہیں ہوتے سو ایسا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دونو قسم کے اخلاق دونو زمانوں اور دونو حالتوں کے وارد ہونے سے کمال وضوح سے ثابت ہو گئے چنانچہ وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تیرہ برس تک مکہ معظمہ میں شامل حال رہا اس زمانہ کی سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھلانے چاہئیں یعنے خدا پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارہ کرنا اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکھلاوئے جو کفار ایسی استقامت کو دیکھکر ایمان لائے اور شہادت دی کہ جبتک کسی کا پورا بھروسا خدا پر نہ ہو تو اس استقامت اور اس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کر سکتا۔

اور پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنے فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اعلے اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہیں اخلاق کو دیکھکر ایمان لایا دکھ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا انکے محتاجوں کو مال سے مالا مال کر دیا اور قابو پاکر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخشدیا چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپکے اخلاق کو دیکھکر گواہی دی کہ جب تک کوئی خدا کی طرف سے اور حقیقۃً راستباز نہ ہو یہ اخلاق ہرگز دکھا نہیں سکتا یہی وجہ ہے کہ آپکے دشمنوں کے پرانے کینے یک لخت دور ہو گئے آپ کا بڑا بھاری خلق جسکو آپنے ثابت کرکے دکھلا دیا وہ خلق تھا جو قرآن شریف میں ذکر فرمایا گیا ہے اور وہ یہ ہے قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنے ان کو کہدے کہ میری عبادت اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا خدا کی راہ میں ہے یعنے اسکا جلال ظاہر کرنے کے لیے اور نیز اسکے بندوں کے آرام دینے کے لیے ہے تا میرے مرنے سے انکو زندگی حاصل ہو اسجگہ جو خدا کی راہ میں اور بندوں کی بھلائی کے لیے مرنیکا ذکر کیا گیا ہے اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ آپنے نعوذ باللہ جاہلوں یا دیوانوں کی طرح درحقیقت خودکشی کا ارادہ کر لیا تھا اس وہم سے کہ اپنے تئیں کسی آلہ قتل کے ذریعہ سے ہلاک کر دینا اوروں کو فائدہ پہونچائیگا بلکہ آپ ان بیہودہ باتوں کے سخت مخالف تھے اور قرآن ایسی خودکشی کے مرتکب کو سخت مجرم اور قابل سزا ٹھیراتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ یعنے خودکشی نہ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنی موت کے باعث نہ ٹھیرو اور یہ ظاہر ہے کہ اگر مثلاً خالد کے پیٹ میں درد ہو اور زید اسپر رحم کر کے اپنا سر پھوڑ لے تو زید نے خالد کے حق میں کوئی نیکی کا کام نہیں کیا۔

لگا اپنے سر کو احمقانہ حرکت سے ناحق پھوڑا انکی کا کام تب ہوتا جب زید خالد کی خدمت میں مناسب اور مفید طریق کے ساتھ سرگرم رہتا اور اسکی ایسی عمدہ دوا تجویز
کرتا اور طبابت کے قواعد کے موافق اسکا علاج کرتا مگر اسکے سر کے پھوڑنے سے زید کو تو کوئی فائدہ نہ پہونچا ناحق اسنے اپنے وجود کا ایک شریف عضو کو کم
پہونچایا غرض اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی ہمدردی اور محنت اٹھانے سے بنی نوع کی بھلائی کے لیے جان کو وقف کر دیا تھا
اور دعا کے ساتھ اور تبلیغ کے ساتھ اور انکے جور وجفا اٹھانے کے ساتھ اور ہر ایک مناسب اور حکیمانہ طریق کے ساتھ اپنی جان اور اپنے آرام کو اس راہ
میں فدا کر دیا تھا جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُکَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ کیا تو
اس غم اور اس سخت محنت میں جو لوگوں کے لیے اٹھا رہا ہے اپنے تئیں ہلاک کر دیگا اور کیا ان لوگوں کے لیے جو حق کو قبول نہیں کرتے تو حسرتیں کھا کھا کر
اپنی جان دیگا سو قوم کی راہ میں جان دینے کا حکیمانہ طریق یہی ہے کہ قوم کی بھلائی کے لیے قانون قدرت کے مفید راہوں کے موافق
اپنی جان پر سختی اٹھاویں اور مناسب تدبیروں کے بجالانے سے اپنی جان اپنے فدا کر دیں یہ کہ قوم کو سخت بلا یا گمراہی میں دیکھکر اور
خطرناک حالت میں پاکر اپنے سر پر پتھر مار لیں یا دو تین رتی اسٹرکنیا کھا کر اس جہان سے رخصت ہو جائیں اور پھر گمان کریں کہ ہمنے
اپنی اس حرکت بیجا سے قوم کو نجات دیدی ہے یہ مردوں کا کام نہیں ہے زنانہ خصلتیں ہیں اور بزدل بے حوصلہ لوگوں کا ہمیشہ سے یہی طریق ہے
کہ مصیبت کو قابل برداشت نہ پاکر جھٹ پٹ خودکشی کی طرف دوڑتے ہیں ایسی خودکشی کی گو بعد میں کتنی ہی تاویلیں کی جائیں مگر یہ حرکت بلاشبہ
عقل اور عقلمندوں کا ننگ ہے مگر ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا صبر اور دشمن کا مقابلہ نہ کرنا معتبر نہیں ہے جسکو انتقام کا موقعہ ہی نہ ملا
کیونکہ کیا معلوم ہے کہ اگر وہ انتقام پر قدرت پاتا تو کیا کچھ کرتا جب تک انسان پر وہ زمانہ نہ آوے جو ایک مصیبتوں کا زمانہ
اور ایک مقدرت اور حکومت اور ثروت کا زمانہ ہو اسوقت تک اسکے سچے اخلاق ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتے صاف ظاہر ہے کہ جو
شخص صرف کمزوری اور ناداری اور بے اقتداری کی حالت میں لوگوں کی ماریں کھاتا مر جاوے اور اقتدار اور حکومت اور ثروت
کا زمانہ نہ پاوے اسکے اخلاق میں سے کچھ بھی ثابت نہ ہوگا اور اگر کسی میدان جنگ میں حاضر نہیں ہوا تو یہ بھی ثابت نہیں ہوگا
کہ وہ دل کا بہادر تھا یا بزدل ہوگا اسکے اخلاق کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم نہیں جانتے ہمیں کیا معلوم ہے کہ اگر وہ اپنے دشمنوں پر
قدرت پاتا تو انسے کیا سلوک بجالاتا اور اگر وہ دولتمند ہو جاتا تو اس دولت کو جمع کرتا یا لوگوں کو دیتا اور اگر وہ کسی میدان جنگ
میں آتا تو دم دبا کر بھاگ جاتا یا بہادروں کیطرح ہاتھ دکھاتا مگر خدا کی عنایت اور فضل نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اخلاق
کے ظاہر کرنیکا موقعہ دیا چنانچہ سخاوت اور شجاعت اور حلم اور عفو اور عدل اپنے اپنے موقعہ پر ایسے کمال سے ظہور میں آئے کہ صفحہ دنیا میں اسکی نظیر
ڈھونڈھنا لاحاصل ہے آپنے دونوں زمانوں ضعف اور قدرت اور ناداری اور ثروت میں تمام جہان کو دکھلا دیا کہ وہ ذات پاک کس اعلیٰ
درجہ کے اخلاق کے جامع تھے اور کوئی انسانی خلق اخلاق فاضلہ میں سے ایسا نہیں ہے جو اس کے ظاہر ہونے کے لیے
آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک موقعہ نہ دیا شجاعت۔ سخاوت۔ استقلال۔ عفو۔ حلم۔ وغیرہ

وغیرہ تمام اخلاق فاضلہ ایسے طور پر ثابت ہو گئے کہ دنیا میں اسکی نظیر کا تلاش کرنا طلب محال ہے ہاں یہ سچ ہے کہ جنھوں نے ظلم کو انتہا تک پہونچا دیا اور اسلام کو نابود کرنا چاہا خدا نے ان کو بھی بے سزا نہیں چھوڑا کیونکہ انکو بے سزا چھوڑنا گویا راستبازوں کو اُن کے پیروں کے نیچے ہلاک کرنا تھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں کی ہرگز یہ غرض نہ تھی کہ خواہ نخواہ لوگوں کو قتل کیا جائے وہ اپنے باپ دادا کے ملک سے نکالے گئے تھے اور بہت سے مسلمان مرد اور عورتیں بے گناہ شہید کیے گئے تھے اور ابھی ظالم ظلم سے باز نہیں آتے تھے اور اسلام کی تعلیم کو روکتے تھے لہذا خدا کے قانون حفاظت نے یہ چاہا کہ مظلوموں کو بالکل نابود ہونے سے بچالے سو جنھوں نے تلوار اٹھائی تھی اُنھیں کے ساتھ تلوار کا مقابلہ ہوا غرض قتل کرنے والوں کا فتنہ فرو کرنے کے لیے بطور مدافعت شر کے وہ لڑائیاں تھیں اور اسوقت ہوئیں جبکہ ظالم طبع لوگ اہل حق کو نابود کرنا چاہتے تھے اس حالت میں اگر اسلام اس حفاظت خود اختیاری کو عمل میں نہ لاتا تو ہزاروں بچے اور عورتیں بے گناہ قتل ہو کر آخر اسلام نابود ہو جاتا یاد رہے کہ ہمارے مخالفین کی یہ بڑی زبردستی ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ الہامی ہدایت ایسی ہونی چاہیے جسکے کسی مقام اور کسی محل میں دشمنوں کے مقابلہ کی تعلیم نہ ہو اور ہمیشہ علم اور نرمی کے پیرایہ میں اپنی محبت اور رحمت کو ظاہر کرے ایسے لوگ اپنی دانست میں خدائے عزوجل کی بڑی تعظیم کر رہے ہیں کہ جو اسکی تمام صفات کاملہ کو صرف نرمی اور ملائمت پر ہی ختم کرتے ہیں لیکن غور کرنے والوں پر بآسانی کھل سکتا ہے کہ یہ لوگ بڑی موٹی اور فاش غلطی میں مبتلا ہیں خدا کے قانون قدرت پر نظر ڈالنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے لیے وہ رحمت محض تو ضرور ہے مگر وہ رحمت ہمیشہ اور ہر حال میں نرمی اور ملائمت کے رنگ میں ظہور پذیر نہیں ہوتی بلکہ وہ سراسر رحمت کے تقاضا سے طبیب حاذق کی طرح کبھی شربت شیریں ہمیں پلاتا ہے اور کبھی دوائی تلخ دیتا ہے اسکی رحمت نوع انسان پر اسطرح وارد ہوئی ہے جیسے ہم میں سے ایک شخص اپنے تمام وجود پر رحمت رکھتا ہے اس بات میں کسیکو شک نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک فرد ہم میں سے اپنے سارے وجود سے پیار رکھتا ہے اور اگر کوئی ہمارے ایک بال کو اکھاڑنا چاہے تو ہم اسپر سخت ناراض ہوتے ہیں لیکن باوجود اسکے کہ ہماری محبت جو ہم اپنے وجود سے رکھتے ہیں ہماری تمام وجود میں بٹی ہوئی ہے اور تمام اعضا ہمارے حقیقت میں ہمارے لیے پیارے ہیں ہم کسی کا نقصان نہیں چاہتے مگر پھر بھی یہ بات بداہت ثابت ہے کہ ہم اپنے تمام اعضا سے ایک ہی درجہ کی اور یکسان محبت نہیں رکھتے بلکہ اعضاء رئیسہ و شریفہ

کی محبت جنپر ہماری مقاصد کا بہت کچھ مدار ہے ہمارے دلوں پر غالب ہوتی ہے ایسا ہی ہماری نظر میں ایک ہی عضو کی محبت کی نسبت مجموعہ عضا کی محبت کی نسبت مجموعہ عضا کی محبت بہت بڑھکر ہوتی ہے پس جب کبھی ہمارے لیے کوئی ایسا موقعہ آپڑتا ہے کہ ایک شریف عضو کا بچاؤ ادنی درجے کے عضو کے زخمی کرنے یا کاٹنے یا توڑنے پر موقوف ہوتا ہے تو ہم جان کے بچانے کے لیے بلا تامل اُسی عضو کے زخمی کرنے یا کاٹنے پر مستعد ہوجاتے ہیں اور گو اسوقت ہمارے دل میں یہ رنج بھی ہوتا ہے کہ ہم اپنے ایک پیارے عضو کو زخمی کرتے یا کاٹتے ہیں مگر اس خیال سے کہ اس عضو کا فساد کسی دوسرے شریف عضو کو بھی ساتھ ہی تباہ نہ کرے ہم کاٹنے کے لیے مجبور ہوجاتے ہیں پس اسی مثال سے سمجھ لینا چاہیے کہ خدا بھی جب دیکھتا ہے کہ اُس کے راستباز باطل پرستوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے ہیں اور فساد پھیلتا ہے تو راستبازوں کی جان کے بچاؤ اور فساد کے فرو کرنے کے لیے مناسب تدبیر ظہور میں لاتا ہے خواہ آسمان سے خواہ زمین سے اسلیے کہ وہ جیسا کہ رحیم ہے ویسا ہی حکیم بھی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت مرزا صاحب کی تقریر کے ختم ہونے سے پہلے ہی مقررہ وقت تقریر ختم ہوچکا تھا۔ لیکن اختتام وقت پر حضار جلسہ ایک طرف اور سو ڈیڑھ صاحبان دوسری طرف اس بات پر زور دیتے تھے کہ تقریر کے ختم ہونے کے لیے وقت بڑہایا جاوے۔ جسپر پریسیڈنٹ اگزیکٹو کمیٹی نے نہایت خوشی سے ازدیادی وقت کی اجازت دیکر ہزار ہادلوں کو خوش کیا اس تقریر کے بعد مسٹر رو صاحب بہادر کا وقت تھا جو تعلیم یافتہ عیسائیوں میں سے عیسائیت کی طرف سے دوسرے وکیل تھے۔ آپنے یہہ بیان کیا کہ آپکو چونکہ زبان اردو پر کامل قدرت حاصل نہیں اور وہ انگریزی میں اپنا اظہار خیالات پسند نہیں کرتے دوسری طرف ابھی جنرلسٹ مورلیس صاحب کی تقریر کسیقدر تکمیل چاہتی ہے۔ اسلیے وہ پسند کرتے ہیں کہ اون کا وقت مسٹر مورلیس کو ہی دیا جاوے۔ اور نیز اونہوں نے اپنی تقریر سے مسٹر رو صاحب کو واقف کردیا ہے

جناب مسٹر مارلیس صاحب بہادر خزلمٹ

بجای مسٹر رو صاحب بہادر سابق ہیڈ ماسٹر اچیسن ہائی سکول لاہور

کل جو میں نے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ انسان کو یہہ کہنا ضرور ہی کہ وہ کیا ہے کہ خدا نے ہمکو کیا بنادیا ہے یعنی وہ خاک تھا اور ہمکو اپنی تمام مخلوقات کا مرکز بنادیا ہے ایسا کہ تم دنیا کی تمام اشیا کا خلاصہ ہو۔ اور پھر اس بات کا زور دیا گیا تھا کہ ہمکو خدا کا نہایت ہی شکر گذار ہونا چاہیئے۔ اور ہم اسکا شکریہ کبھی ادا نہیں کرسکتے اور ہمارا گناہ کرنا ایک بڑی بھاری ناشکرگزاری ہے۔ اور اسکی سزا بہت بڑی ہونی چاہیے۔ ایسا کہ ایک گناہ کی سزا بھی بےحد ولا انتہا ہوتی ہے اور اس سزا کا ہم اندازہ نہیں کرسکتے۔

لیکن اس سزا سے ہمکو خدا نے اپنی محبت کے وسیلہ سے بچایا جبکہ خدا کی طرف ہماری محبت لگ جاوے تو ہم سب گناہوں سے بچ جاتے ہیں۔ لیکن یہہ محبت اسوقت پوری ہوتی ہے جبکہ ہم خدا کے فضل کی طرف باوجود اپنے گناہگار ہونے کے دیکھتے ہیں۔

پس جب ہمارے علم کا ایک منبع ہماری سمجھ ہے۔ اور دوسرا منبع وحی ہے اس وحی کے ذریعہ سے ہم جان سکتے ہیں کہ ہم کیونکر ان گناہوں کے ساتھہ نجات پاسکتے ہیں۔

کیا ہم سب کے سب جہنم میں جاوینگے۔ نہیں۔ خدا ایسا نہیں کریگا کہ ہم سب کو دوزخ میں ڈالے

جیسا کہ اوس نے اور سب کاموں کے لیے وحی کیئے ایسا ہی اوس نے نجات کے لیئے بھی وحی کی کہ میری
محبت بے پایاں ہے اور اسکا کوئی انجام نہیں - پس ہم کیونکر دیکھیں کہ خدا کی محبت ہماری بڑی بات ہے
جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے گناہوں کا علاج نہیں کر سکتے تو اسکی محبت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تمام
عالموں اور حکیموں نے ہمیشہ سے کوشش کی کہ خدا کو پاویں لیکن انکی گناہوں کی دیوار ایسی بھاری ہے
کہ وہ نہیں ٹوٹی اور بھار ہٹایا نہیں جا سکتا وہ خالق جس نے ہمکو خاک سے پیدا کیا جس نے تاریکی کو روشن
کیا وہ اپنے ایک کلام سے ایسا کر سکتا ہے کہ ہمکو ہمارے اصلی درجہ تک پہونچا دیوے - جب کہ ہم خدا
کی طرف دیکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمکو اپنی رحمت سے بچالیوے تو جس نے اس مردہ زمین کو
زندہ کرتا ہے ایسا ہی وہ کسی شکل اور صورت کے وسیلہ سے ہمکو بچاتا ہے - عیسی مسیح کے حصہ میں یہ مقرر
کیا گیا کہ انسان کے لیے کفارہ ہو - مقرر تھا کہ انسان کے لیے جو گناہگار رہے نجات کا سبب ہو - وہ
ہماری طرح انسان نہیں - عیسائی اسکو خدا مانتے ہیں - ضرور تھا کہ خدا اسکو ایک خاص حالت میں
ظاہر کرے -

جیسا ناپاک ہو تو پاک بہشت میں داخل ہو سکتا - جیسا ہم کہتے ہیں کہ ضرور ہے کہ ہمکو سزا دیجاوے
تو ہم امید نہیں کر سکتے کہ ہم بچ جاویں خدا نے ایک ایسا راہ دکھایا جب کہ کوئی راہ نہ رہ سکا -
پس خدا نے انسان کے لیئے انسان کی صورت پکڑی اور ایسے طور پر تاکہ انسانی مصیبت
کو آزماوے اور دیکھے اور معلوم کرے - پتھر اور درخت ہو اسلئے نہیں بنایا -

دوسری باتیں ہماری اور آپکی سب ملتی ہیں - مگر جھگڑا صرف یسوع کی خدائی میں ہے -
کیونکہ یہ ایک علحدہ اور خاص بات ہے - اب جب کہ خدا نے ہمکو ایسا پیار کیا کہ ہمارا جسم اختیار کیا
اور ہمارے لیے مارا گیا - تو ایک دوسرا سلسلہ ہمارے سمجھنے کا پیدا ہوا ہے یعنے ہمارا ایمان -
اس حالت میں ایمان یہہ ہاکہ اگرچہ خدا کا گناہگاروں سے پیار کرنا - ناممکن ہے - مگر پھر بھی ایسا کرتا
ہے کہ تمہارے ساتھ محبت خدا کی ایسی ہے جو ہم سمجھ نہیں سکتے -

عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان لاؤ اور نجات پاؤ -

لوگ اسپر ہنستے ہیں - اور یہہ ایک بڑا سوال ہے -

لیکن کس بات پر ایمان لانا ہے - اسپر کہ خدا ہم گناہگاروں سے بیحد محبت کرتا ہے - یہہ بات

ہم یسوع میں دیکھتے ہیں۔ جب میں اپنے دوست کو بجیدہ روپیہ کے ساتھ قید سے بچاتا ہوں تو میری محبت
کا اظہار روپیہ سے ہوتا ہے اور اگرچہ لوگوں کے لئے وہ فقط چاندی ہے مگر میرے دوست کے لیے محبت کا
اظہار ہے۔ کیا ممکن ہے کہ خدا جسم میں قید ہو۔

جیسا قیمت چاندی میں قید نہیں ہوتی ویسے ہی یہاں بھی ہوا۔ خدا جہاں ہر جگہ ہے۔ لیکن ہمارے پیارے
یسوع کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ اور ایمان ہمکو نثار کر بچا لایا ہے۔ وحی ضرور ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا
ہے۔ وہ انسان کو اوپر لے جاتی ہے۔ اور یہ وحی اس طور سے خدا نے ہم پر ظاہر کی اور اوس پر ایمان لانا
ضروری ہے۔ جو لوگ مانتے ہیں کہ ہم درحقیقت گنہگار ہیں اور اس طرح خدائی کا گویا کہ اقرار کیا ہے۔
انسان اس غرور پر پڑتا ہے۔ تو اسوقت اس خرابی سے ہم کو بچا لیتی ہے۔ کہ اگرچہ ہم اپنے گناہ گار ہیں تو
خدا ہمکو بچا لیتا ہے۔ کون ہے جو یقین کرے کہ خدا ہمارے لیے قربان ہوا پھر بھی گناہ کرتا ہے۔ کون
ایسا ایمان لاکر پھر گناہ کر سکتا ہے۔

جب انسان خدا پر ایسا ایمان لاتا ہے تو پھر وہ گناہ سے نفرت رکھتا ہے جب وہ آہنی زنجیر پاکیزگی
کی جو ہماری اور خدا کے درمیان تھی ٹوٹ گئی تو اسکو کیونکر بنائیں۔ اسکا علاج یہ کہ اسکو آگ میں ڈالکر
از سر نو بنائیں۔ ایسے ہی خدا کی نسبت کی آگ یسوع کے ذریعہ سے ہمکو معلوم ہوتی ہے۔ تو ہم ایک نئی
زندگی پاتے ہیں۔ اور ایک نئی انسانیت ہم میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے گذشتہ گناہوں کو پھر کوئی
نہیں پوچھے گا۔ اور بہشت میں اسکا ذکر نہیں ہوگا۔

اگرچہ لوگ ہمکو برا کہتے ہیں۔ پھر بھی ہم سب کو اپنا بھائی سمجھتے اور مانتے ہیں۔ جسکے دل میں یہ
محبت ثابت ہو جاوے وہ ضرور اپنی کل جان خدا پر نثار کرے گا۔ جب بڑھی اماں کہتی ہے کہ میں
تم پر صدقہ ہو جاؤں تو خدا کی محبت کی اور اسکے اظہار کے لیے ہم کیوں اپنی جان کو صدقہ نہ کرینگے
اور اسوقت ہم مان لیتے ہیں کہ اگر وہ ایسا جا ہے کہ جب تلوار کام نہ کرے اسوقت سقلی گر اوس کو فوراً
درست کر دیوے۔

جب اور محبت ہم میں ایسا زور کرتی ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کس طرح صبر کرتا ہے تو
ہم بھی صبر کرینگے۔

جب انسان کی حالت نزاع آتی ہے۔ اور موت کا وقت آجاتا ہے تو اسکے وسیلے سے ہمنے

اپنے محبوب کو دیکھنا ہوتا ہے - اور موت ہمارے لیے اس خوشی کا موجب ہوتا ہے کہ ہم خدا کے ساتھ ایک اتصال پیدا کرینگے - ہم جبکہ شروع میں تخت سے اتار کر آپ بیٹھنا چاہتے تھے اسوقت جب کہ ہم اسکی محبت کے ساتھ ایک ہوگئے ہیں تو ہماری اور ہمارے محبوب کی چیزیں ایک ہوجاتی ہیں -

اور خدا کی بادشاہت سب ہمارے واسطے ہوجاتی ہے اور اس محبت کو روز بروز درجہ بدرجہ ترقی ہوتی چلی جائیگی - اور جیسا کہ خدا بیحد و لاانتہا ہے ایسا ہی ہم کو بھی ہونا چاہیے - جیسا کہ ہمارا خدا ہے - اسوقت ہماری خوشی کامل ہوگی - لیکن ہمارے درجے سب کے الگ الگ ہونگے - مینے دہلی میں جلسے قیصری میں دیکھا کہ جہاں ہزاروں لوگ موجود تھے تو آتشبازی کے وقت واہ واہ کے سوا اور کچھ مینے نہ سنا - ایسا ہی بہشت میں ایک واہ واہ کا آوازہ ہمیشہ ابدالآباد لگا رہیگا - اسوقت میں نے تمام بہشت کو دکھایا ہے - اور سب چاہتے ہیں کہ وہاں جاویں لیکن خدا نے اپنی عین محبت ہم گنہگاروں پر ظاہر کی ہے کیا ہم ایسے خدا کے سامنے ہوکر دیکھ سکیں گے باوجود اپنے ان تمام گناہوں کے ہم دیکھتے ہیں کو خدا سے پیار کرنیوالوں کا ہر وقت خدا کے ساتھ ہونا ان لوگوں کے لیے ایک بڑی محبت کا موجب ہوگا -

لیکن اگر ہم گناہ اور مخالفت کریں تو جہاں جہاں ہم جاویں ہمارے لیے لعنت ہوگی - وہی طاقتیں جنکے وسیلہ سے عمدہ کام ہو سکتے ہیں اونہیں کے ذریعہ سے نہایت خراب کام ہم کر سکتے ہیں بُرے کاموں سے ہم جہنم میں ایسا ہی ہر وقت ہائے ہائے کرینگے - اور اسوقت توبہ کا موقعہ کسی کو نہ دیا جاویگا - اب میں مختصراً سب عرض کرتا ہوں - پانچواں سوال ہے علم کے ذریعہ میں -

(۱) ایک سمجھ اور عقل کا ذریعہ دوسرا ایمان کا ذریعہ **چوتھے** سوال کے متعلق عرض ہے کہ کل کام ملکر سب ایک کام ظاہر کر سکتے ہیں - مثلاً گھڑی میں تمام اشیا ملکر وقت ظاہر کرتی ہیں اور گھڑی کے تمام پرزے وغیرہ ایک بات ظاہر کرتی ہیں ایسا ہی تمام دنیا اور اسکی کاروبار ایک کام یعنے خوشی ظاہر کرتے ہیں شادی بیاہ روپیہ پیسہ اور کام کام صرف اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ میری خوشی ہے - تو جیسا ہم اپنی خوشی کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو یہ ہے اصل خوشی ہے روک ڈال دینے میں -

تیسرا سوال پہلے سوال میں آئیگا - اور سوال دوم کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ خدا کا جلال ہم آخری دنیا میں ظاہر کریں گے - اور اس سے زیادہ کوئی خیال نہیں کر سکتا کہ کیا ہوگا - وہاں ہم ساری دل و جان سے اسکو پیار کریں گے - سوال اول میں باقی سب سوال جذب ہوجاتے ہیں

اپنی جسمی اور عقلی اور اخلاقی طاقتوں کو جب ہم استعمال کرکے ٹھوکر کہاتے ہیں تو جب ہم مانیں گے کہ ہماری یہہ تمام چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ جب جسکا جو منصب ہوتا ہے اسکو دیتے ہیں تو یہہ خلق ہمارا خوب ہوتا ہے۔ ایک بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ کہ جب ہم ایک مجلس میں جسمیں سب لوگ آویں اور مذہب کو تلاش کریں تو اسوقت نہیں صرف مذہب کے تلاش کا خیال رکھنا چاہیئے اور اپنے اپنے مذہب کا خیال ایسا کرنا نہیں چاہیے۔ اور ہر ایک مذہب کی باتیں سُنکر تلاش کرنا چاہیئے۔ کہ خدا کیا ہے اور ہم اسکو کیونکر پا سکتے ہیں۔

ہماری زندگی کا کوئی ہنگامہ نہیں۔ خدا اسکے سوا اور نہیں چاہتا کہ اسکا جلال ظاہر کیا جاوے اسکی بڑائی ایسی ہے کہ اس تک ہم پہنچ نہیں سکتے۔ ہم سب کے سب خدا کے جلال کو ظاہر کریں۔ یہی ہماری خوشی ہے اور اس میں ہماری خوشی شامل حال ہے۔ سکندر اعظم نے جب تمام دنیا کو فتح کیا تو افسوس کیا کہ اور دنیا فتح کرنے کو نہیں بلکہ بڑوں کو اور بھی زیادہ تکلیف ہوئی ہے۔ لوگ دنیا کی طاقت حاصل کرکے خوش نہیں ہیں۔ انسان کسی چیز سے سیر نہیں ہوتا۔ سوائے خدا کے جو بیحد اور لا انتہا ہے۔ پس ہماری کارروائی کا تتمہ یہی ہے کہ ہم خدا کا جلال ظاہر کریں۔

اسلیے ہمیں ہمیشہ خدا کی طرف خیال کرنا چاہیے اور کوئی غرور اور گھمنڈ اور شیخی ہرگز درمیان میں نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ خدا ایک ہے۔ اور اسکی محبت کا رستہ ایک ہے۔ ہمیں چاہیے کہ خدا میں ہوکر ہم ہر ایک سے محبت کریں۔

وقفہ

بعد از نماز ظہر

عالیجناب پنڈت گوپی ناتھ صاحب سیکرٹری سناتن دھرم سبھا لاہور

اے حاضرین جلسہ بہت تنگ وقت پر مجھے آمادہ کیا گیا ہے کہ میں بھی اس جلسہ میں سناتن ہندو دھرم

پر تقریر کروں۔ اور چونکہ لکھے ہوئے مضامین پڑھنے کی قید اٹھا دی گئی ہے اور مجھے اپنے مکرم دوستوں کے ارشاد کی تعمیل منظور تھی لہذا اس تنگی وقت میں جو کچھ کہ ہو سکتا ہے میں سناتن دہرم کی عظمت کی بابت میں آپکے روبرو پیش کرتا ہوں۔ میرے اس وقت تقریر کرنے پر آمادہ ہونے سے یہ خیال نہ کیا جاوے کہ میں اپنے آپ کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ کما حقہ طور پر اس عالی شان سناتن دھرم کی عظمت اور اسکی خوبیوں کا ذکر کر سکوں۔ اس عالی شان دھرم کی خوبیاں عمدگی کے ساتھ ظاہر کرنے کے لیے بڑے بڑے لائق اور فاضل وددانوں کی ضرورت ہے۔ کہ جنکا خاکپا ہونے کا درجہ بھی مجھی حاصل نہیں ہے۔ نہ میری اس تقریر سے یہ مراد سمجھی جاوے کہ جو کچھ میں اس میں بیان کروں گا فقط اسیقدر خوبیاں اس سناتن دھرم میں ہیں کہ جسکا ناچیز معتقد ہونے کا فخر مجھ کو حاصل ہے۔ اس سناتن دھرم کی خوبیاں بیشمار ہیں۔ ایک معمولی انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ کلی طور پر اسکی خوبیوں کا بیان کر سکے اسکی خوبیاں سمجھنے اور سمجھانے کے لیے بڑے بڑے فاضلوں کی ضرورت ہے اور بڑی بھاری اعلے درجہ کی گہری توجہ اسکے لیے درکار ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ بہت زیادہ وقت کی اسکے لیے ضرورت ہے کہ آدمی سمجھے اور پرکھے اور تجربہ کرے اور روشن ضمیری حاصل کرکے پھر اسکی خوبیوں کا قائل ہو۔

اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ آجکل زمانہ کی ہوا ایسی چل رہی ہے کہ سناتن دھرم کو بڑی مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے اور بہت سے نئے مذہب اور علاوہ ازیں دنیاداری کے دھندوں میں پھنسے ہوئے دل۔ اس دنیا کی خوشیوں اور راحتوں کے سامان کے حاصل کرنے میں ڈوبے ہوئے۔ اور اسی دنیا کی آسائشوں کے حصول کو ہی اپنا اصلی مدعا خیال کرتے ہوئے آخرت کو بھولے جاتے اور بے اعتقادی اور لامذہبی کے بھنور میں پھنسے ہوئے اس دھرم کی خوبیوں سے بوجہ آرام طلبی کے بے بہرہ ہو رہے ہیں لیکن یہ واضح رہے کہ اس سے سناتن دہرم کی حقیقی عظمت میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ اگر نہ جاننے کی وجہ سے یا تمیز کی عقل ندارد ہونے کے باعث سے کوئی ہیرے اور جواہرات کی قدر نہیں جانتا اور اسکی قیمت جاننے کا مادہ نہیں رکھتا تو اس سے ہیرے اور جواہرات کی اصلی خوبیوں میں کوئی فرق آنا ممکن نہیں ہے بلکہ وہ جیسے ہیں ویسے ہی ہیں۔ اسیطرح سناتن دہرم کی فضیلت کا حال ہے۔ نہ جاننے والے کی اپنی عدم واقفیت کا قصور ہے نہ کہ سناتن دھرم کا۔

اگرچہ زمانہ کی ناموافق ہوا سے اعتقادی کے جھونکے اڑاتی ہوئی بہت سے لوگوں کو دہرم سے

ڈانواڈول کررہی ہے لیکن یہہ یاد رہے کہ سچا بہادر وہی ہے جو اس ناموافق ہوا میں بھی اپنے دھرم پر اٹل کھڑا رہے اور ہوا کے جھونکوں سے ادھر اُدھر جھک کر اپنی مضبوط بنیاد سے اکھڑ نہ جاوے + ایسے بہت سے موقعے۔ تاریک اور بھیانک موقعے۔ دل کو ہلانے والے موقعے۔ تاریخ کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں جو درحقیقت انسان کے لیے امتحان کے موقعے ہوتے ہیں کہ آیا اس وقت ایسے نازک موقعوں پر وہ اپنے دہرم پر قائم رہتا ہے یا کسی کے ڈر کے مارے یا اپنی تباہی دیکھکر یا دوسری جانب میں اپنی آسائش اور آرام دیکھکر وہ اپنے دھرم سے گر پڑتا ہے + مضبوط دل اور مستقل مزاج لوگوں کے لیے ایسے موقعے مبارک اور غنیمت ہوتے ہیں اور انہیں موقعوں پر وہ اپنی عظمت اور استقلال کا امتحان دیکر اس میں کامیاب ہوکر وہ نام دنیا کے لیے چھوڑ جاتے ہیں کہ اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لیے وہ نمونہ ہوتے ہیں۔

ہمارے یہاں سری تلسی کرت رامائن میں ایک قول ہے کہ :- دھیرج دہرم - متر اور نار - آپت کال پرکھیے چار +

धीरजधर्म मित्र अरुनार • आपत काल परिखियेचार

معنے اسکے یہ ہیں کہ دہیرج یعنے استقلال ا دھرم (یعنے پابندی مذہب) متر (یعنے دوست اور نار (یعنے عورت) ان چاروں کا امتحان مصیبت کیوقت ہی ہو سکتا ہے۔

جب تک ایک آدمی ہر ایک طرح سے آسودہ ہے اور کوئی تکلیف اسکو نہیں ہے اسوقت تک اسکے استقلال کا کوئی امتحان ہونا ممکن نہیں ہے - ہر ایک آدمی ایسی حالت میں مستقل مزاج ہونے کا دم بہر سکتا ہے - لیکن جب مصیبت سر پر آجاوے اسوقت اگر کوئی نیچ کام اس سے نہیں ہوتا اور اسطرح سکوت کے ساتھ مصیبت کو جھیل کر وہ اپنی شرافت پر کھڑا ہے تب ہی اسکو مستقل مزاج کہہ سکتے ہیں - ورنہ اگر مصیبت کیوقت وہ چوری کرنے دغا مکر فریب پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اُس کا استقلال کہاں رہا جو آسودگی کی حالت میں ہمیں دکھائی دیتا تھا ؟ -

اسیطرح دہرم کا امتحان بھی مصیبت کے وقت ہی ہوتا ہے - کیا معنے کہ آسودگی کے موقع پر ممکن ہے کہ ہر ایک آدمی مذہب کا پابند خود کو ظاہر کرے لیکن جسوقت آفت آجاوے - جسوقت دھرم سے پھرانے کے لیے دشمن کی تلوار سر پر ہو - جسوقت دہرم کی پابندی کرنے میں سراسر تکلیف معلوم ہو - جسوقت ہم جنسوں میں بقولیکہ شرم اٹھانی پڑے - جسوقت کہ دھرم کی قید ونے

کو توڑنے میں بظاہر آسودگی اور آرام دکھائی دے۔ ایسے وقت پر جو دھرم پر قائم اور پابند رہتا ہے وہی اس امتحان میں پورا اترتا ہے۔ ورنہ تکلیف اور مصیبت سے ڈر کر جو شخص مذہب سے گر جاتا ہے یا آرام یا نفع کے لالچ سے غیر مذہب اختیار کر لیتا ہے وہ کسی کام کا نہیں۔ لہذا مصیبت کا موقع ہے دھرم کے امتحان کا ہے۔ آجکل کے زمانہ کی بھری ہوئی ہوا گویا کہ معتقدان دھرم کے لیے امتحان کا موقع ہے کہ کون اس میں دھرم سے بگھ ہوجاتا ہے اور کون مستقل رہتا ہے۔

دوست کا امتحان بھی مصیبت کے وقت پر ہی ہوتا ہے۔ جسوقت تک کہ میں آسودہ ہوں خوشحال ہوں۔ کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ اسوقت ممکن ہے کہ بہت سے اشخاص میری عزت کریں۔ آیے جناب۔ تشریف لایے وغیرہ الفاظ کہکر اپنی دوستی کا یقین دلاویں۔ جھک کر سلام وغیرہ بھی کریں۔ تعظیم دیکر عزت کی جگہہ پر بھی بٹھاویں۔ اور تمام اپنی اپنی دوستی کا دم بھریں۔ لیکن اصلی امتحان دوستوں کی دوستی کا ایسے موقع پر نہیں ہوسکتا۔ ایسے موقعوں پر تو خواہ مخواہ بھی ہر ایک انسان دوست بنجاتا ہے۔ لیکن خدانخواستہ اگر کوئی مصیبت مجھپر آجاوے۔ اور تکلیف سامنے دکھائی دیتی ہو اور مجھے دوستوں کی امداد کی ضرورت ہو۔ اسوقت جو شخص مجھے بھروسہ دے۔ میرا ساتھہ دے مجھکو پہلے ہی کی طرح عزت کی نظر سے دیکھے جیسا کہ میری آسودگی کے موقع پر دیکھتا تھا۔ اور میری امداد اس اڑے وقت میں کرے وہی اصل دوست کہلانے کا مستحق سمجھا جاسکتا ہے۔ ورنہ بہت سے دوست جو آسودگی میں میرے دوست تھے وہ مصیبت کے موقعہ پر بات تک پوچھنے کے روادار نہیں ہوتے۔ بلکہ نفرت کے ساتھہ پیش آتے ہیں۔ پس دوستوں کے امتحان کی کسوٹی بھی مصیبت ہی کا وقت ہے۔

یہی حال عورت کا ہے۔ جسوقت تک اسکا خاوند خوشحال ہے۔ اپنی جورو کی ہر ایک خواہش پوری کر سکتا ہے۔ اسکو زر و زیور سے خوش رکھ سکتا ہے اسوقت تک اگر وہ اس سے محبت کرتی ہے۔ اسپر نثار ہوتی ہے اسکا ہر ایک حکم بجا لاتی ہے۔ اسکی خاطر تواضع کرتی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ہر ایک عورت اس حالت میں کسی مرد کے ساتھہ یہی قسم کا سلوک کر سکتی ہے + لیکن اگر خدانخواستہ خاوند پر مصیبت آجاوے۔ یا وہ کمانے کے لائق نہ رہے یا اسکا کوئی انگ جاتا رہے اور وہ بدصورت ہوجاوے۔ ایسی مصیبت کے وقت بھی اگر عورت اسکے ساتھہ اسیطرح

سے محبت کرتی ہے۔ اسیطرح جیٹھے وغیروں سے اسکا آدر کرتی ہے۔ اسیطرح اسکا حکم بجالاتی ہے۔ اسیطرح اسکو تسلی دیتی ہے۔ جیساکہ پہلے کیا کرتی تھی۔ تب وہ بیشک امتحان میں پوری اتری سمجھی جاسکتی ہے ورنہ مصیبت کی موقع پر اگر وہ خاوند کو جھڑکتی ہے اسکو حقارت سے دیکھتی ہے۔ اسکی کچھ پرواہ نہیں کرتی تو وہ کس کام کی عورت ہے۔

پس اے سناتن دھرم کے پیروان بھائیو۔ اس موجودہ زمانہ کی مواگردی کی مصیبت کو اپنے لیے امتحان کا موقع سمجھو اور کوشش کرو کہ مستقل مزاجی کے ساتھ اس میں سے کامیاب ہوکر نکلو۔ خوشی اگر تم کو ہونی چاہیے تو اس امر کی کہ جس مذہب پر تمہارا اعتقاد ہے وہ ایسا لاثانی مذہب ہے کہ جسکی برابری اور کوئی مذہب نہیں کرسکتا اور اسکی عظمت ایسی ہے کہ لاچار ہر ایک کو سر جھکانا پڑتا ہے + چند خوبیاں میں بیان کرتا ہوں۔

اول۔ خیال کرو کہ اس دھرم کا نام سناتن دھرم ہے۔ لفظ سناتن کے معنے ہیں قدیم دہرم پس اس میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے کہ اس معاملہ میں یہہ دہرم اسم بامسمے ہے + ابتدائے آفرینش سے اگر کوئی مذہب چلا آیا ہے تو یہی سناتن دہرم ہے + کتب تواریخ ہر ایک دیگر مذہب کا حال بتاسکتی ہے کہ کون مذہب کب سے قائم ہوا۔ کسی مذہب کی تاریخ ابتدائے ١٩ سو سال ہے کسی کی تیرہ سو سال کسی کی ۵ سو سال وغیرہ۔ لیکن یہ سناتن دہرم وہ دھرم ہے کہ تاریخ کی زبان اسکے سامنے رک جاتی ہے + کوئی تواریخ نہیں بتاسکتی کہ اس مذہب کی ابتدا کب سے ہے + موجودہ تاریخ کے زمانہ سے بھی پہلے سے یہ مذہب چلا آتا ہے + ہمارے قدیم شاستر اور پران وغیرہ اتہاس جو موجودہ مروجہ تاریخ کے زمانہ سے بہی بہت پہلے کے بنے ہوئے ہیں وہ بھی اس سناتن دہرم کا بیان تو کرتے ہیں لیکن وہ بہی کوئی تاریخ نہیں بتاسکتے کہ کب سے یہ دہرم قائم ہوا۔ بہر موجودہ مروجہ علم تاریخ کی تو اس معاملہ کے اظہار میں حقیقت ہی کیا ہے؟ غرضکہ سناتن دہرم اس زمانہ سے چلا آیا ہے کہ جس زمانہ کا حال کوئی نہیں بتاسکتا کہ آج سے کتنے سو یا ہزار صدیاں پہلے یہ دہرم قائم ہوا + پس یہہ فضیلت اس دہرم میں ایسی ہے کہ جس میں یہ یکتا ہے اور کوئی دوسرا مذہب دنیا کا اسکی برابری نہیں کرسکتا۔

دوم یہ امر قابل خیال کرنے کے ہے کہ باوجودیکہ یہ مذہب ایسے ایک قدیم ترین زمانہ سے چلا آتا ہے کہ جسکی ابتدا کوئی انسان نہیں جانتا اور نہ کسی تاریخ سے اسکا پتہ چلتا ہے لیکن باوجود

اسکے یہ مذہب ابھی تک قائم ہے - اس عرصہ دراز میں بہت سے مذہب پیدا ہوئے اور نابود ہوگئے بہت سی قومیں پیدا ہوئیں اور نام آور ہوئیں لیکن اب ان کا نام لیوا کوئی نہ رہا - کئی ایک مذہب اس عرصہ میں قائم ہوئے لیکن حالت تزلزل میں آکر مٹ گئے - لیکن سناتن دھرم ابھی تک قائم ہے اور اپنے حلقہ میں کئی کروڑ لائق انسانوں کے گروہ کو سنبھالے ہوئے ہے + دیگر بہت سے مذاہب پیدا ہوکر اسی وقت تک قائم رہے کہ جب تک انکی پولٹیکل طاقت قائم رہی - یعنے جبتک کسی ملک کی حکومت انکے ہاتھ رہی اور جوں ہی پولٹیکل طاقت جاتی رہی وہ مذہب بھی ساتھ ہی نابود ہوگئے + اب بھی علاوہ سناتن دھرم کے جو دیگر مذاہب ابھی آن بان میں قائم ہیں انکا بہت سا مدار انکی پولٹیکل طاقت پر ہے جو انکو حاصل ہے + لیکن سناتن ہندو دھرم وہ دھرم ہے کہ باوجودیکہ کئی صدیوں سے اسکی پولٹیکل طاقت جاتی رہی اور اب اسکا کچھ بھی باقی نہیں ہے - تاہم یہ دھرم ابھی تک قائم ہے - جسکی وجہ سوای اسکے اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ مذہب صداقت کی مضبوط بنیاد پر کھڑا ہے - پولٹیکل طاقت کا زوال صداقت کا زوال نہیں کرسکتا ہے - اور جب تک جہان میں تحقیق راستی کا مادہ قائم رہے گا تب تک سناتن ہندو دھرم پر اس اس قدر آفتیں آئیں جو کسی اور مذہب پر نہ آئی ہونگی اور کئی دفعہ غیر مذاہب کے حکمرانوں نے بزور تلوار اس مذہب کو نیست و نابود کرنا چاہا اور لاکھوں کروڑوں کا خون کر ڈالا اور لاکھوں کروڑوں کو تبدیل مذہب پر مجبور کیا - لیکن تاہم یہ مذہب نابود نہیں ہو سکا اور یقین واثق ہے کہ کبھی نہ ہوگا + کیونکہ انسانوں کے قتل اور عبادت گاہوں کو منہدم کرنے سے راستی اور صداقت اور انصاف جہان سے غائب نہیں ہو سکتا اور جس مذہب کا مدار ان صفات پر ہو وہ بھی معدوم نہیں ہوگا

سوم - یہ بات قابل توجہ کے ہے کہ دنیا میں اگر قدیم سے قدیم کوئی مذہبی کتاب دستیاب ہو سکتی ہے تو وہ سناتن ہندو دھرم کی ہے - تمام دنیا کے مذہب کوئی ایسی مذہبی کتاب پیش نہیں کر سکتے جو سناتن دھرم کی مذہبی کتب سے قدیم ہو + تمام دنیا تسلیم کرتی ہے اور ہم .... تسلیم کرتی ہے کہ دنیا میں اگر پرانی سے پرانی کوئی مذہبی کتب ہیں تو وہ ہندوؤں کے وید مقدس ہیں - پس الہام کے معتقدان کو ماننا پڑیگا کہ اگر سب سے اول کوئی الہامی کتاب دنیا میں ہویدا ہوئی تو وہ وید مقدس ہیں اور اسکے ساتھ اور کسی مذہبی کتب کو درجہ برابری نہیں مل سکتا + علاوہ ازیں سناتن ہندو دھرم کا مذہبی لٹریچر اسقدر وسیع ہے کہ وہ بطور خود عالی شان ہے جسکی مثال

کسی غیر مذہب میں نہیں مل سکتی + دیگر مختلف مذاہب کی مذہبی کتب کی تحقیقات کی جاوے تو بہت معدودے
چند انکی تعداد نکلیگی اور کئی ایک مذاہب ایسے نکلیں گے کہ جن کا تمام سرمایہ مذہبی کتب ایک یا دو سے
زیادہ نہ ہوگا - لیکن سناتن دہرم وہ عالی شان دھرم ہے کہ جسکی لاانتہا مذہبی کتب پائی جاتی ہیں - اور
اگرچہ یہہ سچ ہے کہ لاکھوں ہی کتابیں اسکی زمانہ کی ناموافقت اور غیر مذاہب کے مظالم سے برباد کی گئیں
اور حماموں تک گرم کرنے میں استعمال کی گئیں - لیکن پھر بھی اس موجودہ وقت میں بھی اسکا مذہبی لٹریچر
ایسا دقیق اور وسیع موجود ہے کہ بڑے بڑے محققان خرچ کثیر کے ساتھ اس لٹریچر کی مکمل فہرست تیار
کرنے کو آمادہ ہوئے اور اگرچہ اونہوں نے لاکھوں ہی کتب کی فہرست تیار کی - لیکن تاہم اس بات کے
دعوی کرنے کا حوصلہ انکو نہیں ہوا کہ اونہوں نے مکمل فہرست تیار کرلی ہے + یہ بات اس امر کی دلیل ہے
کہ اس سناتن دھرم میں اس قدر وسیع تعداد عالمان زاہدان اور متلاشیان حقیقت کی پیدا ہوئی ہے
کہ جو کسی اور مذہب میں نہیں ہوئی - اور انکی تصنیفات دربارہ معاملات مذہبی اتنی عجیب اور ایک سے ایک
بڑھکر عمدہ پہلوؤں سے ہوتی ہیں کہ جسکا بیان ناممکن ہے + ایسا عظیم اور عالی شان مذہبی لٹریچر کہ جسکی
تہاہ لگانا ناممکن ہو رہا ہے اور جو باوجود اتنے عظیم نقصان ہو چکنے کے اسوقت تک پایا جاتا ہے یہہ
بطور خود ایک ایسی عظمت اس ہندو دہرم کی ظاہر کرتا ہے کہ جسکی مثال دنیا کے کسی مذہب میں ڈھونڈھنا نا
ممکن ہے + یہ مذہبی لٹریچر ہندوؤں کا کوئی معمولی لٹریچر نہیں ہے بلکہ ایسا دقیق اور اعلے فلاسفی سے پر ہے
کہ جسکا مزہ وہی لوگ جانتے ہیں جو اس میں غوطہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں + چند سطروں میں وہ دقیق اور
عجیب معاملات بیان کیے گئے ہیں جنکو سوتر کہتے ہیں کہ جنکی تشریح بڑی ضخامت چاہتی ہے + مثلاً یوگ
ودیا یعنے علم ریاضت کی ایک مختصر سی کتاب وہ عجیب کرشمہ عالموں کے لیے رکھتی ہے کہ بڑی سے بڑی
ضخیم کتاب اسکی برابری نہیں کرسکتی - اور یہہ یوگ ودیا وہ علم ہے کہ جسکی سلسلہ وار تعلیم کی کتاب دنیا کے
اور کسی مذہب میں دستیاب نہ ہوگی سوائے ہندو سناتن دھرم کے + اس میں جسمانی اور روحانی تحقیقات
کو اس اعلے درجہ پر پہونچایا گیا ہے کہ اسکے عمل سے انسان خود قائل ہوجاتا ہے کہ جن باتوں کو وہ معجزہ
خیال کرتا تھا اور جو دیگر مذاہب میں معجزہ خیال کی جاتی ہیں وہ تمام بلکہ اس سے کئی درجہ بڑھکر طاقتیں
انسان کے اپنے اندر موجود ہیں - اور فقط سلسلہ وار ریاضت کے ذریعہ اسے اپنے آپ میں رگڑ پیدا
کرنے کی دیر ہے کہ وہ طاقت ہویدا ہوکر دست بستہ غلام ہوجاتی ہے + کوئی آجتک پیدا نہیں ہوا

جس نے کسی غیر مذہب میں اس قسم کے علم کی ایک ہی کتاب علاج کی ہو ⁂ اسی طرح اس ہندو دھرم کے عظیم لٹریچر میں ایسے ایسے گوہر بے بہا ہیں کہ جن کا بیان اس مختصر مضمون میں ناممکن ہے۔ اور جنکے اظہار کے لیے بڑے بڑے عالمان کی ضرورت ہی۔

چہارم۔ سناتن ہندو دھرم میں یہہ ایک عجیب خصوصیت ہے جو دنیا کے اور کسی مذہب میں نہیں ہے کہ یہ مذہب کسی شخص یا پیغمبر وغیرہ کے نام پر نہیں چلا ہے ⁂ دنیا کے اور جسقدر مذاہب ہیں کسی نہ کسی پیغمبر یا اولیاء کے نام سے مشہور ہیں۔ کوئی کسیکو اپنے مذہب کا بانی یا رہبر خیال کرتا ہے کوئی کسیکو ایسا سمجھتا ہے۔ لیکن سناتن دہرم ہے کہ کسی کے نام کے ساتھ اسکو تعلق نہیں اور نہ کسیکا چلایا ہوا یہ ثابت ہوتا ہے ⁂ اگرچہ بڑے بڑے عالی وقار اوتار اور پیغمبر اس مذہب میں ہوئے ہیں جنکی از حد تعظیم اس مذہب میں کی جاتی ہے۔ لیکن وہ اس مذہب کے بانی نہیں قرار دیئے جاتے۔ بلکہ یہ مذہب ابدی اور ازلی ہے اور جسقدر اوتار ہندوؤں میں مانے جاتے ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی یہ دعوی نہیں ہے اور نہ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان میں سے کوئی سناتن دھرم کا بانی سبانی ہوا ہے اور اس سے پہلے سناتن دہرم نہیں تہا ⁂ ہندوؤں میں شری رامچندر جی مہاراج سری کرشن چندر پرماتما وغیرہ کے نام بڑی توقیر اور ادب کے ساتھ لیئے جاتے ہیں اور یہہ پرماتما کے اوتار تسلیم کیے جاتے ہیں لیکن یہہ سناتن دہرم انمیں سے بھی کسی ایک کے نام پر مشہور نہیں ہے ⁂ کوئی ہندو یہ نہیں کہے گا کہ یہ اوتار سناتن دہرم کے بانی ہوئے ہیں اور ان اوتاروں کے ہویدا ہونے سے پہلے سناتن دھرم نہیں تھا بلکہ ہندوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ تمام اوتار وغیرہ دہرم کی رکھشا کرنے اور اسکے متعلق ہدایت کرنیکو ہوئے ہیں یا بھگتوں کی رکھشا کرنے کے لیے ⁂ دیگر مذاہب کے لوگ ہندوؤں پر الزام دیتے ہیں کہ وہ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو پوجنے والے ہیں۔ لیکن انکو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ باوجود ۳۳ کروڑ یا ۳۴ کروڑ دیوتاؤں کو ماننے والے ہونے کے وہ ان میں سے کسی ایک کے نام پر اپنے دہرم کو چلایا ہوا نہیں مانتے بلکہ اس دھرم کی بنیاد اس پرماتما وحدہ لاشریک پر سمجھتے ہیں کہ جسکے آگے یہ ۳۳ کروڑ دیوتا ادنی چاکروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پنجم۔ یہ سناتن دہرم ایسے اعلے درجہ کے انصاف پر مبنی ہے کہ کسی غیر مذہب میں اس قسم کا انصاف نہیں پایا جاویگا ⁂ ہر ایک مذہب جو دنیا میں قائم ہے وہ کم و بیش یہی خیال کرتا ہے کہ نجات یا مکتی فقط اسی مذہب پر محدود ہے کہ جس میں وہ شامل ہے دیگر تمام مذاہب والے ہمیشہ کے لیے دوزخ کی اگ میں جلینگے ⁂ اس قسم کے عقیدے میں کسقدر انصاف یا بے انصافی ہے یہ تمام صاحب بخوبی سمجھ سکتے ہیں

گویا اس طرح پر خدا کو ایک خاص مذہب یا فرقہ کا طرفدار بنا دیا جاتا ہے کہ جو اس فرقہ میں شامل ہوگا وہی نجات حاصل کرے گا + عقل اور انصاف کبھی اس امر گوارا نہیں کر سکتا کہ خداوند رب العالمین کو اس طرح ایک خاص مذہب کی طرفداری میں پابند کیا جاوے + جن مذہب کا عقیدہ ہے کہ نجات فقط انکے ہی مذہب کے پیرواں کے لیئے ہے انسے اگر پوچھا جاوے کہ جب انکا مذہب ابھی پیدا نہیں ہوا تھا اسوقت تک ابتدائے زمانہ سے لیکر جو لاکھوں کروڑوں اربوں پدموں انسان پیدا ہوئے انکی کیا گت ہوئی۔ کیا وہ تمام جہنم کی آگ میں جل رہے ہیں یا کہ انکی بھی نجات کا کوئی اور رستہ تھا۔ تو وہ لوگ اسکا کوئی معقول جواب نہیں دے سکیں گے + سناتن دہرم ہی خاص ایک ایسا دہرم ہے کہ جو نجات کو کسی مذہب پر محدود نہیں کرتا۔ بلکہ اسکے انصاف کا عالیشان دربار ہر ایک کے لیے کھلا ہوا ہے + سناتن دھرم یہ نہیں کہتا کہ جو شخص ہندو کل میں پیدا ہوا وہ ضرور نجات حاصل کرے گا + ناواقف لوگ اس سناتن ہندو دھرم کو ایک بڑا تعصب والا دہرم خیال کرتے ہیں اور یہانتک کہنے سے باز نہیں رہتے کہ برہمنوں نے خود غرضی سے اس میں اپنے لیئے خاص فائدے بنا رکھے ہیں۔ لیکن انکو معلوم ہونا چاہیے کہ اس دہرم کے برابر غیر متعصب اور صلح کل مذہب دنیا کے پردے پر اور کوئی نہیں ہے + برہمنوں نے کہیں اپنے دھرم پستکوں میں یہ نہیں لکھا ہے کہ جو برہمن ہوگا وہ نجات کا حقدار سمجھا جاویگا۔ فقط اس لیے کہ وہ برہمن ہے اور برہمن کے گھر میں پیدا ہوا ہے + اگر برہمنوں کی خود غرضی ہوتی اور یہ سناتن دہرم تعصب پر مبنی ہوتا تو دیگر مذاہب کی طرح اسکا بھی یہ دعوی ہوتا کہ نجات فقط ہندوؤں کی ہوگی اور سب سے پہلے لازمی طور پر نجات کو بلا شک و شبہ حاصل کرنے والے برہمن سمجھے جاوینگے + لیکن سناتن دہرم میں ایسا نہیں ہے + ذات پات کی تقسیم اور قیود کو مانکر اور اسکو اعلے اصول فلاسفہ کے ذریعہ جائز تسلیم کرکے بھی سناتن دہرم نجات کو کسی خاص فرقہ پر محدود نہیں کرتا البتہ مختلف فرائض مختلف اقسام اور ذاتوں کے لوگوں کے لیے منضبط کرتا ہے +

سناتن دہرم کی نہایت فیاضانہ اور منصفانہ تعلیم یہ ہے کہ مکتی یعنے نجات ہر ایک مذہب اور ملت میں حاصل ہو سکتی ہے بشرطیکہ دہرماتما ہو اور لکھشن یعنے تشریح جو سناتن دہرم نے کی ہے اس میں کسی خاص عقیدہ کی شرط نہیں ہے۔ جسکا بیان میں ابھی آگے کرتا ہوں +

یہی وجہ ہے کہ سناتن دہرم تبدیل مذہب کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور کسی شخص کے لیئے چاہے وہ کسی مذہب میں ہو جائز نہیں سمجھتا کہ وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑکر غیر مذہب اختیار کرے۔

سناتن دہرم کی تعلیم یہ ہے کہ جو شخص جس مذہب میں پیدا ہوا ہے اگر وہ دیندار اور ایماندار ہونے کی کوشش کرے تو وہیں اسکے لیے نجات موجود ہے۔ سناتن دھرم یہ نہیں سکھاتا کہ اگر کوئی مسلمان یا عیسائی وغیرہ اگر ایمان دار اور راستباز بھی ہو تاہم وہ دوزخ میں جاویگا فقط اسلیے کہ وہ مسلمان یا عیسائی ہے اور ایک برہمن یا پنڈت راستباز اور ایماندار نہیں ہے تاہم وہ نجات کو حاصل کرے گا فقط اسلیے کہ وہ برہمن یا ہندو ہے۔ سناتن دہرم کے عقیدے کے مطابق خداوند تعالی کسی سے بعد مرنے کے یہ نہیں پوچھتا کہ تم کس مذہب میں رہے۔ بلکہ یہ پوچھتا ہے کہ دنیا میں رہکر تمنے اپنی زندگی کن اعمالوں میں بسر کی۔ اگر تمہارے اعمال اچھے ہیں تو تم سرخرو ہو جاؤ گے اور اگر برے ہیں تو کسی مذہب کے نام کی آڑ تم کو بچا نہیں سکتی۔ پس نہایت نالائق اور بے ایمان ہیں وہ لوگ جو اپنے مذہب کو تبدیل کرتے ہیں۔ مذہب کی تبدیلی سے خدا ہاتھ نہیں آتا۔ فقط مذہب کی تبدیلی سے نجات کا دروازہ نہیں کھلتا۔ بلکہ خدا ہر ایک مذہب اور ملت میں مل سکتا ہے بشرطیکہ اسکی تلاش کی جاوے۔ نجات کا دروازہ ہر ایک مذہب کے لیے کھلا ہے بشرطیکہ اسکے لائق عمل کیا جاوے۔ اور یہ عمل انسان ہر ایک مذہب میں رہکر کر سکتا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جو انسان کو بے ایمانی دغابازی شہوت پرستی کی تعلیم دے۔ جب ہر ایک مذہب میں انسان ایماندار ہو سکتا ہے تو پھر مذہب تبدیل کرنا اگر حماقت اور بے ایمانی نہیں تو کیا ہے؟ خدا تعالے کو کوئی انسان دھوکا نہیں دے سکتا۔ اگر اسکے اعمال برے ہیں تو فقط اسوجہ سے وہ خدا کے نزدیک سزا سے نہیں بچ سکتا کہ اس نے ایک اور مذہب کا جامہ پہن لیا اور ہندو مذہب میں پیدا ہو کر مذہب اسلام کو قبول کر لیا۔ یا مذہب اسلام میں پیدا ہو کر دین عیسوی میں مرا۔ سناتن دہرم کے عقیدہ کے مطابق خداوند تعالی فقط یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہماری اعمال کی پوٹلی میں کیا کچھ بھرا ہے۔ اگر وہ پوٹلی پاکیزگی سے بھری ہے تو تم اسکے عزیز ہو اور اگر اس میں غلاظت ہے تو تم اپنے کردار کی سزا پاؤ گے۔ غرضکہ سناتن دہرم کی تعلیم یہ ہے کہ جو شخص چاہے کسی مذہب میں پیدا ہوا اگر اس نے اپنے نفس امارہ کو قابو کیا ہے تو وہ نجات کا مستحق ہے اور جس نے اپنے نفس پر قابو نہیں پایا اور دنیا کی شہوات میں گرفتار ہے اور گناہ کرتا ہے وہ کسی مذہب میں ہو ضرور سزا پائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ سناتن دہرم ہر ایک مذہب میں جو کوئی اولیا اور سادھو لوگ اور تارک الدنیا ہو اسکی عزت کرتا ہے۔ اسوجہ سے کہ وہ بوجہ اپنی ان صفات کے خدا کا پیارا ہے۔ نہ اسوجہ سے کہ وہ خاص مذہب میں پیدا ہوا ہے۔ کئی نیچ قوموں میں پیدا شدہ

لوگ بوجہ انہیں صفات کے سناتن دھرمیوں کے نزدیک بڑی اعلےٰ رتبہ پاگئے ۔ کبیر بھگت جو ذات کا جولاہا تھا صد ناقصانی وغیرہ انہیں صفات کی وجہ سے فضیلت پاگئے ۔ پس یہ خاص خصوصیت سناتن دھرم ہی میں اعلےٰ درجے کے انصاف کی پائی جاتی ہے کہ وہ اعلےٰ ترین درجہ کی فیاضی اور فراخ دلی سے تمام انسانوں کو دیکھتا ہے اور نجات کو کسی ایک فرقہ پر محدود نہیں کرتا یہ خوبی کسی اور مذہب میں پائی نہیں جاتی کیونکہ دیگر مذاہب اسی امر پر تلے ہوئے ہیں کہ اگر نجات ہے تو انکے مذہب کے لیے ہے اوروں کے لیے نہیں ہے ۔

ششم ۔ جس صورت میں دیگر تمام مذاہب لوگوں کو مختلف طریق سے ترغیب دلا دلا کر اور کئی قسم کا لالچ دیکر ان کا آبائی مذہب بگاڑنا اور ان کو اپنے مذہب میں لانا چاہتے ہیں اور اسطرح پر اپنے ہم مذہبوں کی تعداد بڑھانا ایک بڑا فرض سمجھتے ہیں یہ فقط اکیلا ایک سناتن دھرم ہی ہے کہ جو کسی کے مذہب کو بگاڑنا نہیں چاہتا اور کسی غیر مذہب کو اپنے میں نہیں ملاتا اور نہ ایسا کرنے کو جائز سمجھتا ہے ۔ بلکہ اگر کوئی ہندو اپنے دھرم سے ایک خاص حد تک گر گیا ہو اسکو بھی اگر بعد میں اسکی منت سماجت پر شامل کرتا ہے تو نہایت سخت پابندیوں اور احتیاطوں کے ساتھ کر جسکو پرائشچت کے نام سے پکارتے ہیں گویا اسکو اس امر کی سزا دیجاتی ہے کہ اس نے اپنا آبائی مذہب کیوں چھوڑا جبکہ ہر ایک بات اسکو حاصل تھی اور کیوں اسنے بد ایمانی پر کمر باندھی ۔ دیگر تمام مذاہب کو ہندو دھرم جو کچھ وہ جا پر بنانے کو موجود ہے ۔ نیک اعمال حاصل کرنے کا راستہ دکھانے کو ہر دم تیار ہے لیکن یہ کبھی گوارا نہیں کہ کسیکو اپنے مذہب سے بگاڑ کر خود میں شامل کرے کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ جو شخص اپنے دین کا نہ ہوا وہ ہمارے کس کام کا ہے ۔ سناتن دھرم ایسے بیدینوں کو اپنے سے باہر کردینا گوارا کریگا ۔ لیکن غیر مذہب کے لوگوں کو اس میں شامل کرکے اپنی تعداد بڑھانا مناسب نہیں سمجھے گا ۔ یہ اس دھرم کا تعصب نہیں ہے بلکہ اعلےٰ درجہ کی فیاضی اور فراخ دلی اور انصاف پسندی ہے کہ وہ تمام مذہب کو ایک نظر سے دیکھکر تعلیم دیتا ہے کہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہو اور اسی میں خداوند کی تلاش کرو ۔ تبدیل مذہب سے پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہاتھ آوے گی ۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسی اعلےٰ درجہ کی منصفانہ تعلیم دنیا کے کسی اور مذہب میں پائی جاتی ہے ؟ بلا شبہ اس معاملہ میں بھی یہ دھرم اپنی مثال خود آپ ہی ہے ۔ بھگوان سری کرشن چند رجی کا قول ہے کہ

"स्वधर्मे निधनं श्रेयः

परधर्मो भयावहः"

یعنے انسان کے لیے اپنے ہی مذہب میں مرنا مبارک ہے ۔ کیونکہ غیر مذہب سے خوف کا ہے ۔ اس قسم کا قول کبھی دوسرے مذہب میں آپ کو ہاتھ نہیں آویگا ۔ کیونکہ دیگر تمام مذاہب غیروں اور وں کا مذہب بگاڑ کر اپنی غول میں شامل کرنے میں حالانکہ ایک سناتن دھرم اس امر کے خلاف ہے وہ انصاف ،

پسندی کے ساتھ ہر ایک کو اپنے اپنے مذاہب میں رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور اس قسم کی نیک اور منصفانہ ہدایت کسی اور مذہب میں نہیں مل سکتی + دیگر مذاہب اوروں کو انکے مذہب سے گرانا ثواب سمجھتے ہیں۔ لیکن سناتن دھرم اسکو گناہ خیال کرتا ہے۔ اور حقیقت میں انصاف کے سامنے یہ گناہ ہے۔

اب حاضرین کو یہ بتاتا ہوں کہ سناتن دھرم نے دہرم کی تشریح کس طرح پر کی ہے + اس تشریح سے آپ کو معلوم ہوجاویگا کہ یہ دہرم کسیکا ناجائز طرف دار یا ناجائز مخالف نہیں ہے + یہ تشریح اس قسم کی ہے کہ اس میں کسی مذہب کا کوئی ذکر نہیں ہے + جو صفات دھرم کی بیان کی گئی ہیں وہ صفات جن میں پائی جاویں وہ سناتن دہرم کے نزدیک دھرماتما ہیں اور جن میں وہ صفات نہیں ہیں وہ پاپی ہیں چاہے کسی مذہب میں کیوں نہ ہوں + اس تشریح یعنے دہرم کے لکشنوں میں نہ تو کوئی خاص عقیدہ کا ذکر ہے اور نہ کسی پر ایمان لانے یا نہ لانے کی قید ہے۔ بلکہ ایسی صفات کو بیان کیا ہے جو دھرم کی اصلی صفات ہیں۔ یہ صفات تمام دہرموں یعنے مذہبوں پر حاوی ہیں + یہ کسوٹی گویا کہ سناتن دہرم نے مقرر کردی ہے کہ جس شخص میں یہ صفات پائی جاویں چاہے وہ عیسائی ہو مسلمان ہو۔ یہودی ہو۔ پارسی ہو۔ ہندو ہو۔ یا جو کچھ ہو وہ بیشک دہرماتما اور نجات کا مستحق ہے۔ بلا انکے کوئی مستحق نہیں ہے چاہے وہ کیسے ہی اعلے سے اعلے خاندان یا مذہب میں پیدا ہوا ہو + وہ دہرم کی صفات مندرجہ ذیل ہیں جو ہمارے منو مہاراج نے بیان کی ہیں:۔

> धृतिक्षमा दमोऽस्तेयः शौचमिन्द्रियनिग्रहः
>
> धीर्विद्या सत्यमक्रोधः दशकं धर्मलक्षणम्

یعنے دہرم کی دس صفات ہیں۔ جہاں یہ دس صفات پائی جاویں وہاں سمجھو کہ دہرم موجود ہے:۔ اول دہرتی یعنے استقلال دوم کھشما یعنے دوسرے کی خطا کو بخشدینا اور خود طاقت ور ہو کر بھی اپنے زیر سایوں یا ماتحتوں پر ظلم نہ کرنا۔ سوم دم یعنے اپنے دل کو بھٹکنے نہ دینا۔ چہارم استے یہ یعنے چوری نہ کرنا۔ پنجم شوچ یعنے پاکیزگی۔ ششم اندریہ نگرہ یعنے تمام اندریوں حواس خمسہ کو اپنے قابو میں رکھنا۔ ہفتم دہی یعنے تمیز عقلی۔ ہشتم ودیا یعنے علمیت۔ نہم ستیہ یعنے راستبازی اور دہم اکرودھ یعنے غیض وغضب میں نہ آجانا۔ یہ دس دہرم کے لکشن ہیں + پس اے حاضرین جلسہ آپ خود انصاف کرسکتے ہیں کہ کس طرح صفائی اور انصاف کے ساتھ دھرم کی تشریح کی گئی ہے کہ جس میں کسی مذہب کو انکار نہیں ہوسکتا اس میں نہ کسی مذہب کی رعایت ہے نہ مخالفت۔ بلکہ صاف سیدھا رستہ بتایا گیا ہے کہ جہاں ان صفات کا مجموعہ کہ دیکھو وہاں سمجھو کہ دہرم موجود ہے۔ اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ یہ مجموعہ رکھنے والا کس مذہب میں پیدا ہوا اور کس مذہب

پر ایمان لایا یا نہیں لایا ہے۔

ہفتم: اور ایک خاص خوبی اس دہرم میں یہہ ہے کہ یہ اعلی سے اعلے ودوان یعنے فاضل اعلے سے اعلی امیر کبیر اور سور کہہ سے سور کہہ ان پڑہ اور غریب سے غریب گدا سب کے لیے اپکار کر کے نجات کا رستہ بتاتا ہے۔ اسی خیال سے اس میں تین طرح کے رستے قائم کیے گئے ہیں اول بھگتی یعنے محبت صادق جسے اعتقاد بہی کہہ سکتے ہیں دوم اپاسنا یعنے پرستش اور عبادت سوم گیان یعنے حقیقت پر پہونچ جانا۔ اگرچہ تینوں کا مدعا ایک ہی ہے اور باریک معنوں میں جاکر تینوں ایک ہی ہیں لیکن ظاہرا طور پر یہ رستے الگ الگ مختلف قسم کے لوگوں کے لیے رکھے گئے ہیں کہ کوئی اس انمول رتن یعنے آخرت کی سدہارنے سے محروم نہ رہجاوے۔ اگر کوئی شخص عالم فاضل نہیں ہے اور ان پڑہ ہے اور دولت بہی ندارد ہے لیکن خدا کا مشتاق ہے اسکے لیے بھگتی مارگ سب سے آسان طریقہ ہے اسکے لیے یہ قید نہیں ہے کہ پہلے وہ تمام شاستروں اور مذہبی کتب کو پڑہ لے۔ پہر اسکو کچہ حاصل ہوگا اس میں تو اسکی تمام عمر ہی صرف ہوجاویگی اور حصول نجات کا علاج کب کریگا۔ ایسے لوگوں کے لیے بھگتی کا رستہ قائم کیا ہے۔ کیا معنے کہ اس خداوند تعالی کی یاد میں محو ہوجاویں اور اس محبت میں ایسے لین ہوجاویں کہ انکو ہمیشہ وہی اپنے پاس معلوم ہو۔ اگر بغیر کچہ علم حاصل کیے بہی وہ اعلے درجہ کی بھگتی کے ساتھ مالا یا تسبیح ہاتہہ میں لیکر رام نام کا یا معبود حقیقی کے کسی نام کا جپ کرتے ہیں اور اس طرح خدا کی یاد میں مشغول رہتے ہیں اور اس خیال کی محویت میں کسی گناہ کا خیال انکے دل میں پیدا نہیں ہوتا تو گویا یہی سہل رستہ انکے لیے وہ نیک نتیجہ پیدا کرنیوالا ہے جو اعلے سے اعلی لائق اور فاضل اور امیر کو حاصل ہوسکتا ہے۔ ایسی حالت میں کچہ ضرورت انکے لیے نہیں رہی کہ وہ پہلے اپنی عمر کا بڑا حصہ تحصیل علم میں صرف کریں یا دولت کمانے کی فکر میں سرگردان ہوں۔ ایسے دوسرے درجہ کے لوگوں کے لیے اپاسنا یعنے پرستش اور کرم کانڈ کا طریق ہے جس میں ہر ایک قسم کا پوجن ہون۔ دان خیرات وغیرہ۔ وغیرہ سب شامل ہے۔ اور اعلی ترین درجہ کے عالمان کے لیے گیان کانڈ یعنے علم حقیقی موجود ہے جس بے پایان سمندر کی تہاہ لگاتے لگاتے جس جس قدر وہ زیادہ عالم اور فاضل باتوں کے سمجھنے کے قابل ہونگے ویسا ویسا ہی وہ اس گیان مارگ کو حاصل کرینگے۔ گیان کا درجہ اسوقت حاصل ہونا سمجھا جاتا ہے جب انسان کو اعلے درجہ کی تعلیم ریاضت اور مشاہدہ سے یہ محسوس ہونے لگے کہ اس میں اور کسی غیر میں کچہ فرق نہیں ہے اگر وہ کسی سے برائی کرتا ہے تو خود اپنے ساتھ کرتا ہے اور کسی سے نیکی کرتا ہے تو خود اپنے ساتھ کرتا ہے۔ اس بھگتی اپاسنا کرم اور گیان کانڈ کی بابت بڑی بہاری اور نہایت دلچسپ تشریح ہمارے شاستروں میں موجود ہے اور بڑی بڑی

مفصل گرنتھ اس دلچسپ تقسیم پر موجود ہیں۔ ایسے مفصل اور عظیم مضمون کا میں ایک شمہ بھی بوجہ طوالت اور اپنی ہیچمدانی کے ہوقت بیان نہیں کرسکتا + یہ اس قسم کی تقسیم ہی جہاں تک میرا خیال ہو دیگر مذاہب میں نہیں پائی جاتی اور ہر ایک کو ایک ہی عقدہ اور ایک ہی طریق کے عمل پر مجبور کیا جاتا ہے۔ چاہے اسکی سمجھ میں آوے یا نہ آوے +

ہشتم + اس سناتن دھرم میں نشکام اُپاسنا کا وہ مسئلہ ہی کہ جو اور کسی مذہب میں پایا نہیں جاتا + نشکام اُپاسنا کے معنے ہیں وہ پرستش جو کسی فائدہ کی خواہش سے نہ کی جاوے اور اسکا اجر حاصل کرنے کی آرزو بھی دل میں پیدا نہ ہو + دیگر مذاہب کی عموماً تعلیم یہ ہے کہ خدا کی بندگی کرو دولت ملیگی حشمت ملیگی بہشت ملیگی۔ حوریں ملینگی وغیرہ۔ وغیرہ + لیکن سناتن دھرم میں اس قسم کی خواہش کو دل میں رکھکر جو اُپاسنا یعنے پرستش کی جاوے اسکو ادنیٰ درجہ دیا گیا ہے + سناتن دہرم میں ہدایت ہی کہ جو کچھ بندگی یا پرستش کرو اسکا معاوضہ پانے کا خیال کو دل سے نکال ڈالو۔ اگر اجر پانے کی خواہش رہیگی تو بیشک بہشت یا سورگ وغیرہ تو ضرور حاصل ہوگا لیکن نجات کے سامنے یہ بات نہایت ادنیٰ قسم کی ہے + جب تک خواہش اجر پانے کی رہتی ہے تب تک خدا کا اصلی دیدار حاصل نہ ہوگا + یہ بڑا اعلیٰ درجہ کا آدئیل سناتن دہرم میں ہے۔ جو یہ سکھاتا ہے کہ جو کوئی نیک کام کرو اسکے اجر کے امیدوار نہ رہکر اسکا پہل بھی اسی رب العالمین کی بارگاہ میں ارپن کردو جیسا کہ کسی نیک کام کے انجام کے بعد کہا کرتے ہیں ब्रह्मार्पणमस्तु : یعنے خدا کے ساتھ تجارت کے اصول پر پرستش نہ کرو کہ ہم اسکی عبادت کرتے ہیں اسلیے کہ وہ ہمیں فلاں راحت دیوے + سناتن دہرم کے اعلےٰ اصول کے مطابق یہ عبادت نہیں ہے بلکہ تجارت ہے کہ کچھ چیز دینا اور اسکا معاوضہ کوئی اس سے زیادہ قیمت کی چیز کی خواہش رکھنا + سچی عبادت وہی ہے اور سچی خدمت وہی ہے جو بلاخیال معاوضہ کے کیجاوے۔ اگر معاوضہ کی خواہش دل میں بنی رہی تو وہ سچی خدمت کیسے ہو سکتی ہے + عام دنیاوی نظر سے بھی دیکھا جاوے تو نہایت اعلیٰ درجہ کی قابل قدر خدمت وہی شمار ہوتی ہے جو بلاخیال معاوضہ کے کیجاوے۔ ایسی صورت میں مالک کو خود فکر پیدا ہوتی ہے کہ وہ کیا معاوضہ دیوے۔ اگر کوئی معاوضہ دیا جاوے اگر اسکے لینے سے بھی خادم انکار کا اصرار کرے تو لاچار مخدوم خادم کو خاص اپنا ہی بنالیتا ہے اور جب خادم مخدوم کے ساتھ ایک ہوگیا تو پھر اسکو کس امر کی پرواہ رہی + اس نشکام اُپاسنا یعنے عبادت بلاخیال معاوضہ کا اندیشہ اور کسی مذہب میں اس طرح پر نہیں ہے جیسا کہ سناتن دہرم میں ہے اور اس اندیشہ کو ایسی وضاحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ جسکی خوبصورتی کے ساتھ کسی اور مذہب کا بیان برابری نہیں کرسکتا + اس نشکام اُپاسنا کا حال سننے کا اگر کسی صاحب کو شوق ہو تو وہ سناتن دھرم کے کسی ودوان پنڈت سے جاکر سنے اس

اس مختصر وقت میں کہاں تک بیان ہو سکتا ہے میں فقط ایک مختصر روایت سناکر اسکو ختم کرتا ہوں۔
سری راماین میں لکھا ہے کہ جب سری رامچندر جی کو بن باس ہوا اور وہ جنگل میں جانے کے لیے ندی کے
کنارے پر آئے تو ملاح نے بڑی بھگتی اور انکساری سے کشتی پر بٹھا کر انکو پار کر دیا جب دوسرے کنارے پر سری رامچندر
جی جا اترے تو ملاح کو سری سیتا ماتا کی انگوٹھی اتار کر دینے لگے اور کہنے لگے کہ اگرچہ یہ معاوضہ تھوڑا ہے لیکن
ہمارے پاس اسوقت کیا ہے جو دے سکیں + ملاح نے ہاتھ باندھکر کہا کہ ہے بھگوان رہے مہاراج - یعنے تجارت
کے خیال سے آپکی سیوا نہیں کی تجارت کرنے یعنے معاوضہ چاہنے کی اور بہت سی جگہیں ہیں - یعنے تو آپکے
ساتھ کوئی بیاپار نہیں کیا کہ میں آپ سے معاوضہ چاہوں - یعنے تو جو کچھ کیا ہے نشکام سیوا کی ہے اگر کوئی معاوضہ
اسکا آپ دینا چاہتے ہیں اور تجارت کرنا چاہتے ہیں تو اسطرح کریں کہ جس طرح یعنے آپکو اس ندی کے پار اتارا ہے
اسیطرح آپ ہمکو اس سنسار روپی سمندر یعنے بھوساگر سے صحیح سالم پار اتار دیجیے !!!
ہم + ایک خاص بات کا یہ دعوے ہے کہ انکے یہاں جو یہ قول ہے کہ "دوسرے کے ساتھ ایسا سلوک کرو جو
تم چاہتے ہو کہ دوسرا تمہارے ساتھ کرے" - یہ گولڈن رول یعنے آب زر سے لکھنے کے قابل قاعدہ یا اصول
دنیا کے اور کسی مذہب میں نہیں ہے اور یہ خاص ایک ہی مذہب کی میراث ہے اور انکے ہی خداوند نے اسکو
مذہبی یا آسمانی کتاب میں بیان کیا ہے + میں جرأت کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ مذہب ہذا کے
پیروان کو سناتن دھرم کا کچھ بھی حال معلوم نہیں ہے نہ انہوں نے اس معاملہ میں کبھی تحقیقات کی تکلیف گوارا
کی ہے ورنہ انکو ثابت ہو جاتا کہ اس قسم کے سنہری اصول بلکہ اس سے بڑھکر ہیروں اور جواہرات میں جڑے جانے
کے قابل اصول سناتن دھرم میں بہت سے ہیں اور اتنی تحقیقات مختلف صفات کے متعلق کی گئی ہے کہ ابھی اُن
تک پہنچنے کے لیے ایک بڑی محنت اور مطالعہ درکار ہوگا + باوجود یوروپین اور امریکن اور کرسچن بھائی
کے جن صاحب انصاف پسند نے اس سناتن دھرم کے مطالعہ میں اپنا وقت صرف کیا ہے وہ تسلیم کرتے ہیں کہ سب
سے اول یہ اصول جسپر مذہب عیسوی کو ناز ہے سناتن دھرم کے ہی لٹریچر میں پایا جاتا ہے اور اسکے بعد
دیگر مذاہب میں منتقل ہوا + سنسکرت شاستروں میں لکھا ہے۔

श्रूयतां धर्मसर्वस्वं श्रुत्वा चाप्यवधार्यताम् ।।
आत्मनः प्रतिकूलानि परेषां न समाचरेत् ।।

یعنے سب دھرموں کا خلاصہ یہ ہے اسکو سنکر ہمیشہ دل میں قائم رکھو کہ تم اوروں کے ساتھ وہ کام نہیں کرنا

چاہیے جو خود تمکو اپنی نسبت برا معلوم ہوتا ہے ✦ مہابھارت میں لکھا ہے کہ:-

आत्मवत् सर्व भूतेषु यः पश्यति स पश्यति

اصل دیکھنے والا یعنے آنکھیں رکھنے والا وہی ہے جو اپنے موافق اوروں کو دیکھتا ہے ✦"

आत्मौपम्येन सर्वत्र समं पश्यति यो नरः ।।

सुखं वा यदि वा दुःखं स योगी इति मे मति ।।

(یعنے) جو شخص سکھ اور دکھ کے متعلق غیروں کو اپنے مطابق سمجھتا ہے یعنے یہ خیال کرتا ہے کہ جس سے مجھ کو دکھ ہوتا ہے ویسا سلوک دوسرے کے ساتھ نہیں کرنا چاہیے - وہی یوگی ہے ✦ پھر کہا ہے:-

अरावप्युचितं कार्यमातिथ्यं गृहमागते ।।

छेत्तुः पार्श्वगतां छायां नोपसंहरते द्रुमः ।।

(یعنے) آدمی کو چاہیے کہ اگر دشمن بھی اپنے گھر آجاوے تو اسکی خاطر تواضع کرے جیسے درخت اس شخص کو بھی جو اسے کاٹنا چاہتا ہے اپنے سایہ سے محروم نہیں کرتا ✦ غرضکہ ایسے سیکڑوں اقوال سناتن دہرم کی پستکوں میں ملینگے جیسے مندرجہ بالا - "گولڈن رول" (جس پر غیر مذہب کو ناز ہے کہ فقط اسی مذہب میں پایا جاتا ہے) سے بڑھکر تعلیم پائی جاتی ہے ✦ پس یہ کسطرح سے ممکن نہیں ہے کہ اس سناتن دہرم سے فضیلت میں بڑھکر کوئی اور دہرم دنیا کے پردہ پر مل سکے ✦

دہم ✦ یہ خاص فضیلت اسی دہرم میں موجود پائی جاتی ہے کہ جس صورت میں دیگر مذاہب کو سائنس اور علمی ترقی سے خوف ہے سناتن دہرم کو اسکی ترقی میں خوشی ہے - خلاف اسکے سناتن دہرم کو اگر خوف ہے تو جہالت اور تاریکی سے ہے ✦ جن ممالک میں سائنس اعلےٰ ترقی کر رہا ہے ان ممالک میں وہاں کے آبائی مذاہب کی قدر کم ہو رہی ہے کیونکہ وہ مذاہب سائنس کی ترقی اور نئے تجربوں کی روشنی کو سہار نہیں سکتے اور لوگ بے اعتقاد ہوئے جاتے ہیں - لیکن سناتن دہرم ہے کہ نہایت خوشی کے ساتھ سائنس اور علم کی ترقی کو دعوت دیتا ہے - کیونکہ جسقدر سائنس اور علم فلسفہ کی ترقی ہوتی ہے اسیقدر سناتن دہرم کی خوبیاں آشکارا ہوتی ہیں - اور جسقدر جہالت کا دور دورہ ہوگا اسیقدر سناتن دہرم کو خطرہ ہے ✦ دیگر کئی مذاہب کے ہادیان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے پیروان کو جہالت میں رکھنا پسند کرتے تھے کہ اسی میں انکے مذہب کی طاقت ہے اور جوں ہی جہالت دور ہوئی کہ انکے مذہب کو عظیم زوال آیا ✦ سناتن دہرم خلاف اسکے یہ کہتا ہے

جیسا کہ برہسپتی جی کا قول ہے:۔

केवलं शास्त्र माश्रित्य न कर्तव्यो विनिर्णयः

युक्तिहीन विचारेण धर्महानि प्रजायते ॥

یعنے فقط شاستر یعنے مذہبی کتب پر ہی بہروسہ رکھکر دہرم کی تحقیقات نہیں کرنی چاہیئے بلکہ دلیل اور عقل کو بھی خاطر خواہ طور پر کام میں لانا چاہیے کیونکہ بغیر دلیل اور عقل کے جو فیصلہ کیا جاوے۔ اس سے دہرم کی خرابی پیدا ہوتی ہے" گویا جس صورت میں دیگر مذاہب اپنے پیروان کو روکتے ہیں کہ مذہبی معاملات میں عقلی دلائل کو کام میں نہ لاؤ یہ سناتن دہرم تاکید کرتا ہے کہ اپنی عقل اور دلیل سے پورا پورا کام لیکر مذہبی معاملات کا فیصلہ کرو۔ جس مذہب کی بنیاد اعلے درجہ کے سائنس فلاسفی اور خالص صداقت پر مبنی ہو وہی اس طرح کا حوصلہ کرسکتا ہے کہ عقلی دلیل بازی کو کام میں لانیکا پورا موقع دیوے۔ ہر ایک مذہب کا یہ حوصلہ نہیں ہے جسقدر عقل اور دلیل کی لیاقت ترقی کرے گی اسیقدر سناتن دہرم کی خوبیاں عیاں ہونگی۔ سناتن دہرم فقط اپنی اصلی صداقت اور اعلی درجہ کی دقیق تحقیقات کی خوبیاں سے پر ہونے کیوجہ سے آجتک باوجود اتنا زمانہ گذر جانے کے جسکا پتہ کوئی نہیں بتا سکتا اسوقت تک قائم ہے اور اسوقت ان ممالک میں خاص عزت اور رتبہ حاصل کر رہا ہے کہ جہاں سائنس اور عقل نے اعلی درجہ کی ترقی کی ہے۔ یہ سناتن ہندو مذہب ہی ہے جو تلوار کے زور سے نہیں پہیلایا گیا اور نہ حکومت کے دباؤ سے پہیلایا گیا یہ فقط اپنی خالص صفات بعد اصلی صداقت کے جوہروں کی وجہ سے ان ممالک میں بہی عزت حاصل کر رہا ہے کہ جہاں تلوار یا پولیٹیکل طاقت دونوں غیر مذاہب کے ہاتھوں میں ہیں۔ جب جہالت یا تعصب کی گھٹا چھا جاتی ہے تب یہ سناتن دہرم روپی جوہر گویا گودڑیوں میں چھپ جاتا ہے۔ اور جب قدردان جوہریوں کا زمانہ آتا ہے تو پھر یہ لعل گودڑیوں میں سے نکلکر اپنی چمک کا جلوہ چاروں طرف روشن کر دیتا ہے اور قدردان اسکو اپنے سر پہ دھارن کرتے ہیں۔ جبکہ یہ عالی شان مذہب کسی غیر مذہب کو خود میں ملانا ہی اپنا اصول نہیں سمجھتا اور کسیکو اپنے دین سے بیدین کرنا گناہ خیال کرتا ہے تو اسکو تلوار کی طاقت سے کیا کام۔ اور اسکو اپنے مذہب کے قیام کے لیے پولٹیکل طاقت کی کیا ضرورت؟ ان ہتیاروں سے تو ان مذاہب کو کام لینے کی ضرورت ہو کہ جن میں اصلی خوبیاں ندارد ہوں اور وہ اسی زور کے بغیر اور کوئی چارہ اپنے قیام کا نہ رکھتے ہوں۔ اور جن میں یہ امر روا ہو کہ لوگوں کا اپنا مذہب بگاڑ کر انکو اپنے مذہب میں شامل کر لیا جاوے اور جنہوں نے خداوند تعالے

گو ایسا طرفدار اور متعصب خیال کر رکھا ہو کہ وہ فقط اسکے ہی مذہب والوں کو نجات دیگا اور باقی تمام کو چاہے وہ کیسے ہی ایماندار رست باز اور دیندار ہوں جہنم کی آگ میں ڈالدیگا۔ گویا کہ اونھوں نے ہی نجات کا ٹھیکہ یا کنٹراکٹ خداوند عالمیان سے حاصل کیا ہوا ہے۔ عالیشان سناتن دہرم ان تمام خیالات اور کمزوریوں سے بہت بالاتر ہے لہذا اوسکو اپنے قیام کے لیے نہ **تلوار کی** ضرورت اور نہ پولیٹیکل طاقت کی حاجت اسکو اگر ضرورت اور حاجت ہے تو علمی خیالی روحانی ترقی کی جہاں یہ ہیں وہاں سناتن دہرم خود بخود بغیر تلوار یا طاقت کے زور کے عزت پا رہا ہے۔ چونکہ یہ دہرم بڑی خوشی سے عقلی دلائل کو مذہبی معاملات کی تحقیقات میں دخل دینے کی اجازت دیتا ہے لہذا میں دعوی کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو باتیں اس مذہب کے بہت سے لوگوں کو قابل اعتراض معلوم ہوتی ہیں وہ تمام سچی اور منصفانہ تحقیقات کی کسوٹی پر صحیح اور کندن کی طرح چمکتی ہوئی نکلیں گی۔ اور جسکو ان میں سے کسی میں شبہ ہو وہ اپنے شکوک حسب جا ہے رفع کر سکتا ہے۔ اور سناتن دہرم کے عالمان ہر وقت ایسے شکوک رفع کرنے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ سائل بامحقق سچی تحقیقات کی نیت سے یہ شکوک رفع کرنے کو آمادہ ہو۔ میں بھی اپنی ناچیز عقل کے مطابق ایسے صاحبان کی خدمت کرنے کو تیار ہونگا۔ فقط

جناب پنڈت صاحب موصوف کی تقریر اور اگلی تقریر کے سننے کے لیے سناتن دہرمی اصحاب خاص طور پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور یہ دونو تقریریں بڑی دلچسپی اور محبت کے ساتھ سنی گئیں اور جناب بشنی پرشاد صاحب وودیاوان کے بعد ان دو بزرگوں کی تقریروں کے ختم ہو جانے سے سناتن دہرم کی طرف سے عمدہ ریپریزنٹیشن و وکالت ختم ہو گئی کیونکہ پنجاب سناتن دہرم میں یہ تینوں اصحاب اعلی پایہ کے مانے ہوئے ہیں خصوصاً جناب پنڈت بہاگودت صاحب کو تو آپ سنسکرت میں ید طولی حاصل ہے ہندو سوسائٹی میں صرف آپکا نام ہے واقفیت سنسکرت کا سرٹیفکٹ ہے آپ یونیورسٹی پنجاب کے ممتحن زبان سنسکرت بھی ہیں۔ آپ کی تقریر ایک عام پسندی اپنے اندر رکھتی تھی اور کسی فرقہ مذہب کا کوئی فرد ایسا نہ تھا جس نے اس تقریر کو خاص پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھا ہو خصوصاً جس عالمانہ انداز سے آپنے انسان کی حقیقت پر بحث کی وہ خاصکر قابل تعریف واقعہ ہوئے۔

عالیجناب پنڈت بہاگودت صاحب بالقابہ ممتحن پنجاب یونیورسٹی لاہور

اوم تت ست

انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے

منگلاچرن

میرے نہایت لائق فائق جناب پریزیڈنٹ ممبران کارکن کمیٹی اور نہایت عزیز حاضرین -

صاحبان - اگرچہ میں اپنے وعدہ کے مطابق مقررہ وقت پر آپ لوگوں کے سامنے "انسانی زندگی کا عین مقصد کیا ہے" اس فقرہ کی تشریح بموجب ہندو شاستر کے کرنے کی جرأت کرتا ہوں مگر بیان کرنے سے بیشتر مجھے کئی مشکلات درپیش آتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جن میں سے چند کا ذکر میں کرے دیتا ہوں مگر صرف ایک پرمیشور کے چرنوں کا خیال کرکے بیان کرنا شروع کرتا ہوں وہ خود ساری مشکلات آسان کردیگا

پہلے صاحبو شروع زمانہ سے دو ہی قسم کے انسان یعنی ایک آستک جو خدا بہشت دوزخ اولیا اور انبیا کو اور نیز پتر اور دیوتاوں کو جار یا چہ (۱) ارتھاپتی (۲) پرتیکش (۳) انومان (۴) اُپمان (۵) اور شبد (۶) او

---

(۱) منگلا دینی منگل مدھانی منگلانتانیچ گرنتھانتے ست پرشنا

(۲) مہاتما پرش شروع درمیان اور آخر میں ہر ایک گرنتھ یا بیان میں ایشور کا سمرن یا نمسکار یا دعا یا ذکر کرتے ہیں -

(१) मङ्गलादीनि मङ्गल मध्यानि मङ्गलान्तानिच ग्रन्थान्ते (सत्यपुरुषः

ओं असतो मा ऽ सद् गमय,
तमसो मा ज्योतिर्गमय, मृत्योर्मा ऽमृतं गमय आविराविर्म
एधि रूद्रयत्ते दक्षिणं मुखं तेन मां पाहि नित्यम् ॥२॥

(۳) ہے ایشور است سے ہمکو راست میں لیجا اندھیری سے پرکاش میں لیجا موت سے ہمکو امرت میں لیجا (یکیتی) ہم سبھوں کے نکٹ ظاہر ہو (ہم ہمکو حاضر و ناظر دیکھیں اپنے ترس نگہہ سے ہم سبھوں کی رکھشا کر -

رتو بھیدی کے ذریعہ سے مانتے ہیں ناستک وہ جو کچھ نہیں مانتے صرف پرتکش یعنے جو نظر آتا ہے اور جو مفید ہے
اسی کو مانتے چلے آئے ہیں ان دنوں کئی نئے نئے فرقے اور بھی پیدا ہوئے ہیں اور روز بروز بڑھتے ہی جاتے ہیں
جنہیں ناستکوں کے نام سے اگر پکارا جاوے تو کچھ بیجا نہیں بلکہ اوچت ہے کیونکہ انکی جہاں تک عقل کام کرتی ہے
مانتے ہیں جہاں عقل کی پہونچ نہیں اوسے بیجا بیجا وہمیات یا نان سنس کہتے ہیں۔ سو صاحبو میں ایک آستک
فرقہ سے ہوں اور انہیں کی طرف سے بیان بھی کرنے کو کھڑا ہوں جسکے واسطے یہ حکم ہے کہ کسی مجلس میں اگر جانا ہو تو جو
کچھ اپنی رائے ہے ٹھیک ٹھیک بیان نہیں کرتا ہے یا کچھ لاگ لپیٹ سے بیان کرتا ہے تو گنہگار ہے پس معزز صاحبو
اسواسطے مجھے خوف آیا ہے کہ شاید مجھے بھی وہمیات یا نان سنس وغیرہ لفظوں سے نہ پکارا جاوے یہ نہیں سمجھو

(१) प्रत्यक्षाऽनुमानोथमानशब्दाऽप्रमाणानि ।।
न स्वर्गो नाऽपवर्गश्च नैवात्मा पारलौकिकः ।।
नैव वर्णाश्रमादीनां क्रियाश्च फलदायकाः ।।
यावज्जीवेत्सुखं जीवेदृणं कृत्वा घृतं पिवेत् ।
भस्मीभूतस्य देहस्य पुनरागमनं कुतः ।।
यदि गच्छेत्परं लोकं देहादेव विनिर्गतः ।।
कस्माद्भूयो न चायाति बन्धुस्नेहसमाकुलः ।

(۱) نہ سورگ ہے نہ موکش ہے نہ کوئی روح ہے نہ کوئی دوسرا جہان ہے، نہ کوئی ذات نہ کوئی آشرم نہ کچھ اُنکے دہرم کرنے سے فائدہ ہے
جب تک جیو عیش کرو خوب کھاؤ کماؤ جسم نے خاک ہو جانا ہے۔ یہ آنا جانا کسی نے نہیں۔ اگر جسم چھوڑ روح کہیں
جاتا ہے تو واپس کیوں نہیں آتا۔

(२) सभावा न प्रवेष्टव्या । वक्तव्यं वा समञ्जसं, अब्रु
वन् विब्रुवन्वापि नरोभवति किल्मषी ।।

(۲) کسی سبھا میں داخل مت ہو ہوتا ہے تو ٹھیک سچ کہہ اگر ایسا نہیں کرتا تو گنہگار ہے۔

کہ جن دلائل سے خدا کی ہستی ثبوت ہوتی ہے اونہیں سے دیوتاؤں کا ہونا اور تیرتھوں کا سوگ نشم ردپ دہار کرشرادہ آدہی میں اپنی اولاد سے بلائے جاکر انکے دیے ان وغیرہ کو وہاں سے قبول کرنا بھی ثابت ہوسکتا ہے۔

عزیزو اکثر مجھے کبھی کبھی دہرم سبہاؤں میں ہندی میں تقریر کرنے کا موقعہ ملا ہے اردو میں نہیں اور مجھے یہاں اردو میں اردو فارسی دانوں یا انگریزی خوانوں کا ہی دکہائی دے رہا ہے۔ شاید میری تقریر کو اوقات ضائع اور بیفائدہ ہی نہ سمجھیں جسکا مجھے دوشی بننا پڑے۔

جس مضمون کے بیان کرنے کو میں کھڑا ہوا ہوں اسکی تمام ہندو شاستر۔ ہندو دہرم کے فرقات خود انپر عمل پیر بیان کرنے کی طاقت اور زبان دانی کی لیاقت یہ سبھی کچھ درکار ہے جو مجھ میں ٹھیک نہیں۔ مگر صرف اتنا بہروسہ ہے کہ کچھ فائدہ ہی ہوگا۔ چاہے کئی صاحبان او نچے ٹنگنے والے آم بہل کے خواہشمند لپست قد آدمی کو اچہلتے کودتے دیکہہ ہنسنے گے مگر کوئی ایسے سمجھدار ودیاوان بہی نکلیں گے جو خود نہ اتار دینگے تو کوئی اتارنے کا ذریعہ بتا جاوینگے وغیرہ وغیرہ صاحبو آپ لوگوں کو بخوبی معلوم ہوگا یا معلوم ہونا چاہیے کہ بغیر دیوار یا کاغذ تصویر نہیں ہوسکتی بغیر کارن (علت) کے کاریہ (معلوم) ثابت نہیں ہوسکتا بس میرے بیانیہ فقرہ کے اندر مندرجہ ذیل تین لفظ ہیں یعنے (۱) انسان (۲) زندگی (۳) مدعا جب تک ہر ایک لفظ کی مفصل تشریح نہ کردوں اصلی مدعا معلوم نہیں ہوتا اسیواسطے پہلے ہر ایک لفظ کا مفصل بیان کرتا ہوں اگرچہ عام طور پر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ

१- क्षित्यङ्कुरादिकं कर्तृजन्यं कार्यत्वाद् घटवदित्यनुमानम्

२- कर्मणा पितृलोको विद्यया देवलोक इति श्रुतेः ।।

(۱) شبہ کرموں سے پتڑ لوک اور ودیا سے دیولوک

३- प्रयोजनमनुद्दिश्य न मन्दोऽपि प्रवर्त्तते । अर्थस्य पुरुषो दास इत्यादि वाक्योल्लङ्घने महान दोषः ।।

४- सति कुड्ये चित्रं ।।

(۴) دیوار بنے تب ہی تصوری ہوسکتی ہے

५- वाक्यार्थ बुद्धौ पदार्थबुद्धेः कारणत्वम् । पदार्थज्ञानमन्तरा वाक्यार्थज्ञानं कदापि न संभवति ।

(۵) جبتک واقعہ یعنے فقرہ میں کے پدوں کے ارتھ کو نہیں جانا جبتک واقعہ کا ارتھ پہلے سے بات سمجھ میں نہیں آسکتا

قالب ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ انسان ہے اور جیتا جاگتا چلتا پھرتا بولتا وغیرہ ہے یہی اسکی زندگی ہے اور کھانا پینا عیش و عشرت وغیرہ بھی اسکے جینے کا مدعا ہے اور اس سے زیادہ کیا کچھ ہے اور کیا ضرورت پڑی ہے؟

حاضرین صاحبو یہہ ہی نہ سمجھ بیٹھنا۔ میں کچھ اور بڑا بھاری مدعا بیان کرتا ہوں کیونکہ بیان کے سنسکرت سنے ویاکھیان[1] ہے۔ ویاکھیان کے سنے وہی ہوتے ہیں جس سے حاضرین کو معمول سے کچھ زیادہ یقین ہو سو میں لکھشن[2] اور پرمانوں سے اپنا مدعا کو بیان کروں گا۔

صاحبو عام سرسری نظر میں جسے آپ انسان سمجھ رہے ہیں یہ انسان نہیں ہے یہ تو مفصلہ ذیل تین چیزوں کا مجموعہ ہے جواب میں بیان کرتا ہوں ایک ستھول[3] شریر یا پنج بھوتک شریر (خالی پتلا) دوسرے لنگ شریر یا سوکھشم شریر[4] جو خمسہ حواس ناطقہ پانچ پران اور من۔ بدھی ان ستارہ چیزوں کی بناوٹ ہے تیسرا جیو[5] چیتن یا ساکشی چیتن جسکے کارن سوکھشم شریر بھی چیتن ہو رہا ہے پس صاحبو یہ جو کچھ جاندار چیز ہیں ہم تم کل خلق اللہ دکھائی دے رہی ہیں ان ہی تین چیزوں کا مجموعہ ہے جن میں انسان اشرف المخلوقات مانا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۵

१- व्याख्यानतो विशेषप्रतिपत्तिर्नहि सन्देहादलक्षणम् ।

یہ ویاکرن کے مہابھاشیہ کار شری مہامنی پتنجلی جی کا فرمان ہے ویاکھیان جیسے تشریح وہی ہے جس سے معمول سے زیادہ تر کوئی یقین ہو۔

२- लक्षणप्रमाणाभ्यां वस्तुसिद्धिः

کسی پدارتھ کی جب تک تشریح نکریں اور اس میں پرمان نہ دیں تو اصلیت نہیں۔

३- स्थूलदेहं परित्यज्य काष्ठलोष्ठसमं क्षितौ । विमुखा बान्धवा यान्ति धर्मस्तमनुतिष्ठति

اس خاک جسم کو مٹی کے ڈھیلے کی طرح چھوڑ کر رشتہ دار سب منہ موڑ چلے جاتے ہیں

४- पंचप्राणामनोबुद्धिः पंचज्ञानेन्द्रियाणि च । पंचकर्मेन्द्रियाणीति सूक्ष्मदेहः स्मृतो बुधैः ॥

५- जन्माद्यतीतश्चिन्मात्रः परमात्मैव वस्तुतः । अविद्यावासनाध्यासाद्देहाद्यध्यासवानयम् ॥

گیا ہے اور یہہ سب سے بڑہکر ایشور کو پیارا ہے اور بڑے بڑے پیارے رشیہ گرمون سے جو چاہے لاکہہ بہگت کو ملا ہے

...... اوسیکو دیکہکر پرماتما پرسن ہوتے ہیں۔ یہ اوس کا انش ہے اسکے انند کو انند سمجہنے والا اور

اوس سے فائدہ اوٹہانیوالا صرف ایک یہہ ہے تپلا ہے یہ اوس انند کا بہاگی ہے جو انند کے سمندر کی ایک

بوند کو تمام دنیا ترس رہی ہے صرف ہندو شاستر کا ہی یہ عقیدہ نہیں اسلام نے بہی اسے اشرف المخلوقات

کہا اور مانا ہے عیسائیوں نے بہی اسکو اللہ تعالی کی تصویر یا خدا کی مخلوقات میں سے سب سے اول (

The Creation of ...) کہا ہے۔ ژند۔ توریت اور تریپٹک

وغیرہ۔ زردشت۔ موسائی۔ اور یہودیوں کے دہرم پستکوں میں بہی مکتی نجات یا یزدان کا حاصل کنندہ اسیکو بیان

کیا گیا ہے تو پہر کہانا پینا سونا عیش عشرت کرنا اسکی زندگی کا مدعا سمجہ بیٹہنا نہایت غلطی نہیں تو اور کیا ہو

سکتا ہے اگر زندگی کی بابت پوچہیں تو یہ بہت ہی کلچہن یا چپل ہے کہیں پانی کے بلبلے اور کہیں دہوئیں سے اوسکی

سے تشبیہ دیگئی ہے۔ کسیکو پتہ نہیں میں کیا ہوں۔ کہاں سے ہوں کس لیے ہوں۔ اور کب تک زندہ ہوں۔ سب

یہہ جانتے ہیں کہ مرنا ضرور ہے۔

عزیز حاضرین جب واقعی یہ بات ہے کہ ہم کو یہہ انسانی جامہ بڑی نعمت خداداد ملا ہے اور اسکے قیام کا بہی ہمکو

پتہ نہیں اور ہمنے یہ بہی سمجہا ہے کہ سچے مچ مکتی یا نروان یا پرم شانتی یا نہایت یا غایت درجہ کی روحانی خوشی

حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے۔ تو ہم دنیاوی عیش و عشرت ہی اسکا مدعا کیونکر سمجہتے ہیں ہرگز نہیں نہیں نیز

دنیا کے عیش سے بہی کوئی سیر نہیں ہوا جوں جوں عیش کے سامان ملتے جلتے ہیں طبیعت ہرگز سیر نہیں ہوتی کبہی

१– नृदेहमाद्यं सुलभं सुदुर्लभं प्लवं सुकल्पं गुरुकर्णधारं।
मयानुकूलेन नभस्वतेरितं पुमान् भवाब्धिं न तरेत् स
आत्महा ॥ خدا فرماتا ہے کہ ای انسان تجہکو میں نے اس سنسار سمندر کے پار اتارنیکو یہ بڑا اور سب
آسانی سے انسانی جامہ دیا ہے پس اس ناؤ کے ذریعہ سے اس سمندر نہ تریگا تو خودکش سمجہا جاویگا

२– आहार निद्रा भय मैथुनं च सामान्यमेतत् पशुभिर्नराणाम्।
धर्मो हि तेषामधिको विशेषो धर्मेण हीनाः पशुभिः समानाः
३– जल लोल बिन्दु चपलं फेनोपमं जीवितं ॥
४– गृहीत इव केशेषु मृत्युना धर्ममाचरेत् ॥ मृत्युर्जन्मवतां वीर

ڈالنے سے جیسے آگ بھڑکتی ہے ویسے ہی زیادہ سے زیادہ بھڑکنے لگتی ہے میرے پیارے حاضرین مذکورہ بالا بیان سے
ثابت ہوا کہ ایک دھرم ہی انسانی زندگی کا مدعا ہے اور کچھ نہیں سواب دھرم کی تشریح کرتا ہوں - دھرم کے معنے نہ
تو ایمان نہ مذہب نہ ریلیجن ہیں - دھرم لفظ کے معنی ہندو شاستر میں بہت فراخ رکھے ہیں ایمان وغیرہ سب
ہی اسکے درمیان آجاتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دھرم لفظ کے معنے انسان میں انسانیت سمجھو جسکے ہونے

देहेन सह जायते अथ वा दशनान्ते वा मृत्युर्वै प्राणिनां ध्रुवः॥ صفحہ ۲۳۶ فٹ نوٹ

५ - त्रिविधदुःखात्यन्त निवृत्तिः परमपुरुषार्थः न दृष्टात्तात्सि
द्धिर्निवृत्यन्ते प्यनुवृत्ति दर्शनात्॥

६ - न जातुकामः कामानामुपभोगेन शाम्यति। हविषा कृ
ष्णावर्त्मेव भूय एवाभिवर्द्धते॥

७ - एतस्यैवानन्दस्यान्यानि भूतानि मात्रामुपविशन्ति
आनन्दादेव खल्विमानि भूतानि जायन्ते। आन
देन जनानि जीवन्ति। आनंन्दं प्रायान्त्यभिसं
विशान्ति॥

७ - चतुराशीतिलक्षेषु चतुर्भेदा हिजनं नवः मानु
ष्यं प्रवरं तत्र भुक्तिमुक्तिप्रदं यतः॥ صفحہ ۲۳۷ فٹ نوٹ
१ - धारयति इति धर्मः
२ - धर्मात्परं नास्ति धर्मः सर्वेषां भूतानामग्र। धर्म
एव हतो हन्ति धर्मो रक्षति रक्षितः॥
एव एव सुहृद्धर्मो निधनेऽप्यनुयाति यः शरीरेण
समं नाशं सर्वं मन्यत्तु गच्छति॥

१ - धर्मेण हीनाः पशुभिः समानाः॥ صفحہ ۲۳۸ فٹ نوٹ
१ - विहि कर्मजन्यो धर्म स्त्वद्वि रुद्ध स्त्व धर्मः॥

—

سے انسان انسان ہے ورنہ حیوانؓ سے بدتر۔

اگر آپ پوچھیں گے کہ وہ انسانیت کیا ہے تو ہندو دہرم شاستروں میں مفصل جو بیان کیا ہے وہ یہ ہے +

اندہہ افعال کے نتائج دہرم۔ اور بد اعمال کے نتائج ادھرم۔ پہر دہرم کی تفصیل یوں کی ہے اول سامانیہ دوم دیوی سوم پرم دہرم یا یوگیش دہرم + سامانیہ کو ہنو نے دہرم ہی کہتے ہیں جسکی پہچان یہ ہے پہلا اہنسا کسیکی جان کو ایذا نہ پہونچانی۔ دوسرا ستیہ (راستی) تیسرا استیہ (چوری نکرنی) چوتہا برہمچریہ (مذہبی تعلیم) پانچواں اپریگرہ (سمجہکر ضد نہ کر بیٹہنی یا بیجا خیرات نہ لینی چہٹا شم (خواہش خونی) ساتواں دم (دلکو قابو رکہنا) آٹہواں تپ (ریاضت) نواں شوچ زبانی وغیرہ جسم کو سچائی سے جو دل کی صرف صفائیوں سے ہے اور علم اور ریاضت سے روحانی اور گیان سے عقل کی صفائی مارگ در دیہ (منشی چیزوں) سے دست برداری وغیرہ سب اسیکے اندر آجاتا ہے حاضرین صاحبو اگرچہ مینے صرف مانتی دہرم یا انسانیت کا ہی بیان کیا ہے۔ ورن دہرم۔ آشرم دہرم۔ دیش دہرم یا کل دہرم وغیرہ وغیرہ فروعات کا نہیں کہ مضمون بڑہ نہ جائے مگر انکا بیان کرنا ہی مجہے بہت ضروری معلوم ہوتا تہا کہ حاضرین معلوم کرتے کہ دہاتک برہمن کہتری ویش کس بہانت برہمچریہ۔ گرہست بان پرست اور سنیاسی میں اپنی زندگی کے چار حصہ کرکے بسر کرتے اور کسطرح روحانی زندگی کے سامنے اس زندگی کو ہیچ پوچ سمجہتے تہے۔ برہمچریہ میں کس بہانت گروکل میں رہ گرو سیوا کرکے دینی اور دنیوی اخلاق میں پوری پوری واقفیت حاصل کرتے اور گروکی اجازت سے گہرستی آشرم میں برہم نشٹ ہو تمام

३ – इहिंसा सत्यमस्तेय ब्रह्मचर्या परिग्रहः। शमोदमस्तपः शौच मार्दवंह्रीरचापलम॥

४ अद्भिर्गात्राणि शुद्ध्यन्ति। विद्यातपोभ्यां भूतात्मा बुद्धिर्ज्ञानेन शुद्ध्यति॥

४ – मनुष्यस्यचदेहोऽयं क्षुद्रकामायनेष्यते। कृच्छ्राय तपसे चैव प्रेत्यानन्तसुखायच॥

५ – ब्रह्मनिष्ठो गृहस्थः स्यात्तत्त्वज्ञान परायणः यद्यत्कर्म प्रकुर्वीत तद्ब्रह्मणि समर्पयेत्॥

کام خدا کی عبادت ہی سمجھتے اور ماں باپ کو پرتکش دیوتا بڑے بھائی بہن کو ماں باپ کی مانند فرزندوں کو لخت جگر جورو کو آدھا جسم نوکر چاکروں کو اپنا سایہ اور تمام جہان کو اپنا کٹمبہ سمجھتے ہوئے بیٹھے کے گرہست آشرم میں پہنچے ہی بان پرست اختیار کرتے تھے جس سے بالکل گھر بار کے علاقوں سے الگ ہو ایشور کی عبادت میں ہی وقت بسر کیا کرتے تھے۔

صاحبو یہاں تک تو میں نے سنش دہرم یعنے ادنی درجہ کی حالت دہرم کی بیان کی ہے۔ اس سے اوپر دیوی دہرم یا وشیش دہرم کا بیان کرتا ہوں جس سے انسان اوس انسانی حالت میں سے جس میں ست۔ رج اور تم تینوں خصلتوں کو یکساں رکھنا پڑتا تھا۔ آگے بڑھتا ہے یعنے ستوگن کی خصلت کو بڑھاتے بڑھاتے دیوسیوا یا اپاسنا کے لائق خود کو بنا دیوتاؤں سے دنیا کی حشمتیں اور اور سدھی یعنے آٹھ قسم کی کرامت حاصل کرنے کا ہی آدھیکاری ہو سکتا ہے مگر جب دیوتاؤں کو ناشوان اور انکے سکھوں کو بھی انتہا (فانی) سمجھتا ہے اور گیان کے شکھر کے سامنے ادھی حشمت اور آٹھوں سدھیوں کو بھی ہیچ سمجھنے لگتا ہے

(१)- मातरं पितरं चैव साक्षात्प्रत्यक्षदेवतां मत्वा गृही
निषेवेत सदा सर्वं प्रयतनतः।

(२)- भ्राता ज्येष्ठः समः पित्रा भार्या पुत्रः स्वका तनुः। छा
या स्वदाससवर्गश्च दुहिता कृपणं परं ॥

(३)- अयं निजः परो वेति गणना लघुचेतसां उदार
चरितानां तु वसुधैव कुटुम्बकम् ॥

(४)- नादेवो देवतां यजेदिति ॥ جبتک خود دیوتا نہ بنے کسی دیوتا کی اوپاسنا نہیں کر سکتا

(५)- अणिमा महिमा चैव गरिमा लघिमा तथा ! प्राप्तिप्र
काम्यमीशित्वं वशित्वं चाष्टसिद्धयः ॥

باریک سے باریک بنجانا۔ بڑے سے بڑا بنجانا۔ بھاری سے بھاری بنجانا۔ ہلکے سے ہلکا بنجانا۔ جہاں چاہے پہونچجانا خواہش پوری کرنا۔ ہر ایک طاقت حاصل کرنی۔ جسے چاہے بس کرنا۔

(६)- तद्यथेह कर्मचितो लोकः एवमेवामुत्र पुण्यचितो लोकः
क्षीयते ॥

اوسی دم پرگٹ ہو سنیاس دہار ہو کش دہرم کا ادہیکاری یعنے موکش دہرم میں داخل
ہو جاتا ہے۔ جو عین انسانی زندگی کا مدعا ہے۔ اس درجہ پر پہونچنے کے چار ذریعہ ہیں

(۱) — नित्यानित्यवस्तुविवेक ॥ (२) فانی اور غیر فانے
کی سوچ کرکے غیر فانی سے ہے محبت کرتی ہیں (۲)

(२) इहामुत्रार्थफलभोगविराग ॥
یعنے جسطرح جہان کی عیش و عشرت سے انسان کی سیری نہیں اسیطرح سورگ یا بہشت میں بھی سیری نہیں
(۳) (نفس کشی) دل کشی۔ امن۔ برداشتگی۔ ریاضت توجہ اور مرشد اور کلام الٰہی
پر پورا پورا اعتقاد (۴) ॥ मुमुक्षत्व (۴) یعنے بڑی بھاری مضبوطی اس خواہش
کی ہے کہ نجات ہو جائے۔ پس جب ان چاروں سادہنوں سے جیو سمپن ہو جاتا ہے تب
پانچواں سادہن جس سے توجہ یا سمادہان کہا ہے اور جو دو قسم کا ہے ایک
॥ सविकल्प یعنے جس میں تمام طرف سے خیالات تو رک چکتے ہیں مگر تین
چیزیں خیال کے اندر ضرور رہتی ہیں ایک اُپاسک دوسرا اُپاسیہ تیسرا اُپاسنا یا یوں
کہو کہ گیان۔ ....

(३)
* शमादिषट्क सम्पत्ति -

(२) भूयैव सुखं नाल्पे सुखमस्ति ॥

(२) यदहरेव विरजेत्तदहरेव प्रव्रजेत ॥

گیاتا اور گیہ یا یون کہو کہ بہگت بہگتی اور بہجن جس بہگتی کا بیان یوں ہے کہ وہ کام کریں
جس سے پرماتما میں لگاتار بڑہنی والی محبت پیدا ہو اور کوی غرض بہی نہ ہو اور روز مرہ
آتم پرساد (روحانی خوشی) بڑہتی دیکہے۔ بتروس جورو سے مال اور جان سے بڑہ کر
خدا سے محبت ہو پس **सविकल्प ॥** سویکلپ جیون مکت کہاہے
یہہ دنیا میں رہ کر بہی دنیا سے نرالا ہے۔ اسکی تشبیہ پانی سے کمل کے پتے کی طرح ہے
اسکے آگے نرو کلپ سمادہاں ہوتا ہے جسکا بیان اوس درجہ کے آدمی ہی کر سکتے ہیں
میری وہاں تک پونچ نہیں۔ اسواسطی اپنے مضمون کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ اور
آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس انسانی زندگی کو نہایت غنیمت سمجہہ کر
سچے دہارمک خدائی بندی بنو۔ اس تمام دنیا کو اوس پرماتما کا پوتر گہر سمجہہ آپس
میں ایک باپ کی اولاد بہائی بہینونکا سا سلوک رکہو۔ یہہ اپنا ہے وہ بیگانہ ہے یہہ ایماندار
آدمیوں کا خیال نہیں ہونا چاہیئے تمام دہرتی کو ہی اپنا کنبہ سمجہہ لینا چاہیئے۔ فقط
جناب پنڈت صاحب موصوف کی تقریر جس خوبی کی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آپکے بعد جس بزرگ
نے تقریر کرنے کے لیئے آنا تہا۔ اوسکے متعلق بوجوہات چند اگزکٹو کمیٹی میں کسیقدر اختلاف
تہا۔ اس اختلاف کا باعث وہ غلط فہمی تہی جو اونکے خاص معتقدات کے متعلق ممکن تہا کہ عام
میں ہو جاوے۔ سو یہہ اختلاف اسطرح دفع ہوا کہ اونکی تقریر کے پہلے پریسیڈنٹ صاحب
سپیکر صاحب کا مقبولہ بیان سناویں جو اونہون نے لکہکر کمیٹی کو دیا لہذا پریسیڈنٹ
صاحب سے التماس کی گئی۔ کہ وہ سپیکر موصوف کو معرف کرانے سے پہلے وہ کاغذ پڑہ
دیں جسمیں سپیکر صاحب موصوف نے اپنے معتقدات لکہہ دیئے تہے چنانچہ پریسیڈنٹ
صاحب نے ذیل کے الفاظ بطور انٹروڈکشن بیان کیئے۔

(१) सवै पुंसा परोधर्मो यतो भक्तिरधोक्षजे ॥
अहैतुक्यप्रतिहता ययात्मा सम्प्रसीदति ॥
(२) तदेतत्प्रेयो वित्तात्प्रेयो पुत्रात्प्रेयोऽन्यस्मात्सर्वात् ॥
(३) यज्ज्ञात्वा नापरं लाभं मन्यन्ते नत्वद्दर्शना ॥

تقریر پریسیڈنٹ

اسوقت میں ایک ایسے شخص کو آپکے سامنے انٹروڈیوس کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہوں جسکی طرف سے یہ کاغذ جو مجھے کمیٹی منتظمہ سے ملا ہے۔ کمیٹی ہذا نے مجھے سنانے کی درخواست کی ہے آپ اُسے بغور سُنیں کیونکہ تقریر سننے سے پہلے تقریر سنانے والے کے عقاید سے واقف ہوجانا اس جلسہ میں از بس ضرور ہے۔ اب میں اس کاغذ کو پڑھتا ہوں۔

میں نہ عیسائی ہوں نہ موسائی نہ محمدی میں مسلمان ہوں اور ماننے والا ہوں علمی طور پر توریت کا انجیل کا قرآن کا اور میں مسلمان اُن معنوں میں نہیں ہوں جن معنوں میں باقی اہل اسلام ہیں

اس بزرگ سے بعض احباب پہلے سے واقف ہونگے آپ ہیں فاتح الکتاب المبین جناب منشی امام الدین صاحب پنشنر منصف۔ امید ہے کہ آپ دلی توجہ سے انکا بیان سنیں گے۔

توریت

عالیجناب منشی محمد امام الدین صاحب فاتح الکتاب المبین

منصف (پنشنر)

اے خدای پاک میں تیرا شکر گذار ہوں کہ تونے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ دلایا اے بھائیو یہ مجمع مذاہب کی تحقیقات کے لیے اکٹھا ہوا ہے۔ ہر ایک مذہب کی غرض حصول نجات ہی اور دیکھنا یہ ہے کہ کس مذہب پر چلکر نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ ابدی نجات صرف اسی کو ملے گی جو خدا تعالے کے احکام *بجالاویں گے۔ دیکھو مثلاً اگر کسیکے دو بیٹے ہوں۔ ان میں سے ایک تو اپنے باپ کی منشا دریافت کرکے اوسپر عمل کرتا ہے اور دوسرا وہ منشا دریافت نہیں کرتا۔ تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ باپ کسپر خوش ہوگا سو جو شخص اللہ تعالی کی مرضی دریافت کرتا ہے وہ سب سے اچھا آدمی ہے۔ جو آدمی خدا کے حکم کو دریافت کرلیتا ہے وہی سب سے عمدہ ہے۔

لیکن یہ امر ضروری ہے کہ اللہ تعالے کے احکام کی شناخت کا ذریعہ بھی ہمارے پاس ہو اور ہمارے پاس اگر کوئی ایسی علامت ہو جس سے ہم جھوٹے اور سچے خدا کے پیغام رساں میں تمیز کرسکیں جہانتک مجھے تحقیقات

* دیکھو کتاب احبار ۱۸ باب ۵

صرف توریت امام ہی ایک ایسی کتاب ہے کہ جس میں خاص شناخت احکام خدا کی ہے کسی اور جگہ یہ شناخت نہیں۔ توریت[1] میں شناخت نبی کا ذریعہ یہ ہے کہ اسکی پیشینگوئی پوری ہو اور جو وہ کہے ایسا ہی ہو لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اوسکی تعلیم خلاف خدا اور شرک کا نہ ہو

توریت میں احکام مختلف ہیں اوس میں جسم اور روح دونو کی بابت ہدایات مندرج ہیں۔ اور ضروری ہے کہ ایسا ہی ہو کیونکہ جسم اور روح دونو ملکر کام کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے الگ نہیں۔

توریت نے جسم کے متعلق مختلف احکام دیے ہیں اور انکی پیروی کے لیے تاکید کی ہے اور اس میں یہہ لکھا موجود ہے کہ اگر تم میرے[2] احکاموں کو مانو گے تو موت سے بچو گے اور کبھی نہ مرو گے۔ اس اصول پر منوسمرتی میں بھی لکھا موجود ہے کہ برہمن کبھی نہیں مرتے۔ جسم کے متعلق بہت سے احکام ہیں لیکن میں پہلے کھانے کے متعلق احکام بیان کرتا ہوں۔ ان احکام پر چلنے سے ضرور نجات ہو سکتی ہے۔ حرام چیزوں میں سے ایک چیز خنزیر ہے یہہ توریت اور قرآن دونو میں منع کیا گیا[3] ہے منوسمرتی میں بھی اسکو حرام لکھا گیا ہے۔ ایسا ہی سب[4] چارپائے جنکا کھر چرا ہوا ہو اور جگالی بھی کرتے ہوں وہ پاک ہیں۔ اور اونٹ اسلیے حرام ہے کہ اسکا کھر چرا ہوا نہیں اور منوسمرتی[5] نے بھی ایسا ہی اونٹ کو حرام لکھا ہے ایسا ہی[6] توریت میں نباتات جو بیج دار ہوں وہ حلال لکھی گئی ہیں۔ ان احکامات کی تعمیل کے لیے یہانتک زور دیا گیا ہے کہ خدا کے دس احکام میں سے یہہ ہے کہ جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اور میرے حکموں پر چلتا ہے اسکو لپشتوں تک میں فائدہ پہونچاتا ہوں۔ اسی سے پایا جاتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اس قسم کے حکم ہی اسے خدا کا کلام ثابت کرتے ہیں جس طرح جسم اور روح ملکر ایک میں کام کرتے ہیں۔ اوسیطرح ہمیں خدا کی محبت سے کام لینا چاہیے۔ جسمانی حالات کے متعلق دہونا اور جسم کو صاف رکھنا جیسے جنابت میں غسل کرنے وغیرہ کے احکام ہیں۔

توریت میں ہر ایک حکم کے نہ ماننے کی سزا مقرر ہے اور توریت میں ہر ایک سزا کا کفارہ بھی لکھا ہے یہ بہشت اور دوزخ صرف تمثیل کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت بھی رکھتے ہیں۔

ایسا ہی زراعت کے متعلق بھی احکام مقرر ہیں۔ گرا ہوا دانا اوٹھانے اور بھولا[8] ہوا پولا واپس لانے سے

---

[1] کتاب استثنا ۱۳/۱-۴ [2] کتاب استثنا ۱۹/۲۱-۲۲ [3] کتاب احبار ۲۶/۳-۹-۱۴ [4] منوسمرتی پانچواں ادھیا چودھواں سلوک
[5] کتاب احبار ۹/۱-۱۱ [6] منوسمرتی پانچواں ادھیا اٹھارھواں شلوک [7] کتاب پیدائش ۱/۲۹
[8] کتاب استثنا ۲۴/۱۹

روکاگیا ہے یہ بھی حکم ہے کہ گاہنے[1] کے وقت بیلوں کا منہ نہ بند کیا جاوے اگر کسی سے دشمنی ہو دشمن کے جانور سے دشمنی کرنے کی بھی ممانعت ہے روحانیت پر زور دیتے ہوئے یہانتک لکھا ہے کہ اگر جانور کا انڈا لینے جاوے اور وہاں دو انڈے ہوں تو چاہیے کہ ایک انڈا وہاں چھوڑ دیا جاوے۔ ایسا ہی موذی جانور گھر میں رکھنے والا گنہگار ہے۔ جو بے منڈیر کنواں بنائے یا بے منڈیر گھر بنائے وہ بھی گنہگار ہے۔

میں افسوس کرتا ہوں کہ وہی توریت جسے امام اور نور کہا گیا ہے اوسکو پھینک دیا گیا ہے میں توریت کو مانتا ہوں مگر یہودی نہیں ہوں میں انجیل کو اتنا مانتا ہوں جتنا توریت کی کسوٹی سے وہ ثابت ہوتی ہے۔ میں سچا مسلمان ہوں کہ میں قرآن کے احکام کو مانتا ہوں لیکن میں ساتھ ہی انجیل اور توریت کو مانتا ہوں اسلیے عام محمدیوں کیطرح نہیں ہوں

منشی صاحب موصوف کے بعض حصہ تقریر سے بعض مسلمانوں نے گیلری میں شور مچایا کہ یہ شخص مسلمان نہ سمجھا جاوے جب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قائل نہیں لیکن جناب حکیم صاحب پریسیڈنٹ نے فی الفور اس شور کو بند کر کے کہا کہ منشی صاحب نے رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کیا ہے جس پر منشی صاحب نے اپنی جگہہ پر اوٹھکر کہدیا کہ وہ رسول عربی کے رسالت کے قائل ہیں اس پر حکیم صاحب نے ذیل کے پر حکمت الفاظ فرما کر لوگوں کے جوش کو سرد کر دیا۔

"آپ نے یہ کہدیا ہے کہ میں قرآن شریف کو مانتا ہوں لیکن ساتھ ہی توریت کو اسلیئے میں مانتا ہوں کہ قرآن شریف میں ہی اسکو نور اور ہدایت کہکر پکارا گیا ہے اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اقراری ہوں۔ فاتح الکتاب المبین امام الدین تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل ہیں اور ہمنے تو اس پلیٹ فارم پر ان سے بھی تقریریں سنی ہیں جو رسول خدا کو بالکل نہیں مانتے تو آپ کی باتیں تو بہت ہی غور کے قابل ہیں جو باوجود اپنے معتقدات کے قرآن شریف کے بھی قائل ہیں اب اسوقت میں ماسٹر درگا پرشاد صاحب کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ آپ اپنی تقریر شروع کریں۔ جناب ماسٹر صاحب پہلے سے ہی معروف ہیں وہ ہماری کمیٹی کا رکن کی پریسیڈنٹ ہیں لیکن اسوقت اس حیثیت میں پیش نہ ہونگے بلکہ وہ آریہ سماج کی طرف سے بحیثیت ایک وکیل کے سماجک اصول پر سوالات مجوزہ کا جواب دینگے۔ آپ کا انتخاب کیا اپنے لیاقت علم کے لحاظ سے اور کیا اس لحاظ سے کہ آپ لاہور کے ایک آریہ سماج کے پریسیڈنٹ بھی ہیں نہایت ہی موزون ہے"۔

---

[1] استثنا $\frac{۲۵}{۴}$

آریہ سماج

عالیجناب ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریسیڈنٹ آریہ سماج لاہور و ممبر مجلس کمیٹی منتظمہ جلسہ مذاہب

دہرم مہوتسو کا جلسہ جو لاہور میں ۲۶ دسمبر سنہ ۹۶ سے ۲۹ دسمبر تک ہوا اس میں مضامین مفصلہ ذیل پر مختلف اصحاب نے اپنے عقاید کے رو سے بحث کی ہے۔ اول۔ انسان کی بدنی اخلاقی روحانی صفات (دوئم) انسان کے مرنے کے بعد کی حالت (سوئم) دنیا پر انسان کی زندگی کے مقاصد اور اُنکی تحصیل کے ذریعے (چہارم) اس زندگی میں اور مرنیکے بعد کی زندگی میں اعمال کی تاثیر۔ پنجم۔ علم کے مخرج۔

قبل از بحث اس بات کا یاد رکھنا ناظرین کو ضروری ہے کہ جلسہ کے قلیل وقت میں ایسے مضامین پر بحث کرنے سے یہ بات ہرگز دلپر نہ لانا چاہیے کہ جو کچھ اس موقعہ پر کہا جاوے صرف اتنا ہی وید شاستر میں درج ہے۔ کیونکہ ہر ایک بیان بولنے والے کی واقفیت پر منحصر ہوتا ہے اور میں وید شاستر جاننے کا دعوی نہیں کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھ میں اسقدر علم نہیں جسقدر ہونا چاہیے پر بہی جہانتک ممکن ہووے میں از روئے وید شاستر مضامین مذکورہ بالا پر اپنے خیالات ظاہر کرتا ہوں۔

مضمون اول۔ یعنے انسان کی بدنی اخلاقی اور روحانی صفات اسکی نسبت ہمارے شاستر میں یوں لکھا ہے کہ آدمی مرکب پانچ کوش (طبقات) کا ہے اول ان مئی کوش (طبق ساختہ غذا) جس میں جلد ہڈی۔ منی۔ لہو۔ رگ۔۔ پٹھے اور ناڑی انکو بستہ ان بہی کہتے ہیں دوم پران مئی کوش (ہوائی طبق) جس میں پران (سانس) اندر سے باہر جانیوالی ہوا آپان باہر سے اندر آنیوالی ہوا۔ سمان تمام بدن میں گھومنے والی ہوا۔ اودان گلے میں کھینچنے والی ہوا۔ دیان جس سے بدن میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ ناگ۔ یعنے ڈکار لینے کی طاقت۔ کورم آنکھہ جھپکنے کی طاقت۔ کرکل بھوک لگانے کی طاقت۔ دیودت۔ جمائی لینے کی طاقت۔ دہننجے۔ جو ہوا مرنے کے بعد شریر میں رہے سوئم منومئی کوش (طبق حواس) جس میں ہنکار۔ بانی۔ پیر۔ ہاتھہ۔ اندری۔ پیدائش کے عضو چہارم وگیان مئی کوش (روحانی طاقتوں کا طبق) بدی (عقل) چت (یادداشت) سواتر (سننے کی طاقت) توچہ (چہونے کی طاقت) نیتر (دیکھنے کی طاقت) جوا (زبان) ناسکا (سونگھنے کی طاقت) ان طاقتوں سے روح میں علم آتا ہے۔ مثلاً آنکھوں کے ذریعہ روشنی اور رنگ کی واقفیت ہوتی ہے۔

پنجم آنند مئی کوش (طبق سرور) جس میں محنت۔ صبر۔ اور آنند (آننداس خوشی کو کہتے ہیں جو علم سے پیدا ہوتی ہے) اور کاون روپ پرکرتی یعنے طبیعت کا خاصہ۔

چھٹا ہرن مئی کوش (پرمیشور جو تی سروپ کے تجلے کا طبق) اسکا بیان شاستر میں یوں لکھا ہے

ہرن مئی پرے کوشے ورجم برہم نشکلم تچھبرہم جوتی شام جوتی تدیر آتم ورو ودرون۔ منڈل اونپشد۔ یعنے۔ آتما کے جاننے والے حکیم کہتے ہیں کہ جو برہم پرمیشور بغیر جسم اور بغیر تبدیل کے ہے اور جو روشن کا روشن اور پاک ذات ہے۔ وہ اس روشنی کے اعلے طبق میں ظہور میں آتا ہے۔ یہ عام صفات بلحاظ مضمون بالا کے تین حصوں میں منقسم ہو سکتے ہیں۔ یعنے خوراک کا طبق اور ہوائی طبق جسکے اجزا اوپر بیان ہوئے ہیں وہ جسمانی آدمی کا حصہ ہے۔ اخلاقی حصہ میں دسوں حواسوں کے دو طبق ہیں نمبر تیسرا اور چوتھا یعنے جو شخص صفات جو تیسرے طبق میں بیان کیے گئے ہیں انکو موجب ہدایت وید مقدس قابو میں کرکے دوسرے طبق کے صفات روحانی کے موافق استعمال کرتا ہے وہ آدمی ہمارے شاستر میں خلیق یعنے آچاروالا کہلاتا ہے۔ یہ شمار میں چودہ[۱۴] صفت ہیں انکے واسطے شاستر میں پہلی ہدایت کہ ان حواسوں سے یم اور نیم کا سیون کرنا چاہیے۔ یم شاستر میں یوں بیان کیے گئے ہیں۔ اہنسا (قتل) سے پرہیز۔ ستیہ یعنے حق پر عمل کرنا۔ استیہ۔ یعنے چوری سے پرہیز۔ برہم چرج یعنے پاک دامن۔ اپری گرہ (توکل) نیم یہ ہیں۔ پاکیزگی۔ سنتوش یعنے تحصیل علم۔ پرمیشور کا بھروسہ۔ عبادت پانچویں اور چھٹی طبق سے صفاتِ روحانی ظاہر ہوتے ہیں جسکی چھہ جزوں کا اوپر بیان آیا ہے۔ چونکہ انسان کی طبیعت کا خاصہ جس کا ذکر پانچویں کوش میں بیان ہوا ہے۔ اسکی تین قسمیں ہیں۔ یعنے ستوگن۔ تموگن۔ رجوگن۔ اسلیے جو آدمی اعلے درجہ کی صفتیں حاصل کرنا چاہتا ہے اسکو تمام کوشوں کی صفائی جسکا اوپر ذکر ہوا ہے۔ کرنا چاہیے۔ مثلاً خوراک کے طبق کی صفائی کے لیے تمام مکروہ اشیاء مثلاً گوشت و شراب جس میں گندگی اور حیوانی خاصہ ملا رہتا ہے کرنی چاہیے اور جسکے کھانے سے انسان بجائے فرشتہ خصلت صفت بننے کے حیوانیت کی طرف زیادہ جاتا ہے۔

انسان کو لازم ہے کہ اگر تموگن اس میں زیادہ ہے یعنے سستی گناہ کی طرف رغبت وجہالت کی طرف زیادہ رغبت ہو تو رجوگن کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ یعنے نیک کام میں مصروفیت کے لیے کوشاں ہو۔ لیکن چونکہ انسان کا اعلے فرض پرمیشور کے جاننے کا ہے۔ اسلیے ستوگن کی کوشش کرنا ضروری ہے جس سے انسان دیوتا صفت بن جاتا ہے۔ کیونکہ جب تک انسان فرشتہ صفت نہیں ہوتا تب تک پرمیشور کا دیدار حاصل نہیں کرسکتا جس میں اسکو ہر ایک چیز کا علم ہوجاتا ہے اس طرح سے مختصر طور پر تین صفات کا ذکر کردیا ہے۔ یاد

رہے کہ وہ تفصیل کہ جس سے انسان ان طبقوں کی ترقی کر سکتا ہے اور اسی دنیا میں اپنی طاقتوں کو بڑھا کر اعلے درجہ کی طاقت حاصل کرتا ہے جس سے پرمیشور کا وصال حاصل ہوتا ہے وہ اسوقت بیان نہیں ہو سکتی جس صاحب کو پرمیشور کی تلاش کا سچا شوق ہو وہ وید مقدس اور اپنشد پڑہی۔

سوال نمبر ۲ کا بیان۔ حالت انسان بعد مرگ

ہماری شاستر میں موت کو ادرشن کہتے ہیں۔ یعنے پوشیدہ ہو جانا۔ اور گیتا میں مہاراج کرشن جی نے جو ہندوں کے درمیان آخر الزمان پیغمبر ہیں یوں فرمایا کہ یہ حکماؤں کا مسلم تجربہ ہے کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوتی اسلیے جس طرح کہ روح نیستی سے ہستی میں نہیں آسکتی اس طرح وہ فنا بھی نہیں ہوتی جبکہ روح ازلی ابدی ہے اور وہ پرمیشور کی نشان ہے۔ مہاراج گیتا کے۔ دوسری ادھیائے میں بہت عمدہ طور پر واضح کرتے ہیں کہ جس طرح انسان پرانے کپڑوں کو پھینک کر نئے کپڑے اختیار کرتا ہے۔ اسطرح سے روح پرانے بدن کو جو اسکی پرستش تھی پھینک کر نیا لباس اختیار کرتا ہے مہاراج فرماتے ہیں کہ روح کو نہ تو ہتیار کاٹ سکتی ہیں اور نہ آگ جلا سکتی ہے۔ نہ اسکو پانی گلا سکتا ہے اور نہ ہوا خشک کر سکتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ رہنیوالی اور سب جگہہ جانے کی طاقت رکھنیوالی عقلمند طاقت ہے پس مرنے کے بعد روح کی نئی حالت شروع ہوتی ہے۔ اور وہ حالت ترقی پذیر ہوتی ہے۔ اسلیے اگر نیک اعمال کیے ہیں تو نیکی کی طرف ترقی ہوتی جائیگی۔ اور انسان دیوتا صفات حاصل کریگا۔ اور اگر اسکے برخلاف کام کیے ہیں تو اس میں نیچے جانیکا خاصہ پیدا ہو جاتا ہے اسوجہ سے وہ پرم ایشور سے دور دور ہٹتا جاتا ہے یعنے اسکو پرمیشور کے جاننے میں مشکل پر مشکل آتی جاتی ہے۔ منو مہاراج کے بارہویں ادھیائے کے چالیسویں اشلوک میں لکھا ہے کہ ستوگن والے دیوتا یعنے فرشتہ پن کی حالت کو حاصل کرتے ہیں اور رجوگن والے انسان کی حالت کو پہنچتے ہیں۔ اور تموگن والے حیوانیت کے درجہ کو جاتے ہیں۔ جب انسان کو وید شاستر پڑہنے سے معلوم ہو کہ میں پرمیشور کے وصال حاصل کرنیکی قابلیت نہیں رکھتا جو کہ کسیکی سفارش سے حاصل نہیں ہوتا تب اسکو خود پرمیشور سے دعا مانگنی چاہیے جیسے کہ یجر وید کے چوتھے ادھیا اور پندرہویں منتر میں لکھی ہے جس سے روح کو گناہ کی ٹھوکر کھانے کے بعد پھر موقعہ ترقی کرنیکا دیا جاتا ہے۔ اور اسکے نیز من۔ عمر اور پران کی طاقت وغیرہ قائم ترقی دیجاتے ہیں۔ ہمارے شاستر میں ایسا کہیں نہیں لکھا کہ صرف ایک بار ہی زندگی عطا ہوتی ہے۔ اور پھر ہمیشہ کے لیے مرگ بازگ ہوتا ہے۔ بلکہ اعلی درجہ کا انصاف اور محبت پرمیشور کی

ذات باری تمام مخلوقات کو ہمیشہ عطا ہوتا رہتا ہے - اور اسکے دربار میں عرض اس سے کی جاتی ہے اور وہی عرض کا جواب دیتا ہے - کسی دیوتا یا رشی اور منی کو اس میں دخل نہیں بلکہ ہماری شاستر میں لکھا ہے کہ پرمیشور گھٹ گھٹ میں پرماتمان ہے - اور وہ کبھی روح کو جدا نہیں کرتا - دیکھو منڈک اپنشد گوتم - اسلیے روح بے دہرک اور بڑی خوشی کے ساتھ ترقی کرتی رہتی ہے اور کائنات کے سیر کرتی رہتی ہے - جبکہ وہ درجہ تکمیل تک پہونچ جاتی ہے تو اسکو یہ طاقت ہوجاتی ہے کہ جو کچھ چاہے ویسے ہی وسائل اپنے لیے مہیا کر لیتی ہے - مثلاً سننا چاہے تو سننے کی طاقت حاصل کر لیتی ہے وغیرہ - یہ کمالیت کی حالت جس میں اسکو پورا گیان ہوجاتا ہے - ہمارے شاستر میں لکھا ہے کہ وہ چھتیس ہزار پیدائش تک رہتی ہے یعنے .... ۳۱۱۰۴ سال شمسی بعد اسکے پھر روح کو پیدائش میں کہیں نہ کہیں کام کرنا ہوتا ہے - اسیطرح بیشمار دفع روح کو کمالیت خاص ہوتی ہے اور بیشمار وقت بسبب ایشور کے کاروبار کے شامل ہونے سے ایشوری گیان میں ہوجاتی ہے - کٹھو اپنشد میں لکھا ہے کہ جب آدمی کو خوشی کی مابیت یعنے سرگ نصیب ہوتا ہے جو کہ مکتی سے نیچے درجہ ہے - اس میں بھی انسان کو کوئی خوف نہیں رہتا اور نہ اسکو موت ستاتی ہے - اور نہ تکلیف بھوک و پیاس کی ہوتی ہے - بلکہ بڑا بھاری آنند رہتا ہے جس سے وہ مکتی کی بخوبی تیاری کر سکتا ہے - اسیطرح سے میں نے کچھ شاستر کے موافق روح کی حالت بعد مرگ بیان کی ہے -

تیسرے سوال کا جواب

ہماری شاستر میں زندگی کے چار مقاصد لکھے ہیں - وہ یہ ہیں - دہرم - ارتھ - کام اور موکش دہرم جاننے کے لیے وید پڑھتے ہیں - ارتھ یعنے دنیاوی بہبودی کے لیے کرتی ہے قانون دیکھنے چاہیے - کام کے حاصل کرنے کے لیے یعنے خاندان کی ترقی کے لیے علم طبابت جس کو آیور وید کہتے ہیں یعنے علم زندگی حاصل کرنا چاہیے اور موکش کے حاصل کرنے کے لیے ویدانت شاستر کو پڑھتے ہیں - یہ کتابیں جوان سے تعلق رکھتی ہیں اور جنکی تعداد بہت ہے وہ پڑھنے لکھنے والوں کو معلوم ہیں - کہ یہ کس درجہ کی کتابیں ہیں - ہزارہا سال ہوا گرچہ لوگ بیجا نکتہ چینی کرتے ہیں - لیکن اگر ان کو دنیا میں تسلی پانیکی خواہش ہو تو اپنی کتابوں سے حاصل ہوتی ہے یہاں پر تمام کا تھوڑا تھوڑا سا بھی ذکر کرنا نہایت مشکل ہے صرف آخری منشا جو کہ مکتی ہے اسکی نسبت چند شاستر کے خیال ظاہر کرنا ازبس ضروری ہونگے - ہمارے شاستر میں پرمیشور کے گیان کو تمام دنیاوی چیزوں سے اور آسمانی نعمتوں سے افضل تر بتایا ہے - چنانچہ کٹھو اپنشد میں ایک قصہ کے ذریعہ بیان کیا ہے کہ جب ملک الموت

نے مہاراج نچکیت رشی کو جنہوں نے کہ اس سے برہم گیان کی نسبت سوال کیا تھا بہت سی عمدہ اپسرا اپنے خواص اور بہت عمدہ سواری شکار لباس فاخرہ اور بے شمار زر کی اور خواہش کے موافق زندگی دینے کا وعدہ کیا تب مہاراج نچکیت نے جواب دیا کہ یہ سب ہیچ ہیں ۔ میں تو آپ سے صرف برہم گیان ہی لینا چاہتا ہوں ۔ جس سے گھٹنے بڑھنے والا انسان امر پدوی پاتا ہے مجھ کو ان اسمانی خوشی کی چیزوں سے اور بڑی زندگی سے کچھ خوشی و خواہش نہیں ۔ پرمیشور کے علم کی نسبت منڈک اپنشد میں یوں لکھا ہے کہ نہ ایشور آنکھ سے دیکھا جاتا ہے ۔ نہ اسکو بانی سے بول سکتے ہیں اور نہ کسی حواس خمسہ سے اسکو حاصل کر سکتے ہیں اور نہ تپ کرنے سے یعنے تیرتھ برت کرنے سے اور نہ نیک کرموں کے ذریعہ سے اسکا گیان حاصل ہوتا ہے بلکہ پرمیشور کا گیان عقل کی صفائی اور روح کی صفائی سے بذریعہ دھیان لگانیکے پرے پورن برہم جوتی سروپ کا دیدار حاصل ہوتا ہے ۔ گیان ہونیکے بعد منڈک اپنشد میں لکھا ہے کہ دل کی گانٹھ کھل جاتی ہے ۔ تمام شکوک رفع ہوجاتے ہیں ۔ تمام گناہ دور ہوجاتے ہیں جبکہ پار اوار پرمیشور کا درشن ہوتا ہے اور وہ لوگ جوکہ گیان سے سیر ہوجاتے ہیں اور تمام خواہشوں سے بری ہوجانے اور شانت ہوجاتے ہیں وہ پرم ایشور میں جوکہ ہر ایک جگہہ موجود ہے غائب ہوجاتے ہیں ۔ جس طرح کہ مہاراج شنکر آچارج کہتے ہیں کہ درخت سے اڑکر پرند آسمان میں غائب ہوجاتے ہیں

چوتھا سوال اور اُسکا جواب

چوتھے سوال کی نسبت مہاراج تلسی داس جی رامائن میں فرماتے ہیں کہ (کرم پردہان وشو کر راکھا ۔ جو جس کیا سو تس پھل چاکھا) کرم تین طرح کے ہیں ۔ سچیت یعنے پہلی زندگیوں میں کیئے ہوئے کرم پربان جو ہم کرہی ہیں ان میں سے ہر ایک تین قسم پر منقسم ہے یعنے ادھیاتمک یعنے وہ کام جوکہ خیال سے تعلق رکھتے ہیں ادھی بھوتک جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور آدھی دیوگ جو بیرونی تعلقات کے سبب سے ہم کرتے ہیں ۔ اسلیے ہمارے شاستر میں کرموں کی نسبت بڑا بدھان آتا ہے اور جسکی تفصیل پڑھنے سے ہی کرم کا مسئلہ سمجھ سکتے ہیں ۔ چند باتوں کے کہنے سے یہ حکیمانہ مسئلہ عام فہم میں نہیں آسکتا ۔ لیکن اتنا تو سب کو معلوم ہے کہ جو آدمی کوشش نہیں کرتا وہ کوشش کرنیوالوں سے پیچھے رہجاتا ہے ۔ ہمارا ویدک شاستر بتلاتا ہے کہ بدن کے وہ حصے جو کام میں نہیں آتے جسکے لیے کہ وہ بنے تھے ضائع چلے جاتے ہیں ۔ دیکھو ورزش کرنے سے بدن مضبوط ہوتا ہے اور خیال کرنے سے من کی ترقی ہوتی ہے ۔ اسلیے تمام کرم جنکی قسمیں اوپر بیان ہوچکی ہیں سب

سب اپنا اپنا اثر یہاں پہونچاتے ہیں اور بعد مرگ کے جیساکہ بیان ہوا ہے انکا اثر جاری رہتا ہے یعنے اگر کرم نیک ہیں تو انسان پرمیشور کی جانب جاتا ہے اگر بد ہیں تو نیچے کی طرف جاتا ہے۔ یعنے یا تو علم میں ترقی ہوتی ہے یا حیوانیت کی طرف رغبت بڑہتی جاتی ہے۔

منو مہاراج کہتے ہیں کہ من کے کرم من سے بہوگنے پڑتے ہیں بانی کے کرم بانی سے اور بدن کے کرم بدن سے بہوگنے پڑتے ہیں۔ خواہ وہ نیک ہوں خواہ بد۔ آدمی اکیلا پیدا ہوا ہے۔ اور اکیلا ہی یہاں سے روانہ ہوتا ہے۔ تمام چیزیں پیچہے رہ جاتی ہیں۔ دہرم یعنے صفات اسکے ساتھ جاتے ہیں۔ ماں باپ رشتہ۔ منی۔ اشٹ دیو کوئی اسکا ساتھ نہیں۔ دیتا۔

پانچواں سوال اور اسکا جواب

وید میں لکہا ہے کہ پرمیشور کے تیج سے علم اور مادہ پیدا ہوا۔ جوگ شاستر کے بموجب پرمیشور کل علم کا بیج ہے اور پہلیں سے پہلیں آدمیوں کا بہی گرو ہے اپنشدوں میں لکہا ہے کہ عقل اس سے ہی پیدا ہوتی ہے پیدائش کے شروع میں وہ برہما کو پیدا کرتا ہے اور ویدوں کو بہیجتا ہے۔ یجر وید میں لکہا ہے اسی پرمیشور سے رشیوں نے رگ وید اور اسی سے یجر وید شام اور اتہروید حاصل کیے ہیں مانڈک اپنشدہ میں لکہا ہے اسکی (ایشور) زبان وید یعنے علم ہے۔

پس ہمارے شاستر کے روسے علم کا مخرج اور علم کا دنیا پر ظاہر ہونا وید مقدس سے ہے میکس مولر صاحب کہتے ہیں کہ رگ وید انسان کے کتب خانہ میں سب سے پرانی کتاب ہے۔ اسطرح علم کے مخرج کا بیان ہوا۔ اب علم کا انسانی مخرج اسطرح پر شاستر میں بیان کیا گیا ہے یہ مخرج آٹھ قسم کے ہیں جنکو اسٹ پرمان کہتے ہیں اول۔ پرتکش پرمان۔ یعنے جو علم ہمکو حواس خمسہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یعنے اسکے پانچ قسمیں ہیں۔ جیساکہ دیکہنے سے رنگوں کی ماہیت معلوم ہوتی ہے۔

دوم۔ انومان۔ یعنے وہ علم جو کہ دلیل سے ہوتا ہے۔ جیسے دہوئیں کو دیکہکر آگ کا خیال ہوجاتا ہے۔ اسکی تین قسمیں ہیں۔ سوئم۔ اُپ مان۔ یعنے علم تمثیل۔ چہارم۔ شبد پرمان۔ یعنے حکیموں کا اپدیش۔ پنجم۔ ارتہاپتی۔ چونکہ بادل کے ہونے سے بارش ہوتی ہے اسواسطے جبکہ بادل نہیں تو بارش نہیں ہوسکتی ششم سنبہو یعنی وہ جیتی ثبوت ششم اسکا جیسے ماں باپ کے بغیر لڑکا نہیں ہوتا۔ اسکو سلسلہ قوانین قدرت بہی کہہ سکتے ہیں

ہنتم سمبھو جسطرح کسینے کہا وہ انسے پانی لے آؤ۔ لیکن وہ وہاں سے پانی نہ پاکر جہاں سے پانی ملا لے آیا یہ کل مخرج جنکی اگر اندرونی قسمیں چھوڑ دی جاویں تو کل نو ہوتی ہیں یعنے ایک تو ایشوری اور باقی آٹھہ انسانی اسطرح سے مختصر طور سے مذکورہ بالا پانچ سوالوں کا بیان کیا گیا ہے۔ جو کہ سب کسی نہ کسی طرح دہرم سے تعلق رکھتے ہیں۔

وہ اصلی دہرم وید کا سب سے پرانا ہے۔ جس کا مرکز سوای پرمیشور کے اور کوئی نہیں ہے۔ اسکے پاس پہونچنے کا ذریعہ دہیان وگیان ہے۔ وہی مکتی ہے۔ اور وید شاستر میں کسی اوتار۔ پیغمبر۔ یا پرمیشور کے پتر وغیرہ کا ذکر نہیں۔ اور نہ اس دہرم میں نفسانی سرگ کا ذکر ہے۔ یہ ہی پورن برہم آدمی عورت لڑکا نہیں ہے۔ انسان کا ہادی صرف عقل ہے۔ سو یہ وید اور شاستر جس میں اسکا ذکر ہے سب آدمی جو حاصل کرنیکی طاقت رکھتے ہیں حاصل کر سکتے ہیں جیسا کہ یجر وید میں لکھا ہے (یتھیے مام ورچم کلیانی ما بدانی جنے بھیا) یعنے میں اس منگل سماچار کو تمام لوگوں کے لیے دیتا ہوں فقط

اس تقریر کے بعد مسٹر یحیی صاحب نے جو احاطہ بمبئے میں مقام ڈیسہ سے بحیثیت ڈیلیگیٹ شریک جلسہ ہونے کے لیے آئے ہوئے تھے کچھ تقریر کرنے کی اجازت چاہی کیونکہ آپکو آج ہی واپس چلا جانا تھا اور ریل کا وقت قریب تھا۔

تقریر مسٹر یحیی صاحب ڈیلیگیٹ

چونکہ میری زبان اردو نہیں اور ہندی آسانی سے بولی جاتی ہے اسلیے مجھے آپ معاف کریں + اوس ایشر کا دہنباد ہے جس نے ہمکو ایسی قوت دی ہے کہ آج ہم اس جگہہ حاضر ہیں اور اسکے صفات کو بیان کرنے کے لیے جو کہ مختلف ملکوں میں مختلف طور پر اسکے صفات ہیں۔ جمع ہوئے ہیں + جسطرح ایشر ایک ہی ہے ایسا ہی اوس نے ہر زمانہ میں دہرم کے سکہانے والے آدمی بھیجے اور اسکا یہی منشا ہے کہ سب لوگوں کو ایک ہی مذہب پر چلائے جبکہ ایشور ایک ہی ہے تو ضرورت کیا ہے کہ ہم لوگ الگ الگ رہیں بلکہ ہمکو چاہیے کہ ہم سب اسجگہہ کی باتوں کو سنکر سب ایک ہو کر ہر ایک کے لیے فائدہ کی کوشش کریں ہم یہی چاہتے ہیں کہ آپ لوگ سب ایک ہو جاویں پچھلے سال جلسہ میں بھی مینے یہی بات کہی تھی۔ سوامی شگن چند صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اونہوں نے اسبات کو اپنے ذمے اوٹھایا ہے صرف اختلاف ممالک سے اختلاف ہو گیا

ہے والا مذہب تو ایک ہی ہے آجکل زمانہ میں ایسے لوگ ہیں کہ بالکل ایشور کو بھول گئے ہیں ایسے لوگ مذہب سے ہنسی کرتے ہیں میری رائے یہ ہے اور میں نے ارادہ کیا کہ ایک آفس (دفتر) بغیر تنخواہ کے اس مہاتسو کا بنایا جاوے اور ہم اسکے ہمیشہ ہونے کی تجویزیں سوچیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم سب لوگ ہمیشہ اسکا خیال رکھیں۔ اور ایسی ہی مدد ہم اس میں کریں۔ ہم سب کو کوشش کرنی چاہیے۔ تکلیف ہمیشہ ہر امر میں ضرور ہے۔ حضرت محمد صاحب کو اپنے دین کے پھیلانے میں تکلیف ہوئی لیکن آخر وہ کامیاب ہوئے۔ میں عذر کرتا ہوں اپنی زبان کے سبب سے اور کمیٹی کا خاص شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مسٹر ہیچے صاحب کے بعد خان بہادر خدا بخش صاحب جج کھڑے ہوئے جنہیں جناب حکیم صاحب (موڈریٹر) صدارت کا انچارج کرکے نماز عصر کو چلے گئے تھے کیونکہ جناب سردار جواہر سنگھ صاحب ابھی تک واپس نہ آئے تھے۔ جج صاحب موصوف نے کھڑے ہوکر یہ فرمایا

"صاحبان"۔ اب آپکے سامنے ایک مورتی پیش کی جاتی ہے جو اپنی شکل قطع لباس (سرچیاد صوام) کے باعث ایک کامل مورتی ہیں میری مراد اس سے سوامی سادھو شگن چندر جی ہیں جو اس جلسہ کے اصلی محرک اور بانی ہیں۔ امید ہے آپ انکی باتیں سنکر خوش ہونگے"۔

جناب سوامی شگن چندر صاحب بانی دھرم مہوتسو

اصحاب جلسہ۔ مجھے اسبات کا افسوس ہے کہ وقت کسی اور صاحب کو دیا جاتا۔ اگر ایسا ہوتا تو خوب ہوتا لیکن لوگوں کے اصرار سے میں مجبور ہوں اور ادنہیں کے بار بار کہنے سے میں یہاں کھڑا ہوا ہوں۔ سب سے پہلے میں کچھ اپنے حالات عمر کے بیان کرنا چاہتا ہوں لڑکپن سے ہی میری زندگی عجیب ہو رہی ہے۔ چھوٹی عمر سے ہی مجھے مذہب کا خیال تھا۔ مجھے ملازمت بھی ایسی ملگئی جس میں اکثر مجھے دورہ پر رہنا پڑتا تھا۔ اور اس طرح میں اکثر مذاہب مختلف کے لوگوں سے ملتا رہتا تھا میرا تمام تجربہ یہی ہے اور میں نے یہی سمجھا کہ اگر ہمارے ملک کو کسی کی ضرورت ہے تو صرف باعمل لوگوں کی ضرورت ہے یہ بات جب مجھے سمجھ آگئی۔ تو میں کچھ عرصہ کے لیے فقیر ہوگیا۔ گجرات کے علاقہ میں گنجاہ کے مقام میں ایک مہاتما تھے اور میرا ان سے تعلق ہوگیا۔ میں جہاں کہیں ہوں مجھے وہ خواب کے ذریعہ سے ہدایت کرتے

تھے چنانچہ انکے ایسے ہی حکم سے جو اونہوں نے مجھے کہا کہ مجھکو کچھ کام کرنا ہوگا۔ میں تین چار سال تک کائستھ سوشل ریفارمر میں لگا رہا کیونکہ میں بھی کائستھ ہوں اور انکی خدمت میرا فرض تھا۔ اور انسان کو تمام قسم کے فرائض ادا کرنے چاہیں۔ میں اپنی بزرگوں کی زیادہ خدمت نہیں کرسکا۔ لیکن جو ہوسکا وہ مینے کیا مجھے میرے دوست مختلف کاموں کے لیے کہتے رہے۔ اکثر کی یہ خواہش ہوئی کہ میں لڑکے پڑھاؤں۔ کیونکہ یہ ہماری خدمت وہ سمجھتے تھے۔ مگر مینے یہی سمجھا کہ اب مجھے دوسری طرف لگنا چاہیے چنانچہ میں مہاتما کی خدمت میں لگ گیا۔ اونہوں نے حکم کیا کہ خواہش کم کرو نیز مجھے معلوم ہوا کہ بدخواہشوں کو چھوڑنا چاہیے اچانک سنہ ۹۲ء میں دفعتاً مجھے خیال ہوا کہ جب تک سب لوگ اکٹھے نہ ہوں کوئی فائدہ نہ ہوگا اس فکر میں میں رہا۔ اور آخر کار یہہ تجویز دل میں آئی کہ دھرم مہوتسو ایک جلسہ کیا جاوے۔ سو اسکا پہلا جلسہ پچھلی سال اجمیر میں ہوا۔ اسکے بعد مینے چاہا کہ کچھ آرام کروں۔ مگر آرام میں ہرج دیکھا۔ اسلیے لاہور میں آکر مینے کام شروع کیا۔ اور مجھے مینجنگ کمیٹی کے بعض ممبروں کا خاص شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ جنھوں نے مجھے ہر طرح مدد دی۔ مجھے پہلے سے ہی یقین تھا کہ کوئی مذہب خوبیوں سے خالی نہیں۔ لیکن اگر مذہب میں بظاہر کوئی کمی یا خرابی نظر آتی ہے تو اسلیے کہ ہر ایک مذہب والے اپنے مذہب کی خوبیوں پر عمل نہیں کرتے۔ چنانچہ اب اس مقام پر ہر ایک نے اپنے مذہب کی عمدگیاں ظاہر کرکے لوگوں کو فائدہ پہونچایا ہے۔

میرا کوئی اور مذہب نہیں سوا اسکے جو میرے ماں باپ کا تھا۔ میرا مذہب ہے سادھارن مذہب۔ یعنے انسان مذہب۔ یہہ وہی مذہب ہے جو سب سے پہلے ہندوستان میں تھا۔ جبکہ ہندوستان تمام دنیا میں فضیلت رکھتا تھا۔

اس غرض سے کہ روحی انسان کا مذہب پیدا ہونے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور مرنے کے بعد اسکی تمام چیزیں یہاں رہجاتی ہیں۔ مگر سادھارن دھرم ساتھ جاتا ہے۔

سادھارن دھرم کیا سکھلاتا ہے۔ اول ورزش جسمانی۔ اوس زمانہ میں ہر ایک آدمی ورزش کرتا تھا اوسکی تفصیل میں اپنی کتاب میں لکھ چکا ہوں جو یہاں سے ملسکتی ہے۔ دوسرا امر ہے اخلاقی صحت برہم چرج۔ یعنے ودھیا پڑھنا انسانی قوت کو ضائع نہ کرنا۔ اور مادری زبان میں علم حاصل کرنا۔ امر تیسرا روح۔ اور روحانی زندگی کے حاصل کرنے کے طریق مثلاً گوشہ نشینی۔ ودیا وانوں کی صحبت۔ خدا کے آگے تعریف اور دعا ان سب کے بعد میں پھر فکر معاش کرنا۔

اس دہرم کے رو سے مخالفوں کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ جو تکلیف کوئی دیوے۔ اس سے زیادہ تکلیف اوسکو نہ پہنچاوے۔ ایسا ہی اس دہرم کی تعلیم ہے کہ شادی سے لذات جسمانی کی مراد نہ ہو بلکہ عمدہ اولاد کا پیدا کرنا۔ اگر یہ کام نہ ہو سکیں تو اپت دھرم یعنے تکلیف کا مذہب ہے۔ اور ایک سماجک دہرم بھی ہوتا ہے۔ یعنے ہر طرح کے لوگ جمع ہوں تو ملک کی بہبودیوں میں غور کریں + الغرض اس دنیا میں رہکر دنیا کو چھوڑنا۔ لذات کو ترک کرنا۔ اپنی خواہشات کو چھوڑنا عقل کو کچھ شے نہ سمجھنا گناہ کو چھوڑنا یہ امور ہیں کہ ساد ھارن دہرم نے انسان کو تعلیم کیتے ہیں فقط

سادہو صاحب کے بیٹھنے پر جناب سردار صاحب (پریزیڈنٹ) نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ جس قدر تقریریں مختلف مذہب کی طرف سے ہونی تہیں وہ ہو چکیں یہ جلسہ آج ختم ہو چکا ہے۔ لالہ دھنپت رای صاحب جو اس جلسہ کے سکرٹری ہیں وہ بطور شکریہ کچھ عرض کرینگے۔

تقریر سیکرٹری جلسہ

معزز صاحبان جلسہ ہذا کے اغراض یہ تہیں۔ (۱) مذہب کے واسطے عوام الناس میں دلچسپی پیدا کرنا (۲) مذہب کے حاصل کرنے کے واسطے سہل اور عملی طریقے پیدا کرنا (۳) مذہبی معاملات میں سہن شکتی یعنے تحمل پیدا کرنا (۴) جسمانی اخلاقی اور روحانی ترقی کے وسائل پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔ میں ان اغراض پر ایک مختصر تقریر کرونگا۔ کیونکہ آپ اب تک سردی میں تقریروں کو سننے کے لیے بیٹھے رہے ہیں میں نہیں کہنا چاہتا کہ ہمکو اپنے ارادوں میں کہانتک کامیابی ہوئی۔ ہاں اغراض جلسہ کو نہایت عمدگی سے پورا کر دیا گیا اور ان اغراض کے پورا کرنے میں بہت مدد ہمکو سب لوگوں نے دی۔ مقصد اول میں ہمکو خاصکر بڑی کامیابی ہوئی۔ باوجود کلکتہ۔ میرٹھ۔ اور دیگر مقامات میں مختلف کانگرسیں۔ اور کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔ لیکن جتنے آدمی یہاں جمع ہوئے ہیں اتنے کسی مقام پر ہرگز نہیں ہوئے ہونگے۔ مقصد دوم کے متعلق جب یہ کل کارروائی ایک کتاب میں چھاپ دی جاویگی اور اس سے ہر ایک مذہب کا آدمی ان سپیچوں کا مقابلہ کر کے دیکھیگا۔ اور ہر ایک مذہب کی بابت اسکو معلوم ہو جاویگا مقصد سوم کی بابت یہاں جو کچھ بیان ہوا ہے اگر اسپر تمام لوگ عمل کریں گے تو امید ہے کہ ہمارا مطلب روحانی ترقی کا بھی پورا ہو جاویگا۔ بڑا افسوس ہے کہ ہمارے اس کام کی مخالفت

بہت کچھ کی گئی - اور کہا گیا کہ ہم منتظمان جلسہ اس امر میں خاص دلچسپی اسواسطے رکھتے ہیں کہ ہم بد دیانت ہیں میں ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس معاملہ میں ہماری مخالفت کی - ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ سب لوگ ہمارے اس جلسہ میں شامل ہوں میں سب حاضرین کا اور میر مجلس صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں - اس امر کا بیان بھی میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض نے اختلاف کیا کہ کیوں انجمن کے مقام پر جلسہ کیا - مگر ان لوگوں کے اعتراض لغو ثابت ہوئے اور میں انجمن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ہمکو یہ مکان دیا گیا - کیونکہ ایسا مکان لاہور میں ملنا مشکل تھا ہم بہت تھوڑے لوگ تھے اور ہمکو مدد نہیں ملی اس واسطے اگر کوئی بد انتظامی رہ گئی ہو تو ہم کو آپ لوگ معاف کریں - ہمارا خیال ہے کہ تمام سپیکروں نے ہمارے قواعد کے موافق کسے غیر مذہب پر حملہ نہیں کیا - اگر ہوا ہو تو کمیٹی کے طرف سے معافی ہے اس کام میں ہمکو مدد صرف لاہور سے ہی نہیں ملی - بلکہ سوامی صاحب (سادھو شوگن چندر) کے مختلف مقامات پر جانے سے چندہ وغیرہ سے مدد ہوئے اسکا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے - اب اگر لوگوں کو پسند ہو تو جلسہ اگلے سال پھر ہو - فقط

سکرٹری کے بیٹھ جانے کے بعد کتنے منٹ تک چاروں طرف سے ہندو مسلمان - عیسائی - آریہ وغیرہ یک زبان ہو کر کہتے رہے کہ یہ جلسہ ضرور ہو - اور بالضرور ہو -

اسکے بعد ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریذیڈنٹ اگزکٹو کمیٹی نے کھڑے ہو کر بیان کیا کہ اگرچہ سکرٹری صاحب نے مجمل طور پر اون احباب کا شکریہ ادا کردیا جنہوں نے انکو اس کام میں مدد کی - مگر میں یہاں خاص دو نوجوانوں دوستوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیئے کھڑا ہوا ہوں یعنے **خواجہ کمال الدین صاحب** بی اے پروفیسر اسلامیہ کالج اور میاں **معراجدین صاحب** ٹھیکہ دار کا حق تو یہ ہے کہ اگر ان دونو کی کوشش نہ ہوتیں تو یہ کام سرانجام نہ پاتا اگرچہ انکی شمولیت کمیٹی میں سب سے اخیر تھی - لیکن انکی مدد سب سے اول تھی یہہ کہکر ماسٹر درگا پرشاد بیٹھ گئے اور انکے بعد رای بھوانی داس صاحب ایم اے اکسٹرا اسٹنٹ افسیر جہلم موڈریٹر جلسہ نے اپنی جگہہ اوٹھکر ذیل کے الفاظ کہے -

تقریر عالیجناب رای بھوانیداس صاحب ایم اے موڈریٹر

صاحبان مجھکو جلسہ میں حاضر ہونیکا بہت کم موقعہ ملا ہے جسکے لیے میں معافی چاہتا ہوں - مدعا اس جلسہ کے

چار تھے - اور قلت وقت کے باعث یہ میری گفتگو انکے متعلق صرف دو لفظی ہوگی -

(۱) مذہب میں دلچسپی پیدا کرنا - سو ظاہر ہے ہندو مسلمانوں نے اپنی دلچسپی ظاہر کی

(۲) حصول مذہب کے لیے بہت طریقے پیدا کرنا سو یہ امر بھی حاصل ہوگیا (۳) مذہبی معاملات میں کمال بردباری کی بہت ضرورت تھی - جیسے کہ پہلے ہندو مسلمان کیا کرتے تھے باقی چوتھا جسمانی روحانی اور اخلاقی ترقی کے وسائل پیدا کرنا - واقعی یہ امر ہوگا - جب ہم تو سیع خیال ہونگے - ہمیں ان سب خیالات کیطرف توجہ کرنی چاہیے برٹش گورنمنٹ کی برکت جب ہم ٹالریشن (بردباری) سیکھتے جاوینگے تو ہماری بات پوری ہو جاویگی امید ہے کہ آپ سب ملکر کوشش کرینگے کہ آئندہ اس جلسہ کے مستقل رہنے کی صورت نکل آئے"-

رائے صاحب کے بیٹھنے پر سردار جواہر سنگھ صاحب موڈریٹر اور پریذیڈنٹ اجلاس چارم نے اٹھکر یہ تقریر کی -

تقریر پریذیڈنٹ صاحب

سکرٹری نے آپ لوگوں کا شکریہ ادا کیا ہے - ہمنے اس پلیٹ (منبر) سے تمام قسم کے مذاہب کے خیالات سنے میں ماڈریٹر صاحبان کی طرف سے بھی فروگذاشت کے لیے معافی کا خواستگار ہوں - پروگرام میں بدنظمی ہوئی مضمون میں رستہ سے سپیکر دور گئے - مگر بات یہ ہے کہ یہ ابتدائی کانفرنس ہے - رب کے بعد ایک ہماری شکریہ ادا کرنا ہے وہ ہے شکریہ سرکار انگریزی کا جسکی طفیل اس امن سے جلسہ ہوا ریل وغیرہ نے ہمیں کسقدر آسانیاں دیں اور ایک جگہہ پر کٹھے ہوکر ہر ایک نے اپنے خیالات کا اظہار کیا - خدا کرے کہ ملکہ کا راج ہمیشہ ہو سب سے زیادہ شکریہ اللہ تعالی کا ہے - تمام شکرگذاریوں کا انجام وہی ہے - خدا ہماری دلوں میں برادرانہ تعلق پیدا کرے - ہاں اسوقت ہم مختلف مذاہب کے لوگ جمع ہیں - آؤ ہم سب ملکر اپنے اپنے طریق پر دعا کریں کہ خدا تعالی بارش بھیجے اور رحمت باران سے ہمکو سیراب کرے -

میں اور کچھ کہنا نہیں چاہتا وقت اسقدر تنگ ہوگیا ہے کہ ریمارک کرنے میں مجھے مجبوراً اختصار کرنا پڑا ہے

ایسا ہی رائے صاحب اور سکرٹری صاحب کو بھی بہت تھوڑے الفاظ بولنے کا موقعہ ملا اب میں حضرت حکیم صاحب سے ملتجی ہوں کہ وہ حسب قرارداد کمیٹی فارمل طور پر اختتام جلسہ کریں -

تقریر خاتمہ

عالیجناب فیض انتساب حکیم مولوی نور الدین صاحب بھیروی طبیب شاہی ماڈریٹر

اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (اما بعد) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔

صاحبان اس جلسہ کی ضرورت اور اسکی خوبی یہ ہر ایک حُسن و خوبی اور کامل امن و امان کے ساتھہ یہ جلسہ ختم ہوا ہے اسکا بیان میرا سننا نہیں۔ کیونکہ ضرورت کا بیان ابتداء جلسہ میں مناسب اور اسکی خوبی کا تذکرہ جلسہ کی رسم امر میں پسندیدہ ہے۔ رہا امن و امان کا بیان وہ محتاج بیان نہیں کیونکہ عیاں را چہ بیاں۔ صاحبان اس جلسہ کے اغراض پر میں ریویو کرنے کو کھڑا نہیں ہوا کیونکہ اول تو ریویو کرنا اغراض جلسہ سے نہیں دوم یہ مجھ جیسے انسان کا یہ کام نہیں سوم اس کام کے لیے بہت بڑی اوقات اور توجہات اور افکار و علوم کی ضرورت ہے۔

صاحبان۔ میں اس قلیل سے قلیل وقت میں آخری تقریر کرنے کے لیے مامور کیا گیا ہوں میں کھڑے ہونے سے پہلے حیران تھا کہ کیا کہوں مگر کھڑے ہونے اور حیرانی کے بعد یہی دل میں آگیا کہ قرآن کریم کا خاتمہ جلسہ کے خاتمہ پر سنا دوں۔ قرآن شریف کتب سماوی کی خاتم اور اسکی یہ سورت کہ جسکو میں نے کھڑے ہو کر پڑھا ہے قرآن کریم کی خاتم ہے اسلیے اس سورہ کو بڑی مناسبت ہوگی

صاحبان۔ آپ تعجب کریں گے کہ اس سورۂ شریف میں کسی خاص مذہب پر کوئی خصوصیت سے حملہ نہیں جیسے اس پاک کتاب کی ابتدائی سورۃ سورہ فاتحہ میں ایسی تعلیم اور دعا ہے جو سماوی اور اخلاقی مذاہب میں کسی مذہب پر زد نہیں۔

صاحبان۔ میں نے سورہ کے پہلے ایک عربی کا ایسا فقرہ پڑھا ہے جسکو اسلام کا اصل اصول یقین کرنا چاہیے یعنے کلمہ طیبہ جس کے معنے یہ ہیں کہ کوئی ایسی چیز جسے ہمکو کامل محبت۔ کامل تعلق۔ جو کامل مطلوب۔ غایۃ مقصود ہو۔ اور معبود ہو اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں + دنیا میں جسقدر سماوی مذہب آئے سب یہی تعلیم لائے مگر ہادیوں اور اس راہ کے دکھانے والوں کی اتباع نے آخر ان توحید کو سکھانیوالوں۔ یہ سچا راہ دکھانیوالوں کو۔ اللہ بنا لیا مخلوق کو معبود بلکہ ان ہادیوں کو ہی خدا مان بیٹھے ان ہی سے کامل محبت۔ کامل تعلق انہیں کو کامل مطلوب اور غایۃ مقصود قرار دیا

اسواسطے خاتم الانبیاء نے اپنی عبودیت کے اقرار کو اس کلمہ کا لازمی جزو قرار دیدیا تو کہ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پھر شرک میں گرفتار نہ ہو۔ کیونکہ جب ہادی کامل کی عبودیت کو ہر وقت توحید کے ساتھہ یاد رکھینگے۔ تو کسی دوسرے کو کیوں معبود بنانے لگے مسلمان لوگ اسیواسطے علی العموم اسطرح شرک میں گرفتار نہیں جسطرح کہ اور اقوام سو اس کلمہ کے پڑھنے سے

ایک مومن اپنا کامل مقصود۔ اپنا کامل معبود۔ اپنا کامل مطلوب اپنی غایت ایک ذات کو ٹھیراتا ہے جسے اللہ کہتے ہیں اور مقام شکر یہ ہے کہ عموماً جسقدر تقریریں مختلف مذہب کیطرف سے جلسہ میں ہوئیں اونہوں نے بھی اس مطلوب حقیقی کی حمایت کی کہ جسکی شان میں لا الہ الا اللہ آیا اور اسکے بیان سب گرامی

صاحبان اس کلمہ کے بعد اب میں اس سورہ کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں جسکو میں نے پڑھا ہے۔

قُل اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ مَلِكِ النَّاسِ۔ اِلٰهِ النَّاسِ۔ اس سورہ شریف کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے تین نام ظاہر فرمائے ہیں۔ اور جلسہ کے پہلے سوال میں بھی ایسے ہی تین امور کا ذکر کیا ہے کہ جنکا فرداً فرداً تعلق ان تین ناموں سے ہے وہ تین انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالت کا بیان ہے

قُل اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ مَلِكِ النَّاسِ۔ اِلٰهِ النَّاسِ غور فرمایئے ابتدا میں انسان ایک جسم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَخرَجَكُم مِن بُطُونِ اُمَّهَاتِكُم لَا تَعلَمُونَ شَيئاً۔ اور بے ریب انسان کا بچہ جب ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو بجز اسکے کہ اسکو جسمانی ضرورتیں سب سے پہلے پیش آتی ہیں اور کن علوم کی اسکو ضرورت ہے؟ اور بالکل ظاہر ہے کہ اگر مولیٰ کریم رب العلمین انسان کی ربوبیت نفرماوے۔ اور چوسنے پھر گلے سے اتارنے کا علم نہ بخشے۔ پھر ہضم کی نالیاں اس غذا پر تصرف نکریں پھر شریانوں میں اور پٹھوں میں خون بنکے ہو کر جزو بدن نہو تو انسانی نشو و نما کا کیا ٹھکانا ہے اسیطرح جسمانی غذا میں ماں کی چھاتیوں اور حیوانات کے عمدہ دودھ میسر نہ آویں تو نوزائیدہ انسان کی نسبت کسی کامیابی کی کیا امید ہو سکتی ہے اسیطرح روشنی۔ اور ہوائیں۔ عمدہ طور پر اسے نہ پہونچیں تو انسان کی جاں بری کیونکر ممکن ہے۔

صاحبان انسان کی اس حالت پر نظر کرو جو اسکو طفلگی کی حالت میں لاحق ہیں۔ اور ہر انسان کے اس کمال و استواری پر نظر کرو جو جسمیں وہ اپنے دائرہ کمال کی تکمیل کرتا ہے۔ اور پھر انصاف سے دیکھو کہ یہ تمام سامان کمالات جسمانیہ اپنے اصول و فروع سے کس نے عطا فرمائے۔ تو آپ یقین فرمینگے کہ ایک رب الناس جسنے اسکو ایک طرف جذب مواد طیبہ کی طاقتیں عطا فرمائیں دوسری طرف مواد طیبہ کا بے انت خزانہ مہیا فرمادیا چونکہ وہ ذات پاک طیب اور ہر ایک خبث و نجاست سے منزہ ہے انسان کے جسمانی حالات کی ترقی کے لیے بھی اُس نے کیسے کیسے اسباب طیبہ مہیا کر دیئے ہیں

جب انسان اپنی جسمانی حالت کی ایک حد تکمیل کر لیتا ہے۔ تو اسکی عمدہ پرورش کے بعد انسان کے اخلاق کا نشو و نما ہوتا ہے۔

کبھی اسکو انواع و اقسام کی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں اسلیے رنگا رنگ خوراک کے لیے قسم قسم کے غلہ پھل۔ پانی۔ عرق شیرینیاں ترکاریاں جمع کرتا ہے پہننے کیواسطے اور ایسا ہی گرمی سردی ہوا روشنی۔ بارش اور گرد و غبار سے بچنے کے لیے ایسا ہی محنت و مزدوری عیش و عشرت۔ جنگ وغیرہ وغیرہ حالات مختلفہ کے لیے اسے مختلف اسباب مہیا کرنے پڑتے ہیں۔ اپنے آرام کی خاطر اسکو مکانات بنانے پڑتے ہیں جنمیں انسان کو گرمی۔ سردی۔ غبار۔ بارش کا لحاظ کرنا پڑتا ہے اپنے ضروریات کے واسطے مختلف کی چیزیں رکھنا چاہتا ہے۔

قوائے شہوانیہ اور بقای نسل کے خیال سے اسکو اپنے جوڑہ کی ضرورت پیش آتی ہے

قوی غضبیہ کو بھی اسے جوش لانا پڑتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اسکے اغراض اور مطالب ضروریہ اور صحیحہ میں کوئی روک ڈالتا ہے۔ انسان اپنے

مطالب جسمانیہ۔ اور اخلاقیہ میں لگا ہے قوۃ استقلال و ہمت بلند کے ساتھ۔ شجاعت و بہادری سے بھی کام لینا پڑتا ہے اور جب اسکو نبی نوع میں کوئی اسکا مقابلہ کرتا ہے اور اسکی اغراض و مطالب اور شہوات و ملذ جو صلگی و کامیابی میں حملہ کرتا ہے تو اسکو بادشاہوں اور حکام کی احتیاج پڑتی ہے اور کبھی حکام میں سے اسکا محتاج یہ حاکم۔ قوۃ عدل انصاف۔ رحم شفقت۔ غور و فکر سے کام نہیں لیتا تو اسکو فطرۃ کو ایک ایسی عظیم الشان طاقت کی طرف جھکنا پڑتا ہے جو سب حکام کے حاکم اور سب بادشاہوں کے بادشاہ ہیں اسکے حضور گر گرا تا ہے۔ کہ میرے دشمنوں اور میرے ظالم حاکموں کا تو انصاف کر اور میرے مطالب و مقاصد میں تو میرا انصاف فرما اس بادشاہ عظیم الشان کا نام ملک الناس ہے۔

نیز خود انسان کیلیے اگرچہ اکثر اوقات ایسے بادشاہ ہوتے ہیں جو اسکو جرائم کے ارتکاب اور ان کے خلاف ورزی پر سزا دیتے ہیں مگر بعض جگہ اور بعض موقعوں پر یا تو حکام و بادشاہ موجود ہی نہیں ہوتے جیسے بعض مہذب بلاد میں بھی بعض وقت ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے اور بعض مکانات اور میدانوں پہاڑوں میں ایسا اتفاق ہوتا ہے اور غیر مہذب بلاد میں تو اکثر ہی ایسے موقع پیش آتے رہتے ہیں نیز ارتکاب جرم کیوقت اگر دنیوی حکام اور ناظم اگرچہ نیز تو انکے روبرو انسان کی اخلاقی حالت اور انسان کے کی حالت پر اثر ڈال سکتے ہیں جیسے ہم نے پہلے سال کیا تھا مگر انسان کے ان اندرونی جوشوں پر جسکی باعث کوئی انسان جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ ایک ایسی زبردست طاقت کا اعتقاد انسان کے اخلاقی حالت کی اصلاح کیلیے ضروری ہے جسکی نگرانی پر یقین انسان پیدا تنگ نہ ہوا ہو کہ وہ انسان کے موجودہ یا آئندہ ارادوں کا علم رکھتا ہے اور یہی بد اخلاق کو سزا دیتا ہے اسکا نام اس سورہ شریف میں ملک الناس ہے۔

کیا معنے وہ بادشاہ جو انسان کے قوی عاملیہ اور علمیہ اور انکا علم و عمل اور انسان کرم اندرون بلکہ گیان اندریوں پر حکمران ہے۔ جب جسمانی اخلاقی دونو حالتوں کی تکمیل کے بعد انسان کی روحانی حالت نمو پکڑتی ہے اور ظاہر ہے کہ جب انسان کا جسم کمال پر پہونچا اور ہر قسم کے تکالیف سے صحیح تندرست ہوا تو انسان کو اخلاق فاضلہ کی ضرورت ہے مگر جب جسم و اخلاق دونو کمال کو پہنچ جاویں تو اب اسکو ابدی اور لازوال آرام کی خواہش پیدا ہوتی ہے اگر ابدی کی خواہش انسان کی فطرۃ و جبلت میں نہ ہوتی تو علم طب کی یہ ترقی تم نہ دیکھتے جو آج نظر آتی ہے اور مذہب کی تحقیق پر کوئی جلسہ ہوتا۔ نیکی اور نیک جلسہ کے اصول منضبط نہ ہوتے۔

روح کی کامل محبت اور پورا پیار اور پوری چیز جس میں روح کو کامل طمانیت ہی ہے اسکا نام ہے اسلام میں اللہ تمام تعلقات سے خواہ جسمانی ہوں خواہ اخلاقی اندرونی ہوں یا بیرونی جب انسان کو آرام نہیں ملتا۔ تو تمام انسان کیلیے رحمت بخش ہے اسکا نام ہے الہ الناس۔ انسان کا اصل مطلب۔ اور غایۃ درجہ کا محبوب اور معبود۔

غرض انسان کے تینوں حالتوں جسمانی۔ اخلاقی۔ روحانی میں جو جسم کا مربی قوی کا مربی روح کا مربی ہے اسکو اس سورہ میں رب الناس کہا ہے اور وہ ذات جسمانی۔ اخلاقی۔ روحانی افعال اقوال اعتقادات پر جزا دیتا ہے اسکا نام ہے ملک الناس اور جو یہ انسان کا اصل غرض ذاتی محبوب و غایۃ مقصود بنتا ہے تو اسکو الہ الناس کہا ہے ہمارے پیارے امام حجۃ الاسلام نے اپنی بے نظیر مضمون میں اسکی مفصل بحث فرمائی ہے

اب غور فرماویں جیسا ہر سورۃ میں انسان کی حالتوں کی طرف اشارہ کرکے اللہ کریم نے فرمایا کہ رب بھی میں ہوں اور بادشاہ بھی میں ہوں اور محبوب مطلوب اور غایۃ مقصود بھی میں ہی ہوں تو میرے بندو مجھ کامل پاک ذات سے پناہ مانگو۔ اور کہدو ہاں ہر ایک انسان تم کہدے کہ میں ربوبیت اور ضرورۃ حکومت میں اور ضرورت محبت میں رب الناس۔ ملک الناس۔ الہ الناس کی پناہ مانگتا ہوں اور پناہ بھی کس امر میں مِن

شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔

صاحبان تم نے مختلف مضامین سنے اور انمیں اس قسم کی باتیں تمہارے کانوں میں پھر دلوں۔ تمہاری آنکھوں پھر دلوں تک پہنچیں جن میں صداقت اور کامل راستبازی ہوگی اور ایسی بھی جنمیں محض کذب و افترا اور دہوکا ہوگا۔ یہ قرآن کی آخری سورۃ کیسی بے نظیر اور لطیف ہے جس میں یہ بیان ہے کہ تم اللہ کریم المولی الرؤف الرحیم رب الناس۔ ملک الناس۔ الہ الناس سے پناہ مانگو تمام ان غلطیوں اور وسوسوں سے جو کسی موسوس کے نظارہ یا کلام سے پیدا ہوتے ہوں۔

کیونکہ ان وسوسوں کی مثال ہو بہو اس تکلیف رساں کتے کی سی ہے جو آدمیوں پھر کاٹنے کے لیے طیار ہے جسطرح اس کتے سے بچنے کے لیے ہمکو اسکے مالک کی پناہ مانگنی ہے اور اگر اسکا مالک ہمیں بچانا چاہے اور اس کتے کو دھتکار دے تو کیا مجال کہ وہ کتا کسی کو کاٹ کھائے

اسیطرح انسانی یا شیطانی وسوسوں سے بچنا بھی اس وجود کے پناہ سے ہوگا جو کل مخلوقات کا رب اور مالک اور محبوب ہے،

وسوسہ نام ہے ہر ایک ایسی چیز کا جسکا برا اثر ہم سے مخفی رہ گیا اور جسکی بدی سے ہم بے خبر رہے اور اسکی شرارت ہمارے جسم پر یا اخلاق پر یا روحانی معاملات پر برا اثر ذاتی ہو یا ڈالا ہو اور ہمیں اسکی اطلاع نہ ملی ہو۔

چاہے وہ مخفی چیز ہو۔ چاہے وہ انسان ہوں شیطان بصورت انسان ہی میں اپنے لیئے آپ یہ دعا مانگتا ہوں اور آپکو یہ دعا مانگنے کی سفارش کرتا ہوں۔ کہ اس جلسہ میں جو کچھ ہمنے سنا اس میں سے جو کچھ ہمارے جسم۔ اخلاق اور روح کے مفید نہو بلکہ کسی کسی مخفی طریق سے وہ نقصان رساں ہوں اس سے آپ اس سے پناہ مانگیے جو رب الناس۔ ملک الناس۔ اور الہ الناس ہے کیونکہ انہیں تین صفات کے ماتحت انسانی جسم۔ اخلاق۔ اور روح کی تکمیل ہوتی ہے اور عرض کرتا ہوں کہ یہ قرآن کی خاتم

اب اس جلسہ کا خاتم ہو۔ فقط

اب ہم حسب وعدہ سردار رجندر سنگھ صاحب کی تقریر درج کرتے ہیں جو ہمارے رپورٹر نے بروقت تقریر لکھی سردار صاحب موصوف نے تقریر سے پہلے سر جھکا کر منہ میں پرارتھنا کی اور پھر فرمایا۔

تقریر

عالیجناب سردار راجندر سنگھ صاحب ایڈیٹر خالصہ بہادر لاہور

(سکھ انعم)

آپ لوگ حیران ہونگے کہ میں سر پنجاب کے کیا گڑ گڑ کرتا تھا۔ میں پہلے دعا کی ہے۔ کیونکہ پہلے ایسے سو قیمر پر پیغمبر کو یاد کر لینا ضروری ہے۔ بہتر ہے کہ انسان کو خدا نے موت کا وقت نہیں بتلایا ورنہ سب کام انسان کے رہجاتے۔ لیکن پیغمبر کو موت کا وقت بتلا دیا گیا ہے۔

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام ... با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

بس اسی بات کے لیے ہمارے گورو صاحب آئے جیسا حافظ نے کہا اسلیے تمام مذہب کے آدمی ہمارے بابا صاحب کی تعریف کرتے ہیں اللہ کو کوئی اکو برا نہیں کہتا جیسا کہ مرزا صاحب کی شہادت بھی ہے۔ جس ملک کی ریفارم کے لیے نبی آتا ہے اسی زبان میں آتا ہے گورو نانک صاحب کے زمانہ میں مسلمان پنجابی جانتے تھے اور سنسکرت نہیں تھی اسلیے وہی احکام قرآن اور وید کے کیونکہ خدا کا حکم اور مذہب ہمیشہ ایک ہے پنجابی میں آئے چنانچہ گورو صاحب نے کہا ہے۔ جو میں کہتا ہوں آپ نہیں کہتا بلکہ خدا جو مجھ میں ڈالتا ہے وہ تمکو سناتا ہوں۔

سب جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ مرشد کے بغیر گذارہ نہیں سب لوگ انبیاء مہاتما وغیرہ اوتار ہو کر آئے مگر کوئی مرشد ہو کر نہیں آیا جسنے پریکٹیکلی (عملی طور سے) سب کر دکھایا یہ بابا صاحب نے ہی کیا۔ سکھوں کا مذہب بالکل ساد اور آسان ہے اسمیں بہت جھگڑے نہیں لیکن گورو صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ اوٹھتے بیٹھتے ہر وقت پیغمبر کا نام لینا چاہیے۔

جو ہمارا مذہب تھا وہ آخر شکل میں نہیں رہا جس میں گورو صاحب نے بتلایا۔ گورو صاحب کی تعلیم مکمل دس صحبتوں میں ہوئے۔ دس گورو دنیا میں ہوئے اور اس تعلیم کو آخر میں گورو گوبند سنگھ نے پورا کیا۔

روح کے لیے جسم اور جسم کے لیے حفاظت ضروری ہے اسیا ہی گورو صاحب نے دوسروں نے لکھا اور محفوظ کیا اور آخر میں گورو گوبند سنگھ صاحب نے تلوار باندھی۔ اور اگرچہ جنگ ہوئے تو مگر وہ مسلمانوں سے ملتے جلتے رہے ان گوروں کی بابت جو کچھ ہمنے اخذ کیا وہ انکی کلام سے دیکھنا چاہیے

چونکہ کل سکھ تعلیم گورو گوبند سنگھ صاحب کے زمانہ میں مکمل ہوئی اسلیے اونہوں نے اپنی کلام میں کہا کہ ہم کیا ہیں۔

کوئی منڈیا۔ کوئی سنیاسی۔ کوئی جتی۔ کوئی ترک کوئی شافعی مگر سب بنی آدم ہیں سب کو ایک سمجھو کرتار کریم رازق رحیم سب ایک ہی ہے۔ کوئی فرق نہیں ایک ہی کی سب پرستش کرنیوالے ہیں گرو دیو سب کا ایک ہی ہے ایک ہی سروپ ہے"

کبیر اور گورو نانک کی تعلیم ایک ہی ہے لیکن گورو نانک صاحب ڈراکٹ کسیکا دل نہیں دکھاتے تھے۔

ایک نور سے سب جگ پیدا ہوا کیا بھلے کیا مندے ... خلق میں خالق اور خالق میں خلق"

ایسا ہی عبادتگاہوں کی بابت کہتے ہیں مسجد مندر سب ایک ہیں۔ ایک ہی خالق کی پرستش کرنی ہے پوجا اور نماز ایک ہی بات ہے دیوتا۔ ادیو۔ ترک۔ ہندو مختلف دیس کے رہنے والے ہیں مگر اصل میں سب ایک ہی ہیں

سب کے ناک کان۔ آنکھہ وغیرہ ایک ہی طرح کے ہیں پران قرآن سب ایک ہی ہیں وہ قرآن جسکو مرزا صاحب نے کل قابلیت سے بیان کیا اگر مسلمان اس قرآن پر اسطرح چلیں جسطرح مرزا صاحب نے بیان کیا تو ہیران جیسا کون ہے جیسے تمام لہریں بہر دریا میں ملجاتی ہیں ایسے ہی سچے خدا سے نکلکر خدا ہی میں جا ملینگے
پس گرو گوبند سنگہ صاحب بھی صلح کل آدمی تہے گرو صاحب نے ایسی ہی ہر ایک اخلاق وغیرہ کی بابت بہت کچھ کہا ہے اور گیان کو انہوں نے سب سے اول رکہا ہے
ایسا ہی کہا ہے۔

"کہ اگر سب کچھ کہا جانا۔ اور بہسم لگانا اور مسان میں بیٹہنا اگر پرانے مکانات میں رہنے سے خدا ملتا ہے۔ اور اگر جنگلوں میں رہنے سے خدا ملتا ہے۔ اور اگر چپ رہنے سے خدا ملتا ہے۔ اگر جتی رہنے میں اور اگر ننگے پاؤں رہنے میں نجات ہے۔ تو پہر حیوانات اور جمادات اور درخت وغیرہ کو نجات اور دیدار الہی ہو جاوے"۔

"عقل فہم کے لیے اور کام کرنے کے لیے عطا کی گئی ہے پس بغیر گیان کے اور کرم کے ٹہیک کرنیکے اور اللہ تعالی کی معرفت کے اور کچھ نہیں جسنے اپنے دلکو قابو میں کیا وہی سب سے زیادہ معرفت حاصل کرتا ہے جو ایک بیوی رکہتا ہے وہ ہمیشہ جتی کہلاتا ہے۔ مگر کی بیوی کو چہوڑ کر اندہا دوسری کے پاس جاتا ہے جیسے طوطا درخت کی گوند میں پاؤں ڈالتا ہے"۔

ایک مرید گورو کا بڑا تکبر اپنی عبادت کا رکہتا تہا۔ آپنے بہنگ گہٹوا کر رکہہ لی پہلے دن صرف کلیاں کرائیں اور اسکا اثر نہ ہوا دوسرے دن تہوڑا اپلایا تب اثر ہوا۔ سو سمجہایا کہ عملی طور پر ایکٹ کرنا چاہیے جیسا رسول خدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچہے کروڑوں ہو گئے اور یہ عملی طاقت کا نتیجہ ہے۔ انسان کو باعمل ہونا چاہیے **عملی طاقت** کے سوا کچھ نہیں جیسے کہ گورو صاحب نے فرمایا

مہر مسیت صدق مصلی حق حلال قران — شرم سنت شیل روزہ ہو مسلمان
کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نماز — تسبیح سا تس بہاوسی نانک رکہے لاج

یعنے مہر مسجد ہے اور صدق مصلے ہے۔ حق حلال قرآن ہے۔ شرم سنت یعنے شرم کا مینے ختنہ کرایا ہے مہربانی کرنیکا میں روزہ رکہتا ہوں۔ میرا کعبہ نیک کام ہے۔ سچ بولنا میرا مرشد میرا کلمہ بخشش ہے۔ اس طرح کی میں نماز پڑہتا ہوں۔ میری تسبیح رب کے ساتہہ محبت کرنا۔ غرض پورے طور پر عمل کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے

تمت

ایک مبارک تجویز متعلقہ طبع ثانی براہین احمدیہ و دیگر کتب

پیسے کتاب سراج منیر مصنفہ حجۃ اللہ المسیح الموعود و المہدی المسعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ الرحمان رئیس قادیان کے ٹائیٹل پیج پر براہین احمدیہ کے دوبارہ چھپوانے کی بابت بعض احباب کی تجویز سے یہ تحریک کی تھی کہ اسکے طبع کرانے کے لیے چندہ کھولا جاوے جسمیں مبائعین حضرت ممدوح شامل ہوں اور ہر ایک مبائع مبلغ آٹھ روپیہ فی نسخہ بطور چندہ دے۔ دو سو درخواستیں آنے پر کتاب چھپوائی جاوے اور دو سو نسخے کے علاوہ جسقدر نسخے زیادہ چھپیں وہ بطور امداد کتب خانہ حضرت اقدس میں شامل کیے جاویں اگرچہ اس تجویز کو بعض احباب نے قبولیت کی نگاہ سے دیکھا لیکن چونکہ نایاب کتاب مقبول عام ہے اور مبائعین حضرت اقدس کے علاوہ بہت سے اور بھی خواہان اسلام اس کتاب کے خواہشمند پائے جاتے ہیں اسلیے ہمارے لاہور کے دوست چاہتے ہیں کہ اس کتاب کو جسقدر جلدی ممکن ہو قلیل سے قلیل قیمت پر جس میں منافع کا خیال نہو چھپوا کر عام طور پر شائع کر دیا جاوے۔ اس کتاب کی چاروں جلدیں اگر اس رپورٹ جلسہ مذاہب کی تقطیع پر چھپوائی جاویں تو شاید چودہ سو (۱۴۰۰) صفحہ سے کم ہرگز نہ ہو اگر ان موتیوں کے بھاؤ بکنے کے قابل مضامین کی جو اس کتاب میں مندرج ہیں بالکل پرواہ نہ کی جاوے اور محض اسکی ضخامت پر ہی غور کیا جاوے تو بھی اسکی تاجرانہ قیمت پانچ روپیہ سے کم نہ ہونی چاہیے لیکن چونکہ ہمیں اسکی اشاعت منظور ہے اور منافع کی پرواہ نہیں اسلیے یہ تجویز ہے کہ اسکی قیمت صرف تین روپیہ مقرر کی جاوے جو اسکی چھپائی اور کاغذ وغیرہ کے لیے مکتفی ہوگا (اس کتاب کی اصلی قیمت دس روپیہ ہے) لیکن اس قلیل قیمت پر یہ کتاب اُس صورت میں چھپ سکتی ہے جبکہ اسکے لیے معقول تعداد درخواستوں کی آجاوے۔ سو ہمارے دوستوں کو مناسب ہے کہ وہ اس اشتہار کی اشاعت عام طور پر فرما کر خاکسار کو اطلاع بخشیں کہ انکے ہموطن احباب اور دوستوں میں کس قدر خریداری اس کتاب کی ہو سکتی ہے۔ ایسا ہی دیگر اسلامی بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور اگر خریدار بننا چاہیں تو ہمکو اطلاع دیں۔ یہ وہی کتاب ہے جسکو کل علمای ہندوستان نے دیکھکر حضرت مصنف کے دعوی مجددیت کو تسلیم کر لیا تھا اور یہ وہی کتاب ہے جسکی تعریف میں سالوں کے رسالے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھے تھے جو اب اسی امام المسلمین کا کفر اسی سبب سے یہ بحث کی گئی ہے۔

ان درخواستوں کا انتظار چھ ماہ تک کیا جاویگا اور جنوری ۱۹۰۰ء سے اس کتاب کے چھپنے کا انتظام ہوگا ہمیں یقین ہے کہ اس قلیل قیمت پر کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہ رہیگا اس کتاب کے علاوہ باقی کتب حضرت مرزا صاحب جو ایک دفعہ چھپکر ختم ہو چکی ہیں مثلاً شہادت القرآن حجۃ الاسلام سچائی کا اظہار فیصلہ آسمانی وغیرہ انکو دوبارہ چھپوانے کا بھی ارادہ کیا گیا ہے جو چھپکر قلیل قیمت پر بک سکیں اس لیے جو صاحب ان کتب کے متفق ہوں انکو کتب کا خریدنا یا انکی عام اشاعت منظور ہو وہ بھی خاکسار کو اطلاع دیں۔

حضرت مرزا صاحب جس قدر کتب تصنیف فرماتے ہیں انکے ختم ہوجانے پر **طبع ثانی** کا موقع نہیں ملتا اسکی بھاری وجہ یہ ہے کہ وہاں
کسی **تجارتی** غرض یا اصول پر کوئی کتاب نہیں چھپتی جو کتاب چھپتی ہے اس میں سے نصف کے قریب **مفت** تقسیم کرنی ہوتی ہے بعض
تصنیفات تو ایسی بھی ہوتی ہیں جو ساری کی ساری عنداللہ تقسیم ہوتی ہیں یہ بہت ہی کم واقعہ ہوا ہے کہ کسی کتاب کی وصول شدہ قیمت
محنت اور **لاگت** کا **معاوضہ** دیسکے۔ علاوہ ازیں نئی تصنیفات کے طبع میں سرمایہ خرچ ہوتا ہے جنکی تعداد ہر روز بڑھتی
جاتی ہے مثلاً اس سال ان **چھ ماہ** میں اشتہارات کے علاوہ اسوقت آٹھویں یا نویں کتاب زیر تصنیف ہے۔ اس صورت میں کسی کتاب
کی نہ تو **طبع ثانی** کی گنجایش ہے اور نہ وہاں ضرورت مقابل میں ہمارے دوست ایک تو تعداد میں **بڑھتے** جاتے ہیں اور بعض غریب
ہیں وہ قیمت کے متحمل نہیں اسلیے یہ بھی تجویز ہے کہ لاہور میں ایک **بُک ایجنسی** (کتابوں کی ایجنٹی) کھولی جاوے جس
میں وہ تمام کتابیں چھپوائی جاویں جو کتب خانہ قادیان میں ختم ہوجاویں۔ ان کتابوں کی قیمت بہت ہی قلیل
رکھی جاوے گی جسمیں وہ قلیل سے قلیل منافع جو کارکن کی محنت کا معمولی درجہ کا معاوضہ ہوگا اسکا تیسرا حصہ حضرت
امام برحق کے مقدس مشن کی امداد میں صرف ہوگا۔ ہمارے دوست خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شہادۃ القرآن
جیسی مفید کتاب جس میں ایک نیچری (جو احادیث کے بکلی منکر ہیں) کے کہنے پر نزول مسیح الموعود کا ثبوت قرآن سے
دیا گیا۔ اور جس کا حجم بحیثیت ۸۵ صفحہ کے قریب ہے اسکی قیمت صرف ساڑھے تین آنہ کے پیسے لگائے ہیں
محرکان ایجنسی کی غرض کہانتک دینی بھائیوں کے فائدہ رسانی کی ہے۔ میری جو دوست اس تحریک سے متفق ہوں
مذکورہ بالا ختم شدہ کتب میں سے اگر انکو کسی کتاب کی ضرورت ہو تو مجھے اطلاع دیں جب اسطرح کتب کی قیمت نہایت قلیل
ہوجاویگی تو ہمارے ذی ثروت دوستوں کو بہت سے کتب کی مفت تقسیم کرنے کا عمدہ موقع ملیگا

کتب ذیل کی تعداد کتب خانہ قادیان میں بہت کم رہگئی ہے انکے ختم ہونے پر ارادہ ہے کہ انکو مذکورہ بالا صورت پر دوبارہ طبع کرایا جاوے

نام کتاب	موجودہ قیمت فی
برکات الدعا	۲ر
تحفہ قیصرہ	۲ر
ازالہ اوہام	سے
آئینہ کمالات اسلام	ع۶
ست بچن آریہ دھرم	عیعہ

کل کتب موجودہ کتب خانہ قادیان کے لیے دیکھو صفحہ آخری

المشتہر
خاکسار کمال الدین بی۔ اے۔ پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

زبدۃ الاقاویل

فی ترجیح القرآن علے الاناجیل

اس کتاب میں عیسائیوں کے اوس قدیمی اعتراض کا تفصیلی اور دندان شکن جواب ہے جو کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں جسمانی احکام درج ہیں روحانی تعلیم بالکل نہیں ہے۔ راقم نے انکی اس غلط بیانی کو ثابت کرنے کی غرض سے اناجیل کی ان آیات کو جنکو وہ اپنے زعم میں روحانی خیال کرتے ہیں پہلے چند فصلوں میں اس طور پر منقسم کیا کہ اول کلام مسیح پھر کلام حواریین کو درج کیا۔ بعد ازاں ہمچوں قسم احکام قرآن شریف اور کچھ بطور نمونہ کلام رسول اللہ صلعم اور اقوال صحابہ رضہ سے نقل کرکے ہر فصل کے اخیر میں قرآنی تعلیم کی اناجیلی تعلیم پر ایسے دلائل قویہ سے ترجیح ثابت کی ہے کہ خصم کو بجز سکوت کے کچھ چارہ نہیں۔

علاوہ اسکے اس کتاب کے ابتداء میں ایک مقدمہ لکھا گیا ہے جس میں پانچ امر ضروری ایسے بیان کیے گئے ہیں جو اناجیل مروجہ کی پوست کندہ قلعی کھولتے ہیں چنانچہ امر اول میں اناجیل مروجہ کا قطعی دلائل سے غیر الہامی ہونا ثابت کرکے امر دوم میں جتایا گیا ہے کہ بعض اناجیل غیر مروجہ خصوصاً انجیل برنباس سے الہام منفک نہیں ہو سکتا اور قرآن بھی انہیں کی تصدیق کرتا ہے امر سوم میں نبی آخرالزمان اور قرآن شریف کی ضرورت کو بدلائل قویہ ثابت کرکے امر چہارم میں محقق مسیحیوں کی شہادتیں محمدی تعلیم کی عمدگی پر درج کی ہیں۔ امر پنجم میں قرآن شریف کی خصوصیات اور اناجیل مروجہ ان سے بالکل عاری ہونا ثابت کرکے دکھایا گیا ہے کہ قرآن شریف اور کتب احادیث تو ایک طرف رہے اناجیل مروجہ اپنی تقویت میں اہل اسلام کی معتبر کتب سیر کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتیں قیمت اسکی ۱۲؎ محصولڈاک ۸؎ ہے جو اپنی خوبی سے جو خاص اسیکا حصہ ہے بالکل کوڑیوں کے مول ہے جن صاحبوں کو مطلوب ہو بہت جلد راقم سے بذریعہ ویلیوپے ایبل منگالیں کیونکہ اسکی صرف چند جلدیں باقی ہیں درصورت توقف کف افسوس ملنا پڑیگا

راقم فقیر محمد مالک سراج الاخبار شہر جہلم

زین سفید سرخ یا نیلی دھاری فی گز	۶ر	سے	۸ر	تک
گبرون (لودیانہ کلاں تہ) ہر رنگ فی تھان	ے	،،	؏ہ	،،
رومال سفید و رنگین چھوٹے و بڑے فی	۲ر	،،	۳ر	،،
فرش چھاپہ رنگ پختہ فی گز	۲ر	،،	۴ر	،،
لنگ حمام رنگدار فی	عہ	،،	عہ۴ر	،،
تولیہ برائے غسل وغیرہ ،،	۴ر	،،	؏	،،
دریاں ہر رنگ فی گز	۹ر	،،	عہ۴ر	،،
پٹیاں (پاؤ پیچ) اسرد فی جوڑ	۱۲ر	،،	عہ۴ر	،،
پگڑیاں صاحبانہ فی	عہ	،،	علعہ	،،
کمربند ہر رنگ ،،	؏	،،	علعہ	،،
کاڑای رجبی کے واسطے سفید	عہ	،،	عہ۴ر	،،
،، خاکی	۸ر	،،	عہ	،،

مال پشمینہ و اُون

دالٹر نگل چادر (رنگ شال) ابرے تحفہ صاحبانی فی	صہ	سے	صہ	تک
رامپوری چادراں خورد و کلاں	عہ	،،	صہ	،،
چادراں پشمینہ سادہ فی جوڑ	؎	،،	صہ	،،
،، کامدار ،،	؎	،،	ماؔر	،،
الوان پشمینہ ساختہ لودیانہ ،،	؎	،،	للعہ	،،
پارچہ پشمینہ برائے سوٹ فی گز	ے	،،	ے	،،
مالیدہ خودرنگ و بادامی وغیرہ فی گز	ے	،،	صہ	،،
مالیدہ کا چوغہ سادہ و کامدار فی	عہ	،،	صہ	،،
پٹو کشمیری برائے سوٹ فی تھان	صہ	،،	علعہ	،،
ٹوپیاں مالیدہ کامدار فی	عہ	،،	؏	،،

جراب و دستانے پشمینہ وغیرہ فی جوڑ	۸ر	سے	عہ	تک
جا بہ دار برائے پردہ وغیرہ ،،	صہ	،،	سہ	،،
قالین رگلیچہ بخاری و کشمیری فی	سہ	،،	ماؔر	،،

مال ابریشمی

میز پوش کامدار ہر رنگ فی	للعہ	سے	سہ	تک
دروازوں کے پردے فی جوڑ	؎	،،	صہ	،،
پھلکاری ،، ،،	صہ	،،	سہ	،،
رومال ڈوریدار فی	؎	،،	صہ	،،
فرد باف شال ،، ،،	علعہ	،،	سہ	،،
گلوبند ،، ،،	؏	،،	صہ	،،
ازار بند ریشمی ،،	عہ	،،	ے	،،
رومال دستی ،،	۸ر	،،	ے	،،

سامان وردی فوج

سرج خاکی و نیلہ وغیرہ فی گز	؏۱۲ر	،،	للعہ	تک
پارچہ برائے بادانکوٹ ،،	ے	،،	ے	،،
اشیروں و عہدیداروں کے تمغ زریں				
و سادہ فی	۸ر	،،	صہ	تک
لیس و فیتوں زریں و اونی وغیرہ فی گز	عہ	،،	؎	،،
بٹن وردی ہر قسم فی درجن	۸ر	،،	علعہ	،،
تمغوں کے فیتے فی گز	؏۴ر	،،	۴ے۴ر	،،
جال ریشمی و اونی بغرض وغیرہ کو لپیٹ	۴یعہ	،،	علعہ	،،
جھالر زریں و سادہ فی گز	۴ر	،،	صہ	،،
کلاہ (مرالباش) زریں و سادہ ہر قسم	۶ر	،،	علعہ	،،

ٹسی بابا و پیچہ) گرم ہر ایک رنگ وقسم	۱۲ر	۱۲ر	للعہ
کمبل ولایتی ودیسی وغیرہ فی	سے		للعہ
بارانکوٹ افیری وغیرہ		صہ	دللعہ
کمر بند زریں و پشمینہ وسادہ		صہ	صہ
گھوڑوں کے جال سوتی		عہ	للعہ

ہر قسم کا سامان جو فوج کی وردی کے لیے ضروری ہے جسکی تفصیل اسجگہ دینی غیر ممکن ہے موجود رہتا ہے فہرست درخواست کرنے پر مل سکتی ہے

المشتہر

غلام محی الدین سول سپلائی کمشنر لودیانہ لیٹ ۱۸ ار بنگال

نصائح العارفین ترجمہ معراج المومنین

یہ عجیب ونایاب کتاب علم دین و تصوف کا ذخیرہ شریعت و طریقت کا مجموعہ قاضی محمد بدل بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف سے ہے اور عالم فہم اردو ترجمہ اسکا حکیم مولوی رحیم الدین احمد صاحب دہلوی نے کیا ہے کوئی مضمون ایسا نہیں جسمیں قرآن وحدیث کا حوالہ نہ دیا گیا ہو اور عبادات نماز وغیرہ کے ارکان میں جو جو حکمتیں مستتر ہیں انکا انکشاف بھی ہر ایک موقعہ پر عمدہ طریق سے کیا ہے منجملہ ۵۳ مضامین کتاب موصوف کے بعض مضامین کا ذکر ذیل میں لکھا جاتا ہے علم کی تعریف ۔ شریعت ۔ طریقت ۔ حقیقت ۔ ناسوت ملکوت ۔ جبروت ۔ لاہوت ۔ ایمان مفصل ومجمل وغیرہ کا بیان اسلام کے معنے اور اسکی تصریح ۔ حقتعالی کے اسما وصفات پر ایمان لانے اور اسکے متکلم قدیم وقیوم ہونے کا بیان جلال وجمال کی صفات ولکی کرامت ۔ ایہ ما جعل اللہ لرجل الخ کی تفسیر ۔ نفسوں کی تعریف ۔ خفی وسر کا بیان روح وعقل محبت و عشق کا بیان ۔ اسم اللہ کی تصریح وخواص وذکر اسم اعظم کی تحقیق ملائکہ پر ایمان اور انکی کیفیت بطور حکما ۔ کتابوں پر ایمان اور انکا قدیم اور قرآن مجید کا معجزہ ہونا اور ناسخ ومنسوخ کا بیان ۔ پیغمبروں پر ایمان اور معجزہ ۔ کرامت ۔ استدراج وسحر وطلسمات وغیرہ کا بیان ۔ حضرت رسول مقبول کے بعض خواص معجزات وغیرہ ۔ نماز کے ارکان وزکوۃ ۔ روزہ وحج وغیرہ کا بیان ۔ قیامت پر ایمان ۔ دابۃ الارض ۔ اور حضرت امام مہدی ودجال ۔ حضرت عیسے ویاجوج و ماجوج کے بیان میں اور آفتاب کا مغرب سے نکلنا اور اس جہان کے فنا ہونے اور زندہ ہونے کا بیان ۔ حوض کوثر ۔ میزان ۔ پلصراط کا بیان خیر وشر و تقدیر کا بیان ۔ مذاہب باطلہ جبریہ ۔ شیعہ ۔ خوارج مرجیہ وغیرہ کی کیفیت مرنے کے بعد زندہ ہونیکی بحث ودلائل توحید ومعرفت ۔ مشاہدہ معان کا بیان ۔ ظلمانی ونورانی حجابوں کا حال وغیرہ قیمت ولایتی للعہ کاغذ دیسی عہ قیمت جلد ۲ر ۔ ۲ر

کتب ذیل مطبع مفید عام لاہور سے مل سکتی ہیں

کتاب حیات اعظم

یعنے سوانح عمری حضرت امام اعظم۔ مصنفہ مرزا حیرت دہلوی قیمت فی جلد کاغذ عمدہ عہ مختصر تفصیل مضامین حیات اعظم حسب ذیل ہے دیباچہ میں اسلام کی حقیقت تاریخ حدیث صحاح ستہ پر مختصر ریمارک اور اسلام کی سہولت پر جلیل القدر صحابہ وتابعین کے اقوال۔ پہلا باب امام ابوحنیفہ کا نسب ولادت اور اعتراضات شیعہ کا جواب۔ دوسرا باب امام صاحب کی تعلیم اور حدیث حاصل کرنیکا مورخانہ بیان تیسرا باب امام صاحب کی حسن زمانہ وفات ومقبرہ و اولاد کا ذکر چوتھا باب امام صاحب کی نسبت مسٹر ہملٹن مترجم ہدایہ اور میجر رابرٹ مصنف تاریخ بغداد اور جارج سیل مترجم قرآن کی رائے اور انکے نکتہ چینیون کے جوابات پانچواں باب سیرۃ النعمان پر شیعوں کے اعتراضات کا معقول جواب چھٹا باب امام صاحب کی عادات وصفات پر غیر طرفدارانہ بحث ساتوان باب فقہ حنفی اور احادیث کی مطابقت ومخالفت کا باہمی موازنہ آٹھوان باب اجتہاد فقہا کے اختلاف کی وجہ تاریخی طور پر۔

مجموعہ رسائل متبرکہ یہ پندرہ رسالے اردو میں ہیں کوئی رسالہ شروع کرکے تمام کیے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہر قسم کی دینی ودنیوی فواید اور تصوفانہ دلچسپ نیک لوگون کے اقوال وافعال اور بزرگان دین مثل حضرت غوث اعظم اور خواجہ صاحب اجمیری کے سوانح عمری و حالات تشریف آوری ہند و مقابلہ کفار وغیرہ کے دیکھنے سے لطف بلا اندازہ حاصل ہوتا ہے۔

(۱) رحمانی فوائد اسرار ربانی۔ (۲) نظام العقاید مصنفہ حضرت مولانا فخر صاحب (۳) نجات المومنین شرح چہل حدیث (۴) گلدستہ فضائل غوثیہ (۵) فیوض القادری مشتملہ چہل ربیک فیض (۶) معین الارواح مشاہدات خواجہ معین الدین چشتی (۸) مقامات فقر (۹) صراط الصالحین ترجمہ آداب الطالبین آداب و اخلاق بزرگان (۱۰) سلسلہ چشتیہ مع مختصر تذکرہ خواجگان چشت (۱۱) شمائل الاولیا (۱۲) گلزار بہشت (۱۱) گلدستہ معرفت (۱۳) قصائد بہار چشت (۱۴) کلام مقبول فی مدح اولاد الرسول وغیرہ مجلد عہ

تکملہ سیر الاولیا۔ تذکرہ بزرگان ہر چہار سلسلہ کے علاوہ متاخرین اولیا خصوصاً خلفاء حضرت مولانا فخر صاحب و خواجہ نور محمد صاحب مہاروی کے مفصل حالات اور ملفوظات و لمعات خواجہ محمد عاقل صاحب وغیرہ درج ہیں مصنفہ حضرت خواجہ گل محمد صاحب احمد پوری۔ کاغذ سفید دبیز مجلد عہ کاغذ حنائی عہ

سیر العارفین مع ۴۲ نقشجات مقامات متبرکہ مصنفہ حضرت مولانا جمالی صاحب اسمیں بزرگان چشت وسہروردیہ کے مفصل سوانح عمری وغیرہ تحقیقی طور پر درج ہیں شائقین کو چاہیے کہ ایک جلد اس معتبر تاریخ بزرگان

کی اپنے کتب خانوں کے لیے ضرور خرید لیں ورنہ اس کتاب
کا چھپنا معلوم قیمت ۱۰ر

بحر الحیات - فارسی مصنفہ حضرت محمد غوث گوالیاری
علم جوگ و معرفت وغیرہ میں یہ عجیب وغریب کتاب ہے دس باب
پر منقسم ہے - باب اول - در معرفت عالم صغیر (باب دوم)
در معرفت تاثیرات عالم (باب سوم) در معرفت حقیقت
وغیر ذالک (باب چہارم) در معرفت ریاضت وچگونگی
حالات آن (باب پنجم) در معرفت ایجاد انسانی و انواع
دم و ماہیت آن (باب ششم) در معرفت جسد و ماہیت
و محافظت آن (باب ہفتم) در بیان وہم (باب ہشتم)
در معرفت فساد جسد و ظاہر شدن علامات مرگ (باب
نہم) در بیان تسخیرات روحانیات (باب دہم) در
حکایات ایجاد عالم (خاتمہ) در بیان آسن ہای مفیدہ
یعنے نشست متعلقہ علم جوگ قیمت ۸ر

احسن الشواہد ترجمہ افضل الفوائد ملفوظ حضرت
نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ جس میں ہر
قسم کی مفید باتیں باعث تفریح و درستی ایمان اور عجیب
حکایات انبیاء علیہم السلام و تذکرات اولیاء کرام درج
ہیں جنکو حضرت ممدوح جلسہ مریدان میں فرماتے تھے اور
حضرت امیر خسرو انکو تاریخ وار قلم بند کرتے تھے قیمت
ہر دو حصہ ۱۳ر

لطائف نفیسہ در فضائل اویسیہ

یعنے سوانح عمری حضرت خواجہ اویس قرنی حضرت خواجہ
اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے علوی مراتب و بزرگی درجات
سے کون مسلمان آگاہ نہیں اکثر کتب تذکرات اولیاء
واحادیث وغیرہ میں آپ کا ذکر موجود ہے مگر آجتک کوئی
ایسی جامع کتاب جسمیں آپکے عجائب حالات و مجاہدہ نفس
و کشف و کرامات واقوال وغیرہ کا مفصل بیان ہو دیکھنے
میں نہیں آئے تھے اب اتفاقاً سلسلہ اویسیہ کے ایک با
خدا شخص سے یہ نادر کتاب دستیاب کر کے افادہ عام
کی غرض سے طبع کی گئی پچیس لطیفوں پر مشتمل ہے -
طبع کی تعداد قلیل ہے شائقین جلد طلب فرمائیں قیمت ۸ر

اخبار صدائے ہند لاہور

کیا آپنے صدائے ہند نہیں دیکھا؟ اگر نہیں تو ضرور
دیکھیے - آپ اسکو بالکل اسم بامسمےٰ پائیں گے - ملکی
و قومی و علمی مضامین کا اورگن - تار و ڈاک کی خبروں
کا مخزن - خیر خواہان ملک و قوم کے خیالات کا آئینہ
مہذبانہ لطائف کا البم - انتخابی شعر و سخن کا گلدستہ
طالب علموں کی جان - بچوں - بوڑھوں - چھوٹوں
بڑوں سب کا ہم مذاق - رعایا کا سفیر - گورنمنٹ کا
دل سوز مشیر - آٹھ صفحہ کا ہفتہ وار اخبار قیمت
حسب حیثیت عـہ عـہ ـہ ـہ سالانہ

صدائے ہند بک ایجنسی لاہور

میں ہر قسم کی فارسی - عربی - اردو - انگریزی کتابوں کا علمی ذخیرہ موجود ہے - جس میں ہر فن اور ہر مذاق کی درسی - اخلاقی - قانونی - مذہبی کتابیں - ناول ڈرامے - نقشجات - سنہری کاغذات - قطعات وغیرہ وغیرہ شامل ہیں - اور قیمت بھی واجبی سے واجبی لی جاتی ہے - نیز تصنیف کتابوں کی اشاعت کے لیے صدائے ہند بک ایجنسی ایک عمدہ ذریعہ ہے - درخواستوں کے ساتھ نقد قیمت یا ویلیو پے ایبل کا حکمنامہ آنا چاہیے -

المشتہر

خاکسار دین محمد مالک اخبار صدائے ہند و صدائے ہند بک ایجنسی لاہور

اخبار

ہمدرد ہند لاہور

سب اخباروں سے سستا اور عمدہ ہفتہ وار اخبار لاہور کے مشہور کرشن چندر پریس سے شائع ہوتا ہے اخبار ہمدرد ہند ۶ - اپریل ۱۹۰۵ء سے ہر دو شنبہ کو بابت صفحہ بڑی تقطیع ۸ - ۲۲ پر نہایت آب و تاب سے ساتھ عمدہ عمدہ مضامین اور مختلف خیالات اور علامات آرٹیکل اور چیدہ چیدہ نوٹ اور دل چسپ و باغ مذاق لطائف و ظرائف نصیحتیں ہفتے چیستان - تجربہ کی پرنسخہ باتیں گورنمنٹ گزٹ - یورپ - ایشیا - افریقہ - امریکہ - وغیرہ کی تازہ خبریں غزلیں اور ملک کے سچے سچے اور مفصل حالات اور اشتہارات نادرہ سے پیراستہ ہو کر نہایت خوشخط اور نفیس چھپتا ہے اور کمال حسن تزئین و بصد زیب و زینت شائع ہوتا ہے -

ناظرین! یہ ہمدرد ہند محض بنظر فوائد قوم و ملک آپ جیسے خیرخواہان و معاونان اور مددگاراں کے بھروسہ اور اعتماد پر جاری کیا گیا ہے آپکو اسکے طرز اور انتظام سے اس امر کا یقین آنا کچھ مشکل نہ ہوگا کہ ہمنے کسی ذاتی منفعت کو دخل نہیں دیا ہے اور نہ ہماری خواہش ہے کہ اسکی آمدنی سے کچھ بچت ہو صرف مد نظر یہ ہے کہ اسکا خرچ اسکی آمدنی پر پورا ہوتا رہے جن اصحاب نے اسکی خریداری منظور فرما کر اسکو سابقہ دو سال تک ملاحظہ کیا ہے ان سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ اسنے کسقدر جلد ترقی کی اور اب اسکی کیسی عمدہ حالت ہے - ناپسندیدہ تحریروں سے ہمنے کنارہ تک سمراکیا ہے - اخبار کا جوہر یہ ہے کہ وہ خودغرضی - خود مطلبی - تعصب - کینہ وری کو چھوڑ کر آزادانہ اور بے لگاؤ رائے ہمیشہ دیتا رہے - اس اخبار میں اچھی طرح ان سب امور کا لحاظ رہتا ہے - آپ سچ جانیے کہ یہ ہمدرد ہند ملک کا خیرخواہ - گورنمنٹ کا خیرطلب سچائی کا دوست دروغ اور کذب کا دشمن ہے کسی کی مدح و ذم سے سروکار نہیں - امرحق کے اظہار کرنے میں عار نہیں -

اب ہم بخیال طوالت اسکو یہیں پر چھوڑ کر ادب کے ساتھہ
گذارش کرتے ہیں کہ اگر آپ کو اسکی خریداری منظور ہو درخواست
خریداری روانہ فرمایئے تاکہ نام نامی آپکا **معاونوں**
فہرست کو زینت بخشے۔

علاوہ اسکے ہمارے نامی گرامی مطبع کرشن چند
کمپنی لاہور میں ہر ایک قسم کا کام چھپائی وغیرہ اجرت
پر کمال صحت و صفائی سے چھپ سکتا ہے۔ درخواست
پر تعمیل ارشاد ہو سکتی ہے

المشتہر

کرشن چند کمپنی مینیجران اخبار ہمدرد ہند لاہور دروازہ
شاہ عالمی دھہو والی متصل آریہ سماج لاہور

خالصہ بہادر لاہور کی کتابیں

سفر یورپ و امریکہ۔ مہاراجہ صاحب بہادر والیئے کپورتھلہ
کی اپنی تصنیف کی ہوئی سیر یورپ و امریکہ کی کتاب جسکو پڑھنے
سے گھر بیٹھے مغربی ممالک کی سیر ہو جاتی ہے نہایت عمدہ کاغذ
پر خوشخط مجلد قیمت سے محصول ڈاک علاوہ اسکے ہر ہے

اخری پیشوا

جس میں سری گورو گوبند سنگھ جی کو آخری پیغمبر اور گورو گرنتھ
صاحب جی کو آخری الہامی کتاب ثابت کیا ہے قیمت ۲ر
ظفر نامہ فارسی نظم میں وہ خط جو گورو گوبند سنگھ
نے مقام دینا سے اورنگزیب کی طرف لکھا تھا قیمت ۱ھ
تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ اول قیمت عہ اس تواریخ
میں دسوں گورو صاحبان کا حال ہے حصہ دوئم جس میں
بندہ کی بہادری اور خالصہ جی کے جنگ وجدل کا حال ہے
قیمت ۱۲ر حصہ سوئم اردو جسمیں بارہ مثلوں اور والیان
ریاست کا حال ہے قیمت للعہ

تواریخ گورو خالصہ گورمکھی حصہ اول نمبر اول جس میں صرف
گورو نانک صاحب جی کا مفصل حال ہے قیمت عہ
تواریخ گورمکھی حصہ اول نمبر دوئم جس میں گورو انگد صاحب
جی سے لیکر گورو سر گوبند صاحب جی کا مفصل حال ہے
قیمت عہ **تواریخ** گورو خالصہ حصہ دوئم جس میں
بابا بندہ کا حال ہے قیمت عہ حصہ سوئم جس میں بارہ
مثلوں اور راجگان کا مفصل حال ہے قیمت للعہ
پنتھ پرکاش گورمکھی جس میں کل پنتھ خالصہ کا حال نظم
میں ہے قیمت ۲ گورو گرنتھ صاحب دسمی جلد
ٹائپ کا قیمت ۲ گورو گرنتھ صاحب موٹا ٹائپ بہت
عمدہ مجلد چرمہ قیمت ۲۵ روپیہ ہے
علاوہ اسکے ہر قسم کے پستک بھی مل سکتے ہیں۔ درخواست
کرد بنام منیجر خالصہ بہادر لاہور انارکلی

تجارتی ایجنسی لاہور

پنجاب اور بالخصوص لاہور سے جسقدر تجارتی سامان مختلف
مقامات کو رئیسوں امیروں غریبوں اور دیگر کاروباری صاحبوں
کے پاس جاتا رہتا ہے۔ اور لیجانیوالے لوگ جس بیجد ستانے
کے ساتھہ اسکو باہر لیجا کر بیچتے ہیں وہ کچھ پوشیدہ امر نہیں

پس لیسی بجاوستبردسے اپنے ملک کے والیان ریاست۔
جاگیرداروں۔ امیروں اور شریفوں کو بچانیکے لیے کارخانہ
مشیر ہند لاہور نے ایک تجارتی شاخ بھی شروع کردی ہے
اس تجارتی ایجنسی کے ذریعہ لاہور کا ہر قسم کا مال صرف ایک
آنہ فی روپیہ کمیشن لینے پر نہایت دیانت کے ساتھ روانہ
کردیجاتا ہے اور دعوے کیا جاتا ہے کہ جس نرخ پر یہ ایجنسی مال
بھیجیگی کوئی واقفکار بھی اس سے کم نرخ پر خرید نہ سکیگا۔ درخواستیں
نقد قیمت کے ساتھ آنی چاہئیں یا ویلیوپےایبل کا حکمنامہ لیکر
ویلیوپےایبل صرف روسا یا امرا کو بھیجا جاویگا تاکہ ایسا چالاک
لوگ جو چیز کو طلب کرکے واپس کردیتے ہیں ایجنسی کو نقصان پہنچانیکے
لاہور سے جو مال کثرت سے بیرونجات میں بھیجا
جاتا ہے وہ یہ ہے۔

ریشم کا سامان۔ ازاربند۔ بوباف۔ پیچ بند۔ اور گلبدن۔
لنگیں۔ ساڑھیاں مختلف قسم رنگ و قیمت کے۔ پشمینہ
کا سامان۔ دوشالے۔ مغزیں۔ چوغے۔ گلوبند۔ مالیدہ۔ پٹو کشمیری
دکابلی مختلف قسم و رنگ و قیمت کے زردوزی سامان گوٹہ کناری
بیلیں۔ لیس۔ کامدار پاپوش۔ تصویریں روپہری مختلف قسم و رنگ
و قیمت کے ادویات میں بالخصوص عرق بید مشک اور علی العموم
ہر قسم کی انگریزی۔ یونانی و دیگر ادویات انگریزی سامان
میں ہر قسم کا ولایتی اسباب۔ شیشہ آلات۔ وغیرہ

المشتہر

خاکسار فیروز الدین غفرلہ مالک اخبار مشیر ہند و مہتمم تجارتی
ایجنسی لاہور۔

فہرست کتب مصنفہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب
جو قادیان ضلع گورداسپور سے دستیاب ہو سکتی ہیں
کتب متعلقہ عیسائیت نور القرآن حصہ اول ۴ر ایضاً
حصہ دوم ۴ر سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ۲ر
تحفہ قیصریہ ۲ر ایک کتاب جشن جوبلی شصت سالہ پر بطور تحفہ لکھی گئی اور
ملکہ معظمہ کو بھیجی گئی ہے جس میں رسالت رسول کریم کا ثبوت دیا
گیا ہے۔ اور عیسائی مذہب کے لطیف جرح کی گئی ہے) انوار الاسلام ۴ر
ضیاء الحق ۴ر (آخری دو کتابوں میں عظیم الشان پیشگوئی کا حال
جو آتھم کے متعلق پوری ہوئی) نور الحق ۱۲ر زبان عربی و اردو
۳ر جنگ مقدس ۸ر (مباحثہ امرتسر مابین حضرت مرزا صاحب
و ڈپٹی آتھم عیسائی) آریہ مذہب کے متعلق سرمہ
چشم آریہ ۱۲ر آریہ دھرم ست بچن ۱۲ر شحنہ حق ۶ر سناتن
مذہب ست بچن آریہ دھرم ۱۲ر شیعہ مذہب کے متعلق
سر الخلافہ زبان عربی ۸ر حجۃ اللہ زبان عربی و اردو ۸ر
اپنے دعوی کے متعلق ازالہ اوہام ہر دو حصہ ۲ر
فتح الاسلام ۴ر توضیح مرام ۴ر حمامۃ البشریٰ ۱۲ر عربی
خط بنام اہل مکہ نور الحق حصہ دوم عربی و اردو ۳ر تحفہ بغداد
عربی ۲ر رسائل اربعہ عربی مع ترجمہ فارسی و اردو ۱۲ر
نشان لیکھرام کے متعلق۔ سراج منیر مع
نشانات دیگر ۴ر استفتاء ۴ر سلسلہ براہین احمدیہ
حصہ چہارم ۱۲ر کرامات الصادقین تفسیر سورہ فاتحہ زبان
عربی ۱۲ر۔ کمالات اسلام ۲

تحفہ قیصرہ

نادر رسالہ از طرف حجۃ الاسلام حضرت مرزا غلام احمد رئیس قادیان ملکہ معظمہ کی خدمت میں بطور تحفہ بہ تقریب جشن جوبلی شصت سالہ اسمیں رسالت رسول اکرم کا جدید ثبوت مسئلہ جہاد کا ایک بالکل نیا پہلو اور اسکی حقیقت ظاہر کی گئی ہے حضرت ملکہ معظمہ کو دلیرانہ طور پر کہلے کہلے تبلیغ اسلام کر کے انسان پرستی کی تاریکی سے روکا گیا ہے۔ قیمت صرف (۲؍) قادیان میں درخواست جانی چاہیئے۔

مخبر دکن مدراس

یہہ اخبار اسلامی معاملات پر بحث کرنیمیں بے نظیر ہے۔ خصوصًا ریاست نظام کے لیئے مخبر صادق ہے اسکو اراکین ریاست نہایت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر ایک قومی اور مذہبی معاملات میں اسکا حصہ لینا اسکا پہلا کام ہے۔ قیمت پیشگی سالانہ چھہ روپیہ درخواستیں بنام سید محمد عبد القادر مالک و اڈیٹر اخبار کے نام ہونی چاہییں۔

اخبار چودہویں صدی راولپنڈی

کے مقاصد میں تمام قومی اغراض شامل ہیں۔ اسکی نسبت صدہا خطوط میں اسکا ایک اعلی قسم کا قومی اخبار ہونا تسلیم کیا گیا ہے ہر ماہ میں چار دفعہ۔ ۱ - ۸ - ۱۵ - ۲۳ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ شرح چندہ سالانہ پیشگی حسب ذیل ما بعد الفضائع حضرات معاونین سے امید معاونت و سرپرستی روساء سے ملعہ عوام سے چھہ روپیہ کم استطاعت خریداروں سے للعہ طلبا سے (۲؍ روپے) بعض نادار ان کو مفت۔ مطبع چودہویں صدی میں چھپائی کا کام بہت عمدہ ہوتا ہے۔ کتابیں رسالے نقشہ جات بکفایت چھپ سکتی ہیں۔ درخواستیں بنام منشی سراج الدین احمد صاحب اڈیٹر اخبار ہذا جانی چاہییں۔

کتب خانہ مطبع صدیقی لاہور

شائقین آپنے بہتیرے کتب خانہ کانوں سے سنے ہونگے اور آنکھوں سے دیکھے ہونگے مگر بفضل الٰہی اس کتب خانہ کے مقابلہ میں سب ہیچ نظر آتے ہیں اور زیادہ تر شہرت دور دراز ملکوں میں کتب خانہ ہذا کی اسی سبب سے ہے کہ اسمیں عجیب جدیدہ اور مفید دینی کتابونکی ترجمے اردو زبان میں علم فہم کرائی جاتے ہیں اور خوشنویس کاتبوں سے لکھوا کر نہایت صفائی کے ساتھہ چھپائے جاتے ہیں کار خیر جسطرح شیخ محی الدین مرحوم کی حیات میں قائم تہا آجتک اسیطرح بعونہ تعالی شیخ مرحوم کے ورثا نے اسکار خیر کو جاری رکہا ہے اس کتب خانہ کی بدولت تہوڑی تہوڑی ستعداد والے نایاب کتابوں کے فوائد سے مستفید ہو رہے ہیں پس ناظرین کتب دینیہ اپنی عالی ہمتی سے اس کتب خانہ کی امداد میں سرگرم رہیں جس سے سراسر ہمدردی و دلجوئی ورثا شیخ صاحب مرحوم کی مقصود ہے دینی و درسی کتابیں یہاں سے منگواتے رہیں سال حال میں ایک بڑی فہرست مرتب ہوئی ہے طالبین آدہ آنہ کا ٹکٹ بہیجکر طلب فرماویں اور درخواستیں بنام شیخ احمد و عبد الحی پسران شیخ محی الدین مرحوم آنی چاہئیں۔

الملتمس

خاکسار محمد وحید منیجر مطبع صدیقی لاہور محلہ ساد ہوان

انیسویں صدی کی زبردست یادگار

رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب (دھرم مہوتسو)

یہ اس جلسہ کی رپورٹ ہے جسمیں آٹھ ہزار کے قریب خلق خدا نے وکلائے مذاہب مختلفہ کی تقریریں مجوزہ پانچ سوالات کے جواب اپنے مذہب کی کتاب میں سنیں جہاں مذہبی کتب کا مقابلہ ہو کر سچائی کی فتح ہوئی۔ یہ جلسہ اپنی کامیابی میں امریکہ کے جلسہ مذاہب سے بڑھ گیا۔ امریکہ کو کہاں نصیب تھا کہ وہاں قرآن مجید۔ وید۔ گرنتھ اور توریت کا کل عالم اور ایسا ہی دیگر مذاہب ہند کے فاضل وکیل پہونچے صرف ہندوستان ایک ایسا علاقہ ہے جس میں دنیا کے کل مذاہب اسوقت موجود ہیں۔ اور جہاں ایک زبردست تحریری اور تقریری جنگ مذاہب ہو رہی ہے۔ سو ان وجوہ سے امریکہ کا جلسہ نہیں بلکہ لاہور کا جلسہ مذاہب ہی صرف اس صدی کی یادگار کہلا سکتا ہے۔ کیونکہ اسی میں ذیل کے گرامی قدر فضلا اپنے مذہب کے حمایت میں موجود تھے سناتن دھرم۔ عالیجناب ماسٹر اشیری پرشاد صاحب وائس پریزیڈنٹ سناتن دھرم عالی جناب پنڈت گوپی ناتھ صاحب سکرٹری سناتن دھرم اور فاضل علوم سنسکرت عالی جناب پنڈت بھانودت صاحب عیسائیت عالی جناب مسٹر روصاحب بہادر سابق ہیڈ ماسٹر ایچیسن سکول لاہور آریہ سماج۔ عالی جناب ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریزیڈنٹ آریہ سماج لاہور اور عالی جناب بابو بیچارام صاحب چٹرجی پریزیڈنٹ آریہ سماج سکھر برہمو سماج۔ عالی جناب لالہ کاشی رام صاحب سکرٹری برہمو سماج لاہور توریت فاتح الکتاب المبین عالی جناب مولوی محمد امام الدین صاحب پنشنر صاحب مصنف سکھ مذہب عالی جناب سردار جواہر سنگھ صاحب سکرٹری کمیٹی خالصہ کالج اور عالی جناب سردار راجندر سنگھ صاحب ایڈیٹر خالصہ بہادر تھیوصوفیکل سوسائٹی۔ عالی جناب رائے بروداکنٹھ صاحب سکرٹری تھیوصوفیکل سوسائٹی پنجاب وزیر اعظم ریاست فریدکوٹ فری تھاٹ عالی جناب پنڈت گوردھن داس صاحب اسلام عالیجناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی عالی جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری عالی جناب مولوی حکیم نورالدین صاحب طبیب شاہی بھیروی۔ عالیجناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تحقیق مذہب میں اس سے زیادہ کوئی اور ذریعہ تلاش کرنا فضول ہے۔ کیونکہ ایسی فاضل کہاں جمع ہونگے جو آرام سے اپنی ضخیم تقریریں بورشتناز عبر کریں قیمت رپورٹ (۲۸۰ صفحے کاغذ ولایتی) صرف ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک۔ درخواست بہ مہتمم ~~مطبع صدیقی لاہور محلہ اسلام جہاں جہاں کہ یہ رپورٹ طبع ہوئی ہے روانہ کی جاوے~~

المشتہر

غلام محی الدین تاجر پشمینہ محلہ چہل بی بیاں لاہور

باجازت کمیٹی جلسہ مذاہب